مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ.

(المائدہ:۷۶)

”مسیح ابن مریم صرف ایک رسول تھا۔ یقیناً اس سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں“

عیسیٰ در کشمیر

(حصہ اوّل)

اس رسالہ میں سیدنا حضرت ابراہیمؑ سے تا زمانہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے تا زمانہ وفات حضرت عیسیٰؑ مختصر حالات درج ہیں جن میں بہت سی علمی معلومات کا ذخیرہ موجود ہے۔

(رقیمہ)

قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی رضی اللہ عنہ قاضی خیل ہوتی ضلع مردان

نام کتاب	:	عیسیٰ در کشمیر
رقیمہ	:	قاضی محمد یوسف فارُوقی احمدیؓ سابق پراونشل امیر صوبہ سرحد
سالِ اشاعت	:	جنوری 2016ء
پتہ	:	14, William Harvey House, SW19 6SQ London.
تعداد	:	1000

اہتمام اشاعت

زبیدہ ناہید بیگم ڈاکٹر بشیر احمد و بنت حضرت قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
والسّلام علی احمد الموعود

فہرست مضامین

مکتوب مبارک

سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ وَ عَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

لندن

Z-30/10/15

مکرمہ زبیدہ ناہید صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط اور آپ کے والد محترم قاضی محمد یوسف صاحب کی کتاب ”ظہور احمد موعود“ کی کتاب مل گئی ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ اس کی دوسری بار اشاعت ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور پڑھنے والوں کو اس سے خوب فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ آپ کے میاں کو صحت دے اور انہیں ہر طرح کی پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

والسلام

خاکسار

[signature]

خلیفۃ المسیح الخامس

حرف تعارف

(از مکرم و محترم عطاء المجیب راشد صاحب۔امام مسجد فضل لندن)

یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے در اصل یہ دو مستقل کتب کا مجموعہ ہے۔پہلی کتاب کا موضوع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کشمیر آنے سے متعلق ہے اور دوسری کتاب کا موضوع سیر کشمیر ہے۔

یہ دونوں کتب جماعت احمدیہ کے ایک بلند پایہ بزرگ حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کی تالیفات ہیں۔آپ سابق صوبہ سرحد کے 1914ء سے 1963ء تک صوبائی امیر رہے۔ مجھے آپ کو دیکھنے کی اور آپ سے استفادہ کرنے کی توفیق تو نہیں مل سکی لیکن آپ کی بعض کتب پڑھنے کا ضرور موقعہ ملا ہے اور اب ان دو کتب کا بھی مطالعہ کرنے کی سعادت ملی ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت گہرا اور وسیع دینی علم عطا فرمایا تھا اور بہت مؤثر انداز میں طرز استدلال کی قوت سے بھی نوازا تھا۔آپ اپنے زمانہ کے ایک عظیم اور کامیاب داعی الی اللہ تھے۔تبلیغ کا بے پناہ جذبہ اور شوق رکھتے تھے۔صوبہ سرحد میں بالخصوص احمدیت کے مضبوط ستون تھے اور اس حوالہ سے تاریخ احمدیت میں ان کا تذکرہ ہمیشہ کیا جاتا رہے گا۔

اس مجلد کی پہلی کتاب میں آپ نے اس اسفار کا بہت عمدگی اور تفصیل سے ذکر فرمایا ہے جو آپ نے مختلف اوقات میں کشمیر جنت نظیر کے مختلف علاقوں میں کئے۔آپ کا انداز تکلف سے پاک، بہت سادہ، رواں اور معلومات سے پُر ہے۔جا بجا خوبصورت مناظر کی خوب تصویر کشی کی ہے۔سیر و تفریح کے دوران پیش آنے والے تبلیغی واقعات کا ذکر بھی ملتا ہے۔تبلیغ کے ان مواقع میں آپ کا انداز بہت خوبصورت اور زوردار ہوتا تھا۔کشمیر کے بارہ میں مفید معلومات کا دلچسپ

مجموعہ ہے۔ کشمیر کی سیاحت کو جانے والوں کیلئے یہ کتاب ایک مفید گائیڈ کا کام دے سکتی ہے۔ علمی لحاظ سے بھی بہت سی مفید باتوں پر مشتمل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مزار کے بارہ میں بھی تفصیلی معلومات اس کتاب میں درج ہیں۔

دوسری کتاب علمی اور تبلیغی لحاظ سے ایک بھرپور کتاب ہے۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیاء کی سوانح حیات قرآن مجید، حدیث، بائبل، انجیل اور دیگر اسلامی کتب کے حوالہ سے بہت جامعیت سے بیان کی گئی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سفر کشمیر کے ٹھوس دلائل کے ساتھ ساتھ تاریخی ثبوت بھی بڑی تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔ اس کتاب کے پانچویں اور آخری باب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی وفات کے بارہ میں تیس آیات سے جامع اور زوردار استدلال کیا ہے۔ علاوہ ازیں احادیث اور بزرگ علماء کے حوالہ جات کو بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے اور ہر دلیل کو خوب واضح کرتے ہوئے زوردار استدلال کیا ہے۔ الغرض یہ کتاب ایک داعی الی اللہ کیلئے علم و معرفت کا ایک انمول خزانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر اور اجر عظیم عطا فرمائے حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کو کہ انہوں نے بڑی محنت سے یہ کتب تالیف فرمائیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ بہت برکتوں سے نوازے مکرمہ محترمہ زبیدہ ناہید صاحبہ اور ان کے میاں مکرم محترم ڈاکٹر بشیر احمد خان صاحب کو کہ وہ اس قیمتی اور معلوماتی خزانہ کو بڑی عمدگی کے ساتھ منصّہ شہود پر لے آئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس مجموعہ کا ہر قاری اس علمی مائدہ سے بھرپور فائدہ اٹھائے گا اور حضرت قاضی صاحب مرحوم و مغفورؓ کے درجات کی بلندی کیلئے دعا کرتے رہے گا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

خاکسار

عطاء المجیب راشد

امام مسجد فضل لندن

پیش لفظ

(ازمکرم ومحترم بشیر احمد رفیق خان صاحب۔سابق امام مسجد فضل لندن)

''عیسیٰ در کشمیر'' حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف ہے، جو آپ نے 1949ء میں پہلے فارسی اور پھر پشتو اور اردو زبان میں لکھی۔ میں جب 1953ء میں جامعۃ المبشرین ربوہ میں داخل ہوا تو یہ کتاب ''عیسائیت'' کے مضمون میں بطور نصاب شامل تھی۔

اب کئی سالوں کے بعد ان کی دختر نیک اختر عزیزہ زبیدہ ناہید بشیر نے اسے دوبارہ شائع کرنے کا عزم کیا ہے۔کتاب کے دوسرے حصہ میں حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کے خود نوشت وادیٔ کشمیر کی سیاحت کے حالات بھی ہیں۔عزیزہ زبیدہ میری خالہ زاد بہن ہیں۔ انہوں نے انشاء پردازی اور شعر وادب میں دلچسپی اپنے عظیم والد سے ورثہ میں پائی ہے۔

پچھلے سال انہوں نے حضرت قاضی صاحبؓ کی خودنوشت سوانح حیات ''ظہور احمد موعودؑ'' دوبارہ شائع کی ہے جو بیحد مقبول ہوئی۔الحمدللہ۔اس کتاب کے دوسرے حصہ میں انہوں نے حضرت قاضی صاحبؓ کی گھریلو زندگی اور بچوں کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں اپنا ایک مضمون شامل کیا۔

حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ آسمانِ احمدیت پر چمکنے والے ایک ستارہ کی مانند تھے۔آپ کی ساری زندگی اسلام اور احمدیت کی تبلیغ واشاعت میں گزری۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے انشاء پردازی کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔آپ نے اسی عطیہ

خداوندی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام اور احمدیت کی تبلیغ، نوجوانوں کی تربیت، خلافت کی حفاظت اور دفاع میں ایک سو سے زائد کتب، رسائل اور پمفلٹ تحریر فرمائے۔ یہ کتابیں اردو، پشتو اور فارسی زبانوں میں ہیں۔ ان کتب کے چیدہ چیدہ موضوعات کچھ یوں ہیں:

سفرنامے۔ یادِ رفتگاں۔ قرآن و حدیث کی تفسیر و تشریح۔ مخالفین احمدیت کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات اور اہل پیغام کی خلافت حقہ کے خلاف ریشہ دوانیوں کا تدارک اور ان کے اعتراضات کے مؤثر جواب دیکر ان کے دلائل کے تار و پود کو نیست و نابود کرنا۔ شیعہ حضرات کے احمدیت پر اعتراضات کے ایسے مؤثر جواب دیئے کہ جس نے شیعہ معتمدین کے حلقوں میں زبردست ہلچل مچا دی تھی۔

حضرت قاضی صاحبؓ ایک قادر الکلام اور کہنہ مشق شاعر تھے۔ آپ نے اردو، پشتو اور فارسی میں اپنے منظوم کلام کے ذریعہ پیغام حق پہنچانے کا کارنامہ سرانجام دیا۔ آپ کی شاعری روایتی گُل و بلبل، ساغر و مینا اور شراب و کباب کے ذکر سے پاک تھی۔ آپ کا نعتیہ کلام ان تینوں زبانوں میں ایسا ہے کہ انسان اس کو پڑھ کر عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہو جاتا ہے۔

آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء سے ایسی محبت تھی کہ آپ ان کی شان میں معمولی گستاخی کو بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ گرمیوں کا موسم تھا۔ آپؓ ریل میں سوار قادیان تشریف لے جا رہے تھے۔ گاڑی ایک اسٹیشن پر رُکی تو آپ نے ایک ماشکی سے، جو مسافروں کو پانی پلا رہا تھا، پانی مانگا۔ اس نے ٹھنڈے پانی کا گلاس بھر کر دیا۔ تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا اسٹیشن ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ گولڑہ شریف کا اسٹیشن ہے۔ آپ نے باوجود شدید پیاس کے گلاس انڈیل دیا اور فرمایا میری غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ کسی

معاند حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گاؤں کا پانی پیئوں۔

حضرت قاضی صاحبؓ نہایت خوش شکل انسان تھے اور مردانہ حُسن کا شاہکار تھے۔ سرخی مائل گورا رنگ تھا۔ چہرہ انتہائی پُرنور تھا۔ ہمیشہ صاف ستھرا لباس زیب تن فرماتے تھے۔ سر پر پگڑی خوب سجتی تھی۔ ہاتھ میں ہمیشہ عصاء رکھتے تھے جس کے اُوپر کا حصہ چاندی کا ہوتا تھا۔

آپ ایک بہادر اور شجاع انسان تھے۔ خوف نام کی کوئی چیز آپ میں نہیں تھی۔ دشمنانِ احمدیت کے جلسوں میں بلا خوف و خطر چلے جاتے تھے اور موقع پر ہی علمائے سو کو دندان شکن جواب دیتے تھے۔ ہمیشہ پستول آپ کے گلے میں قمیض کے نیچے لٹکا ہوتا تھا۔

شجاعت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ پشاور، مردان وغیرہ میں بڑے بڑے اشتہار دیواروں پر چسپاں کئے گئے جس میں دشمنان احمدیت نے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کے پشاور اور صوبہ سرحد کے دورہ کی خبر دی تھی اور یہ بھی لکھا تھا کہ وہ صوبہ سرحد میں احمدیت کا قلع قمع کرنے آ رہے ہیں۔ آپ صوبائی امیر تھے۔ آپ نے جناب عبدالقیوم خان صاحب چیف منسٹر صوبہ سرحد سے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ بخاری صاحب یہاں فساد برپا کرنے آ رہے ہیں۔ آپ احمدیوں کی حفاظت کا خاص انتظام کریں۔ خان عبدالقیوم خان آپ کے دیرینہ واقف تھے۔ انہوں نے کہا:

''قاضی صاحب! آپ کیوں بخاری صاحب سے ڈرتے ہیں۔''

اس پر حضرت قاضی صاحبؓ نے نہایت پرجوش اور جلالی شان میں فرمایا:

عبدالقیوم خان! اگر تم احمدیوں کی حفاظت نہیں کر سکتے تو نہ کرو۔ احمدیوں نے بھی چوڑیاں نہیں پہن رکھی ہیں۔ وہ اپنی حفاظت خود کرلیں گے۔''

یہ کہہ کر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی چائے کی دعوت کو بھی مسترد کر دیا۔

صوبہ سرحد میں احمدیت کے درخت کی نشوونما اور ترقی میں آپ کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ آپ نے دیہات میں جا کر جماعتوں کو منظم کیا اور مساجد کی تعمیر میں حصہ لیا۔ غرضیکہ آپ صوبہ سرحد میں گلشن احمد کی آبیاری اور نشوونما کرنے میں سب سے آگے تھے۔

حضرت قاضی صاحبؓ جیسے لوگ دنیا میں کم ہی پیدا ہوتے ہیں ۔ آپ اِس شعر کے مصداق تھے کہ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

خدا کرے یہ کتاب جماعت کے نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کیلئے ایک بہترین ذریعہ ثابت ہو۔ آمین۔

خاکسار
بشیر احمد رفیق
سابق امام مسجد فضل لندن

پیش لفظ

(ازمکرم ومحترم حافظ مظفر احمد صاحب ۔ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی، ربوہ)

ہماری آپا زبیدہ ناہید صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب حال لنڈن نے اپنے والد بزرگوار حضرت قاضی محمد یوسف صاحب مرحوم امیر صوبہ سرحد کی زیر طبع تصانیف عیسیٰ در کشمیر اور سیر کشمیر کے لیے کچھ تعارفی کلمات لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔موصوفہ 1993ء میں جب صدر لجنہ اسلام آباد تھیں تو بطور ناظر دعوت الی اللہ معمول کے دورہ جات میں لجنہ کے زیر اہتمام بھی میٹنگز اور مجالس سوال و جواب کا سلسلہ وہاں رہا اور اس میدان میں انہیں عمدہ مساعی کی توفیق ملی۔تب سے ان کے لیے احترام کے جذبات ہیں۔

آپ کے شوہر مکرم ڈاکٹر بشیر احمد خاں صاحب بھی سیکرٹری وقف نو اسلام آباد اور صدر احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن رہے۔1971ء میں موصوف بنّوں میں میڈیکل سپریٹنڈنٹ تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے نصرت جہاں سکیم کے تحت مع فیملی تین سال تک گھانا (مغربی افریقہ) جا کر خدمت کی توفیق پائی۔موصوفہ کے والد بزرگوار حضرت قاضی صاحب کی قابل قدر علمی تصنیف ''شہداء الحق''، مجلس انصار اللہ پاکستان کی طرف سے دوبارہ شائع ہوئی تو انکی تالیف دیگر ''تاریخ احمدیت صوبہ سرحد'' کی دوبارہ طباعت کے سلسلہ میں ان کے صاحبزادے مکرم ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب صدر جماعت شکاگو سے بھی رابطہ رہا ہے۔جنہوں نے علمی ذوق کا ورثہ اپنے والد سے پایا ہے بلکہ حضرت قاضی یوسف صاحب کی نواسیوں خصوصاً محترمہ فوزیہ بشریٰ صاحبہ کو بھی اپنے نانا کے نقش قدم پر علمی خدمات

کی توفیق ملی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی کتاب ''الہام، عقل، علم اور سچائی'' کی معاونت کرنے والوں میں ان کا نام بھی درج فرمایا ہے۔ گویا ایں ہمہ خانہ آفتاب است۔ اس پس منظر میں کتاب مذکور کا تعارف پیش کرنا میرے لیے باعث مسرت و شرف ہے۔

حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ صوبہ سرحد کے وہ خوش بخت فرد ہیں جن کو 1902ء میں عین عنفوان شباب میں بعمر اٹھارہ برس رفقائے حضرت مسیح موعودؑ میں شمولیت کی سعادت عطا ہوئی۔ دینی و علمی مزاج کے ساتھ مطالعہ کا شوق تو تھا ہی۔ پھر صوبہ سرحد کے اوّلین صحابہ حضرت مرزا اسماعیل صاحبؓ، حضرت مولوی غلام حسن صاحبؓ اور حضرت عبدالاکبر خان صاحبؓ کی صحبت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اس پر مستزاد بچپن سے ہی سچی خوابوں کا تجربہ احمدیت کے سفر میں آپ کی زادراہ بنا۔

19 سال کی عمر میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی متعدد کتب تحفہ گولڑویہ، تریاق القلوب، خطبہ الہامیہ وغیرہ خود خرید کر مطالعہ کرنی شروع کیں۔ آپ کی ذاتی لائبریری عمدہ کتابوں کا ذخیرہ تھی۔ اپنے جوشِ تبلیغ کے باعث آپ کئی سعید روحوں کی ہدایت کا موجب بنے۔

آپ کا تعلق سرحد کے علاقہ مردان قاضی خیل ہوتی سے تھا۔ خاندانی نسبت حضرت عمرؓ سے ہونے کے باعث فاروقی کہلاتے تھے۔ جس کی جھلک آپ کی جلالی طبیعت میں بھی نظر آتی تھی۔

1903ء میں جب آپ چھٹی جماعت کے طالبعلم تھے، پشاور سے زیارت کے لیے قادیان گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت کی توفیق پا کر آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ بزرگان سلسلہ اور حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ، حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ، حضرت مولوی سید عبد اللطیف شہید صاحبؓ سے ملاقات کا شرف حاصل

کیا۔1904ء کے سفر قادیان میں تو آپ نے مقدمہ کرم دین بمقام گورداسپور میں نوعمری کے باوجود کتب حوالہ جات سنبھالنے کی سعادت پائی۔اس کے بعد آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات تک ہر سال آپؑ کی بابرکت صحبت سے فیض یاب ہونے کے لیے قادیان آتے رہے۔حافظہ بلا کا تھا۔آپ نے اپنی کتاب ''ظہور الحق یا ظہور احمد موعودؑ'' میں قادیان کے چھ سفروں کا احوال خصوصاً حضرت مسیح موعودؑ کی روایات اور ارشادات محفوظ کر دیئے ہیں۔جس کے نقشِ ثانی کی اشاعت پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب بنام مکرمہ زبیدہ ناہید صاحبہ میں اس کے ہر لحاظ سے بابرکت ہونے اور پڑھنے والوں کو اس سے خوب فائدہ اٹھانے کے لیے دعا دی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر قاضی صاحب نے نہ صرف خود بیعت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی سعادت پائی بلکہ وطن واپس آ کر جماعت پشاور کی طرف سے حضورؓ کی خدمت میں بیعت کے خط لکھوانے کی توفیق بھی آپ کو نصیب ہوئی۔پشتو زبان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی سے متعلق آپ کے رسائل حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے بہت پسندیدگی کی نظر سے دیکھے۔پھر اپنی اس رؤیا کی بنا پر کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی اشاعت کا ہی کام ہے، آپ نے ان کو اردو میں بھی شائع کیا۔

خلافت ثانیہ کے قیام پر صوبہ سرحد کے بعض احمدی جماعت لاہور سے منسلک ہو گئے۔مگر آپ نے قدرے توقف سے بیعت کی توفیق پائی اور اس کے بعد صوبہ سرحد میں غیر مبائعین کا نہایت مضبوطی اور کامیابی سے مقابلہ کیا۔آپ کی ہی تحریک سے قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے خسر حضرت مولانا غلام حسن صاحب پشاوریؓ اولین رفیق حضرت مسیح موعودؑ نے بالآخر 1939ء میں خلافت ثانیہ کی بیعت کر لی۔

حضرت قاضی صاحبؓ 1916ء سے 1963ء تک مسلسل صوبہ سرحد کے امیر رہے۔اس دوران اس علاقہ میں بیوت الذکر کی تعمیر آپ کا ایک اہم کارنامہ

ہے۔پشاور،کوہاٹ، ڈیرہ اسماعیل خان، ایبٹ آباد، بکٹ گنج مردان،ہوتی ضلع مردان، بیت احمدیہ سول کوارٹرز پشاور کی تعمیر آپ کی تحریک وتجویز پر ہوئی۔

آپ نے ہمیشہ اپنی جماعت کی تعلیم وتربیت کا خیال رکھا۔خود عاشق قرآن و رسول تھے۔پشاور میں باقاعدہ درس قرآن دیا کرتے تھے۔حاسدوں نے آپ کے ایک درس قرآن پرتہمتِ توہین رسالت لگا کرصرف یہ سلسلہ رکوانا چاہا۔آپ پر قاتلانہ حملہ بھی کروایا گیالیکن خدا تعالیٰ کی خاص تائید ونصرت سے آپ نہ صرف محفوظ رہے بلکہ کمال جرأت اور بہادری سے قاتل کوپکڑ کراس سے پستول لے لی اوراسے گرفتار کروادیا۔

آپ ایک حق گو،بے باک،جری اور دلیر انسان تھے اور احمدیت کے لیے شمشیر برہنہ۔تبلیغ حق کا تو جنون تھا۔کوئی موقع تبلیغ کا ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔سرکاری محکمہ میں ناظر کے عہدہ پر فائز تھے مگرانگریزوں کے زمانہ میں ڈپٹی کمشنرز،پولیٹیکل ایجنٹ،حکام بالااور گورنر تک کو بھی احمدیت کی تبلیغ سے نہ چُوکتے تھے۔بعض کوتو تبلیغی خطوط بھی لکھے اور کتب بھی بھجوائیں،ان میں سرجارج روس کیپل،سرہملٹن گرانٹ،سرجان میفی،سر نارمن بولٹن،کرنل کین،سرسنوارٹ پیرس،مسٹر ڈنڈراس اورسررالف گرفتھ شامل ہیں۔

صوبہ سرحد کے اس داعی الی اللہ اورمعروف قلمکار کے رسائل وکتب کی تعداد ملا کر 122ہےجن میں سے چندمعروف کتب احمد جری اللہ،ایک آریہ کے چھ سوالوں کے جواب،تاریخ بنی اسرائیل قلمی،تاریخ احمدیہ سرحد،ظہور الحق،شہداء الحق،عاقبۃ المکذبین،عقائد احمدیہ وغیرہ ہیں جن کی اشاعت کا بیڑا اب انکی صاحبزادی مکرمہ زبیدہ ناہید صاحبہ لنڈن نے اٹھا کراحباب جماعت کے لیے تعلیمی وتربیتی لحاظ سے نہایت خوش آئند اقدام کیا ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں اپنے خرچ پراس نافع الناس خدمت کا صلہ دنیا وآخرت میں عطافرمائے۔آمین۔

زیر نظر تصنیف عیسیٰ در کشمیر کی ابتداء آپ نے حضرت ابراہیمؑ اور ان کی نسل میں پیدا ہونیوالے انبیاء کرام کے مختصر اور مستند حالات بیان کرنے سے کی ہے جو ایک معلومات افزا کاوش ہے۔اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' کی روشنی اور تائید میں مزید ثبوت فراہم کرنے کی سعی فرمائی ہے اور انجیل کے حوالہ جات سے یہ ثابت کیا ہے کہ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ نجات پا کر ہندوستان سفر کیا۔

اس کتاب کی نظر ثانی کرتے ہوئے خاکسار نے بعض دیگر مشورہ جات کے علاوہ حضرت ابراہیمؑ کی تشریعی نبوت، ان کے باپ یا چچا آزر، حضرت اسماعیلؑ کی بوقت ہجرت عمر اور خسر حضرت موسیٰؑ کے نبی نہ ہونے کے بارہ میں خلفائے سلسلہ کے تحقیقی و توضیحی ارشادات مہیا کر کے شامل کتاب کرنے کا مشورہ دیا جسے کمال عالی ظرفی سے مؤلفہ نے قبول کیا ہے۔فجزاھا اللہ احسن الجزاء۔

حضرت قاضی صاحب کی دوسری زیر نظر کتاب ''سیر کشمیر'' ہے۔سیروا فی الارض کے قرآنی ارشاد کی تعمیل میں آپ کو سیر و سیاحت کا بھی خوب شوق تھا۔کشمیر کے ہی سات سفر کیے اور ہر دفعہ نہایت اختصار، سادگی اور اس باریک بینی سے سیر کشمیر کی ڈائری لکھی کہ آدھی سیر تو اس سفر نامہ سے ہی ہو جاتی ہے۔شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔مگر اسے پڑھ کر بے اختیار دل سیر کشمیر کے لیے مچل اٹھتا ہے۔اب کیا خبر کہ جب کبھی سیر کشمیر کی یہ خواہش پوری بھی ہو تو مرورِ زمانہ اور حالات کی ستم ظریفی سے کشمیر جنت نظیر کیا روپ اختیار کر چکا ہو۔مگر پھر بھی قاضی صاحب کا سفر نامہ کشمیر کے لیے کم از کم ایک کامل رہنما (گائیڈ) کا کام ضرور دیتا رہے گا۔

مزید برآں اس سفرنامے میں مصنف کے اخلاقِ فاضلہ، عالی ظرفی، وسعت حوصلہ اور برملا ایمانی غیرت کے اظہار کی قابل تقلید مثالوں کی خوبصورت جھلک موجود ہے۔دورانِ سفر آپ تبلیغ حق کے موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔سری نگر میں یارقندی سرائے کے تجارتی مرکز

میں قیام کے دوران آپ کے دل میں یہ اچھوتا خیال پیدا ہوا کہ یہاں اگر ایک مبلغ مقرر کیا جا سکے تو اس کے نتیجہ میں تاجروں کے ذریعہ چینی ترکستان اور منگولوں تک اسلام اور احمدیت کا پیغام پہنچایا جا سکتا ہے۔ آپ کا مشاہدہ فطرت بھی بہت کمال کا تھا۔ کشمیر میں ہی ایک دفعہ کمہار کو مٹی کے برتن ڈھالتے اور ان کو توڑ کر مختلف شکلوں میں تبدیل کرنے کے دوران آپ کو کیا عجب دلیل سوجھی کہ جو خدائے قادر حضرت عیسیٰ جیسے اور نبی بنا سکتا ہے، حضرت عیسیٰ کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر کیوں محفوظ رکھے گا جبکہ وہ ان جیسے یا ان سے ہزار درجہ بہتر نبی بنا سکتا ہے۔

اپنے سفر میں آپ نے مقامی کشمیری باشندوں سے ملاقاتیں کر کے بعض جگہ ان کے تاثرات بھی درج کیے ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بطور صدر کشمیر کمیٹی 1933ء کے زمانہ میں اہل کشمیر کو مہاراجہ کی حکومت میں جائز حقوق دلوانے کے لیے جو شاندار خدمات انجام دی تھیں، آپ کے بیان کے مطابق کئی کشمیری ان کا اعتراف کرتے ہوئے سراہتے اور حضورؓ کے احسانوں کو یاد کرتے تھے جو ایک اہم تاریخی ریکارڈ ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب مرحوم و مغفور کی جملہ مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور ان کی تصانیف کو نافع الناس بنائے، ان کی صاحبزادی کو بھی اس صدقہ جاریہ کے اجر و ثواب سے نوازے اور اس کتاب کے جدید ایڈیشن کی اشاعت میں حصہ لینے والوں کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

حافظ مظفر احمد

ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد مقامی

7 اپریل 2016ء

پیش لفظ

(از مکرم ومحترم عبدالباسط شاہد صاحب ۔مصنف سوانح فضل عمرؓ)

رب العالمین نے ''اِنَّ علینا للھدی'' کے وعدہ کے مطابق دنیا کی ہدایت کا جوسلسلہ شروع فرمایا اس میں ہمارے سیدنا رسول خاتم النبین حضرت محمد ﷺ کو مرکزی مقام حاصل ہے۔یہی وجہ ہے کہ روایتی نبوت کا سلسلہ آپ کی ذات پر مکمل ہو گیا اور آپ کی آمد کے ساتھ روایتی نبوت کا سلسلہ بند ہو گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی دعاؤں کے مطابق آل ابراہیمؑ اور آل محمدؐ پر رحمتوں اور برکتوں کے دروازے کھل گئے۔افراد امت کیلئے کسی بھی پہلی امت سے زیادہ خدائی انعامات کا سلسلہ شروع ہوا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام 'امتی نبی' کی منفرد شان سے ظاہر ہوئے۔آپ کی آمد کے متعلق بشارات کا جوسلسلہ موجود تھا اس کی وجہ سے صلحاء و اولیاء امت اس جلوہ روحانی کے ظہور کیلئے بصد شوق دعائیں کرتے رہے۔مگر وائے حیرت کہ وقت مقررہ پر مسیح کی آمد پر مخالفت کا ایک طوفان برپا ہو گیا اور قدیمی طریق وسنت کے مطابق چند منتخب افراد نے ہی آپ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے تن من دھن سے راہ خدا میں قربان ہونے کا وعدہ کیا۔

حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ اس منتخب خوش قسمت گروہ ابرار میں شامل ہونے کی سعادت سے مالا مال ہوئے۔صوبہ سرحد (جسے آج کل خیبر پختونخوا کہا جاتا ہے) کے ایک معزز خاندان کا فرد ہونے کی وجہ سے آپ نے 'خانوں' کی روایتی خوبیوں اور صفات غیرت، بہادری، دینداری اور مہمان نوازی سے بدرجہ اتم حصہ پایا تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق ارادت وعقیدت نے ان خوبیوں میں چار چاند لگا دئے اور آپ نے اپنی تمام خوبیوں اور فضائل

کواس روحانی سلسلہ کی خدمت کیلئے وقف کر دیا۔آپ کا اخلاص اور سادگی ہر ملنے والے کو متأثر کرتی اور اس طرح آپ کی کوششوں میں بہت برکت ہو جاتی اور کامیابیاں آپ کی قدم بوسی کرتیں۔آپ کو لمبا عرصہ اپنے صوبہ کی جماعتوں کی بطور امیر خدمات بجا لانے کی سعادت حاصل ہوئی۔اس زمانہ میں آپ کے علاقہ کے معززین میں احمدیت کی قبولیت کے عام ہونے میں حضرت قاضی صاحبؓ کا بہت بڑا دخل تھا۔1914ء میں خلافت کے خلاف اُٹھے فتنہ کے مقابلہ میں بھی آپ نے نمایاں خدمات سرانجام دیں اور بہت سے اکابرین جماعت کو خلافت سے وابستہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔

آپ نے متعدد کتب تصنیف فرمائیں۔غالباً آپ اس اعزاز میں منفرد تھے کہ آپ کو اردو ،پشتو اور فارسی میں مفید لٹریچر تیار کرنے کا موقعہ ملا۔آپ کی تحریر میں قرآنی تفسیر اور قرآنی استدلال کا ایک بہت مؤثر اور دلنشیں انداز ہے۔آپ کی کتابوں کے موضوع تو مختلف اور متنوع ہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا مضمون ضرور ان میں موجود ہوتا ہے۔آپ نے جہاں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کیا ہے وہاں عام ارادت و اتباع کے ساتھ ساتھ عشق ومحبت کی ایک خاص کیفیت ملتی ہے۔آپ کی کتب پڑھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد سیاحة امتی فی الجهاد سامنے آجاتا ہے۔

آپ کی بیٹی محترمہ زبیدہ ناہید صاحبہ نے آپ کی خوبیوں اور صفات کو اپنے اور اپنے خاندان کیلئے ایک کنوئیں کے پانی کی طرح ہی محدود نہیں رہنے دیا بلکہ اسے عام اشاعت سے ایک جاری نہر کی شکل دے دی ہے۔فجزاهم الله احسن الجزاء۔

خاکسار

عبدالباسط

(مصنف سوانح فضل عمرؓ)

عرض حال

(از خاکسارہ زبیدہ ناہید بنت حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدیؓ)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خوبصورت اشعار ہیں:

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار
صدق سے میرے طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

(درِّثمین)

خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے یہ انعام ہمیں پیدائش سے پہلے عطا فرمایا۔ ایسے والدین کی شفقت اور تربیت عطا فرمادی جو احمدیت کے مکمل نور سے منور، باعمل اور بابرکت وجود تھے۔ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کی پُر شفقت گود میں پروان چڑھایا اور پیدائشی احمدی، نیک فطرت و نیک طینت والدہ کی تربیت عطا فرمائی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

حضرت والد محترم قاضی محمد یوسف صاحب فاروقیؓ کو اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے کی توفیق جوانی کی اُس عمر میں عطا فرمادی جس میں لڑکے اپنی عارضی خوشی حاصل کرنے کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ مگر آپ یہ پیغام پا کر تن تنہا زندگی میں پہلی بارا کیلے حق کی کشش میں قادیان پہنچے۔ آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر آپؑ کی بیعت کی، آپؑ کے قرب میں وقت گزارا، آپؑ کی نایاب اور علمی باتیں سنیں اور آپؑ کی خدمت کا موقعہ ملا۔ آپؑ کا پس خوردہ کھایا اور آپؑ کے پیر دبانے کی توفیق ملی اور اُن سے اخلاص و وفا کو اپنی

روح میں جذب کیا۔حضرت والد محترمؓ تمام زندگی اُس روحانی مائدہ کو اپنے عزیزوں اور دوستوں تک پہنچانے کی کوششوں میں مصروف رہے۔

گھر میں اپنی اولاد سے پیار ومحبت کر کے اُن کے وجود میں احمدیت کی محبت، اطاعت اور ہر قربانی دینے کے جذبہ کو سمونے کی آخری دم تک کوشش کی۔الحمدللہ۔اللہ تعالیٰ والد محترم کی یہ خواہش اُن کی اولاد در اولاد کے ذریعہ پوری فرمائے اور ہم میں سے ہر ایک کو احمدیت کیلئے ایک باعث فخر وجود بننے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

مجھے ہمیشہ سے یہ خواہش تھی کہ اپنے والدین کی وہ محبت جو انہوں نے مجھ سے کی، اس کا کچھ حق ادا کر سکوں۔یہ ایک مشکل امر ہے۔ایک گھریلو خاتون کو گھر کی ذمہ داریاں، بچوں کی خدمت اور اپنے خاوند کے حقوق ادا کرتے ہوئے وقت نکالنا مشکل ہوتا ہے۔لیکن میرے میاں مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب نے میری بہت مدد کی اور ہر ممکن تعاون کیا۔فجز اھم اللہ تعالیٰ۔ہم دونوں نے فیصلہ کیا کہ چاہے جتنا خرچ بھی آئے ہم اپنی طرف سے ہی ادا کر کے یہ کتب احباب کو بلا معاوضہ پہنچائیں گے۔خدا تعالیٰ کے فضل سے ''ظہور احمد موعود'' خوبصورت اور مجلد شائع کروا کر تقسیم کروائیں اور اب بفضلہٖ تعالیٰ یہ خوبصورت کتاب ''عیسیٰ در کشمیر و سیر کشمیر'' قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کی قیمتی تحریروں کے مجموعے موجود ہیں جن میں غیر شائع شدہ مسودے بھی ہیں۔ان میں کئی تحقیقی مضامین ہیں۔آپ ہمیشہ اپنی تحریروں کیلئے ایک موٹی جلد والا رجسٹر استعمال کرتے تھے۔اس طرح آپ کے متعدد مسودے محفوظ ہیں۔ان مسودہ جات میں کئی بزرگان کی سوانح ہیں: مثلاً حضرت پیر میاں روشن بایزید انصاریؒ، حضرت سید علی ترمذی اخوند درویزہؒ۔ان کے علاوہ آپ کی سیر و سیاحت مثلاً سیر کابل، سیر کاغان اور سیر کشمیر۔سیر کشمیر میں نے عیسیٰ درِ کشمیر کے ساتھ ملا دی تا کہ پڑھنے

والوں کی کشمیر کی سیر بھی ہو جائے۔ والد صاحب کے لکھنے کی انداز میں اتنی روانی ہے کہ پڑھنے والا اس میں ڈوب جاتا ہے اور وہ نظارے آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ آپؓ کی زندگی کے آخری سال میں مجھے اور میرے شوہر کو آپؓ کے قریب رہنے کی توفیق ملی۔ مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب کی تبدیلی باجوڑ سکاؤٹ ہوئی۔ 1962ء میں اُن کو وہاں جانا پڑا۔ وہاں فیملی نہیں لے جا سکتے تھے۔ چنانچہ مردان اُن کیلئے آنا جانا کچھ نزدیک پڑتا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ موقعہ عطا فرمایا کہ شادی کے قریباً 3 سال بعد میں اپنے والدین کے پاس رہ سکی اور ان کی بے پناہ شفقت اور محبت کا لطف اُٹھایا۔

ہماری سب سے بڑی بیٹی عزیزہ فوزیہ بشریٰ کی پیدائش کے بعد جب میں پشاور سے واپس آئی تو بہت خوش ہوئے۔ بچی کو گود میں اٹھایا اور پیار کیا۔ دعا کرنے کے بعد بچی کا نام پوچھا۔ میں نے بتایا کہ اس کا نام حضور خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فوزیہ رکھا ہے۔ آپ نے کہا:

''فوزیہ کے ساتھ میں بشریٰ لگا دیتا ہوں۔ اس کا نام فوزیہ بشریٰ ہے۔''

ہم سب ایک بڑے کمرے میں سویا کرتے تھے۔ والد صاحب کا کمرہ ساتھ جڑا ہوا تھا۔ اُن دِنوں میں گھر میں دو بہنیں اور ایک بھائی تھے۔ آپ رات کو چکر ضرور لگاتے اور دیکھتے کہ میں بچی کے رونے پر جاگی ہوئی ہوں یا نہیں۔ میری والدہ صاحبہ کو بتایا کہ:

''میں رات کو اُٹھ کر دیکھ لیتا ہوں کہ اسکی نیند سخت تو نہیں۔ بچی رو رہی ہو تو یہ اُٹھ کر بیٹھی ہوتی ہے۔''

میری چھوٹی بہن عزیزہ قدسیہ بچی کو سونے سے پہلے آپ کے کمرہ میں لے جاتی اور آپ سے دعا کروا دیا کرتی کہ بچی رات کو آرام سے سو جائے۔

دونوں والدین نے ہم دونوں کا بہت خیال رکھا۔ میرے شوہر دو ہفتہ کے بعد ہی آ سکتے تھے۔ اُن سے شفقت اور پیار کا سلوک رکھا۔

فوزیہ صرف 36 دن کی تھی کہ ڈاکٹر بشیر احمد صاحب نے ہم دونوں کو جلسہ سالانہ پر ربوہ لے جانا چاہا۔لیکن والدصاحب نے مجھے یہ کہہ کرروک دیا کہ سردی میں بچی لمبے سفر پر بیمار ہوجائے گی۔

گھر میں والدہ صاحبہ اور والدصاحب کے علاوہ میری چھوٹی بہن قدسیہ اور بھائی مسعود احمد موجود تھے۔باقی خاندان کے کافی افراد اور بڑے بھائی مع بیوی بچوں کے ہماری بڑی بہن عائشہ بیگم صاحبہ کو لے کر جلسہ سالانہ پر ربوہ گئے تھے اور واپسی پر راولپنڈی میں ہمارے ماموں جان محترم عبدالسلام خان صاحب کے گھر قیام کیا۔

4 جنوری جمعۃ المبارک کا دن تھا۔حضرت والدصاحبؓ حسب معمول نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے زیب تن کر کے نماز جمعہ کی ادائیگی کیلئے مسجد احمدیہ بکٹ گنج جانے کیلئے تیار ہوئے۔میری بچی فوزیہ جو کہ اس وقت 2 ماہ کی تھی، اپنی ٹوکری نما پلنگ میں کھیل رہی تھی۔آپ نے اس سے باتیں کی اور سب کوسلام کرنے سے پہلے چھوٹے بھائی قاضی مسعود احمد کو ہدایت کی کہ مسجد جلدی آجانا۔بھائی اپنی سائیکل پر جاتے تھے۔آپ نے ہم سب کو السلام علیکم کہا اور بڑی امی جان کے گھر سے ہوتے ہوئے چچا جان کے گھر کے درمیان میں سے گزر کر مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔

راستہ میں ایک بیوہ عورت جو کہ قاضی خاندان کی تھیں، ان کی خیریت معلوم کی۔کافی دور تک پیدل چلنے کے بعد ایک ٹانگہ پرسوار ہوئے اور مسجد احمدیہ بکٹ گنج پہنچ گئے۔حسب معمول مسجد کی صفائی کروائی اور احباب کیلئے وضو کے پانی کا انتظام کروایا۔بعدۂ نوافل پڑھنے میں مشغول ہوگئے۔سجدہ میں گئے لیکن جب سجدہ لمبا ہوگیا تو ساتھ بیٹھے ایک بزرگ نے محسوس کیا اور آپ کو سیدھا کیا۔آپ کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے اپنے مولائے حقیقی کے پاس جاپہنچے۔انااللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم سب کو ان کی دعاؤں کا

مستحق بناتے ہوئے اپنی رضا کی راہوں پر چلا دے۔ دین و دنیا میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور دنیائے احمدیت میں اُنکی اولاد کو اُنکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

آپؓ فرماتے ہیں کہ:

وہ آنیوالا احمد اور اُسکے ساتھ والے
یہ تھے جو چل دئے ہیں باقی نے بھی ہے جانا
جو آج دیکھتے ہو کل یہ بھی پھر نہ ہونگے
باقی رہیگا اُن سے پیچھے فقط فسانہ
دو چار دن میں تم کو کوئی سُنا ہی دیگا
لو مٹ گیا جہاں سے نام و نشاں ہمارا

والسلام

زبیدہ ناہید بیگم　　　　لندن۔27فروری2016ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ سیدنا محمد رسولہ الکریم والسلام علیٰ احمد جری اللہ

باب اوّل: درباره عبرانیاں

فصل اوّل: ذکر سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

پیدائش

قریباً چار ہزار سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام اُور نامی شہر میں جو ایک مشہور آتشکدہ تھا، تارح کے گھر پیدا ہوئے۔ 'اُور' ملک عراق میں ایک شہر تھا۔ عراق کا پُرانا نام کسدیہ ہے۔ یونانیوں نے اس کا نام میسوپوٹامیہ رکھا تھا۔ انگریز لوگ اب بھی اسی نام سے پکارتے ہیں۔ پشتو زبان میں آگ کو اُور کہتے ہیں۔ غالباً یہ نام اسی اُور کا بقایا چلا آتا ہے اور ممکن ہے کہ عراق میں بھی اس وقت آگ کو اُور ہی کہتے ہوں اور وہاں کا آتشکدہ اس کا ثبوت ہے۔

نسب

حضرت ابراہیمؑ کا والد تارح تھا جن کو آزر[1] کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ (سورۃ الانعام: آیت ۷۵)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا۔

توریت پیدائش باب ۱۱ آیت ۱۰۔۲۶ میں لکھا ہے کہ تارح کا باپ نحور تھا، نحور کا باپ سروج تھا، سروج کا باپ رعو تھا، رعو کا باپ فلج تھا، فلج کا باپ عبر تھا۔ اس عبر کی طرف منسوب ہو کر یہ خاندان

---

[1] حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 161 میں ''آبْ'' سے مراد بزرگ رشتہ دار اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس سے مراد 'چچا' لیا ہے۔ (تفسیر کبیر۔ جلد 5۔ صفحہ 268)

عبرانی کہلایا اور ان کی زبان بھی عبرانی کے نام سے موسوم ہوئی۔ عبر کا باپ شلح تھا، شلح کا باپ ارفکسد، ارفکسد کا باپ سام تھا اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے مشہور ہیں۔ سام، حام، یافت، حضرت نوح علیہ السلام کا باپ لمک تھا۔ اس کا باپ متوسلح تھا۔ اس کا باپ حنوک تھا، جس کو غالباً مسلمان ادریس نبی کہتے ہیں۔ اس کی بابت توریت میں لکھا ہے کہ وہ خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور غائب ہو گیا۔ اس لئے خدا نے اسے لے لیا [1]۔ اس کا باپ یارد تھا۔ اس کا باپ محلل ایل تھا۔ اس کا باپ قینان تھا۔ اس کا باپ انوس تھا۔ اس کا باپ سیت یا شیث تھا، جو حضرت آدم علیہ السلام کا تیسرا فرزند اور تینوں میں چھوٹا تھا۔

(توریت پیدائش باب ۵ آیت ۱۔ ۲۲)

خاندان

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بھائی اور تھے، نحور اور حاران۔ حضرت لوطؑ حاران کے بیٹے اور حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے۔

سارہ

حضرت ابراہیمؑ کی پہلی بیوی کا نام سارہ تھا جن کو توریت میں سری کے نام سے یاد کیا گیا۔ بعد ازاں اس کا نام سرہ ہو گیا۔ مسلمان سارہ کہتے ہیں۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کی دوسری ماں سے بہن تھی۔ (پیدائش باب ۲۰ آیت ۱۲) اس بیوی سے سو برس کی عمر میں حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے جو حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹے اور سارہ کے اکلوتے بیٹے تھے (پیدائش باب ۲۱۔ آیت ۱۔ ۵) انکی اولاد بنی اسحاق کہلائی۔

---

[1] قرآن کریم میں خدا نے حضرت عیسیٰ کو فرمایا: رافِعُكَ اِلَیَّ اور سورۂ نساء میں ہے: بل رفعه الله اليه یعنی خدا نے اس کو لے لیا۔ ہر دو مقامات پر خدا نے اس کو لے لیا کے معنی ہیں عزت کے ساتھ اپنے قرب میں جگہ دی۔ نادان انسان یہ خیال کر لیتا ہے کہ خدا کوئی مادی وجود ہے اسکی کوئی خاص قیام گاہ آسمان ہے اور وہ جسکو اپنے قرب میں جگہ دیتا ہے اُسے مادی جسم کے ساتھ زمین سے اُٹھا کر آسمان پر لے جاتا ہے۔ اور وہاں اپنے دائیں بٹھا لیتا ہے۔ (دیکھو انجیل مرقس باب ۱۶۔ آیت ۱۹)

ہاجرہ

حضرت ہاجرہ فرعون ریان کی بیٹی تھی ۔ ریان عراق کا باشندہ تھا اور مصر میں بادشاہ ہو گیا تھا اور اس نے حضرت ابراہیمؑ کو مصر میں اپنا ہم قوم اور ہم وطن پا کر حضرت ہاجرہ نکاح میں دی۔ وہ دراصل شہزادی تھی مگر عیسائیوں اور یہودیوں نے بغض سے ان کو حضرت سارہ کی لونڈی لکھا ہے۔ (پیدائش باب ۱۶ آیت ۱) حضرت اسماعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے بڑے بیٹے تھے۔ جب حضرت ابراہیمؑ چھیاسی برس کے ہوئے اس وقت حضرت اسمعیلؑ پیدا ہوئے ۔ (پیدائش باب ۱۶ آیت ۱۵۔۱۶) حضرت اسمعیلؑ کی اولاد بنی اسماعیل کہلائی۔

قطورہ

حضرت قطورہ حضرت ابراہیمؑ کی تیسری بیوی تھیں۔ ان سے چھ فرزند پیدا ہوئے:
زمران، یقسان، مدان، مدیان، اسباق اور سوخ۔ یہ بنی قطورہ کہلائے۔
(پیدائش باب ۲۵ آیت ۱۔ ۴)

مذہب

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عراق کا مذہب آتش پرستی، سورج پرستی اور نجم پرستی تھا۔ نیز وہ بعض بتوں کو بھی پوجتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے خدائی وحی پا کر خدائے واحد کی توحید کی تعلیم دی اور نجوم اور قمر اور شمس کو حیرت سے فرمایا ھٰذا ربی کیا یہ میرے معبود اور رب ہو سکتے ہیں! یعنی نہیں ہو سکتے اور نجوم پرستی کی تردید کی۔ بلکہ بت خانہ میں جا کر بتوں کو توڑا۔ اپنے باپ اور رشتہ داروں اور اہل وطن کو بت پرستی سے روکا۔ بادشاہ وقت نمرود کو خدا کی توحید کی طرف بلایا اور سورج پرستی باطل ثابت کی۔ قوم نے ان کو آگ میں ڈالنا چاہا۔ خدا نے ان لوگوں کو اپنے ارادوں میں نامراد کر دیا اور حضرت ابراہیمؑ سلامت بچ کر ملک شام کی طرف ہجرت کر گئے۔

ہجرت

ہجرت میں حضرت لوطؑ اور حضرت سارہ ساتھ تھے۔ شام میں پہنچ کر سرزمین کنعان میں آباد ہوئے اور کنعان کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ جو شمالی تھا اس میں حضرت لوطؑ جا رہے، اس میں سدوم، عمورہ، صور اور صیدا شہر تھے۔ حضرت لوطؑ انہیں تبلیغ کرتے رہے۔ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے تابع نبی تھے:

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ (سورۃ العنکبوت آیت ۲۷)

ترجمہ: پس لوط اس (یعنی ابراہیم) پر ایمان لے آیا۔

نبی ہونا

حضرت ابراہیمؑ ملک عراق میں نبی ہو چکے تھے اور قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح شارع نبی[1] تھے جیسا کہ آیت:

اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى ۝ (سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۹-۲۰)

ترجمہ: یقیناً یہ ضرور پہلے صحیفوں میں بھی ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

سے ظاہر ہے کہ قرآن جو ایک جامع اور کامل شریعت محمدیہ ہے اس میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰ ؑ کے صحف داخل ہیں۔ گویا حضرت ابراہیمؑ بھی شارع نبی تھے اور وہ شریعت قرآن کریم میں آ چکی ہے۔ حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاق ؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ بھی آپ کے تابع نبی تھے جیسا کہ حضرت یوسفؑ فرماتے ہیں:

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ (سورۂ یوسف آیت ۳۹)

ترجمہ: اور میں نے اپنے آباء واجداد ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی۔

[1] حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِیْمَ (الصّٰفّٰت: 84) کی روشنی میں یہ استدلال فرمایا تھا کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت نوحؑ کے تابع نبی تھے۔ (تفسیر کبیر۔ جلد 9 صفحہ 301)

یعنی میں اپنے سابقہ آباء حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کا تابع نبی ہوں۔اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ:

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؁ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۳۳)

ترجمہ: اور اسی بات کی تاکیدی نصیحت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب نے بھی (کہ) اے میرے پیارے بچو! یقیناً اللہ نے تمہارے لئے اس دین کو چُن لیا ہے۔ پس ہرگز مرنا نہیں مگر اس حالت میں کہ تم فرمانبردار ہو۔

حضرت ابراہیمؑ کا مذہب تھا: **اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ** میں رب العلمین کا فرمانبردار ہوں اور اسی مذہب کی تعلیم اور ہدایت اس نے اپنے بیٹوں اور نواسے حضرت یعقوبؑ کو دی کہ خدا نے تمہارے واسطے یہ مذہب ٹھہرایا ہے اور تم پر موت وارد نہ ہو مگر اسوقت جبکہ تم مسلمان ہو کر فوت ہو۔ اگر یہ انبیا اس کے تابع نبی نہ تھے اور حضرت ابراہیمؑ ان کے مطاع نبی نہ تھے تو ان کو کیا حق تھا کہ ان انبیاء سے یہ عہد لیکر فوت ہوتے! حضرت یعقوبؑ نے بھی بوقت مرگ اپنے بیٹوں کو جمع کیا جن میں حضرت یوسفؑ بھی داخل تھے اور کہا **مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِىْ** تم میرے فوت ہو جانے کے بعد کس معبود کی عبادت کرو گے؟ جب انہوں نے تسلی دی کہ:

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ؁ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۳۴)

ترجمہ: انہوں نے کہا ہم عبادت کرتے رہیں گے تیرے معبود کی اور تیرے اجداد ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق کے معبود کی جو ایک ہی معبود ہے اور اُسی کے ہم فرمانبردار رہیں گے۔

تو تب حضرت یعقوبؑ اطمینان قلب کے ساتھ فوت ہوئے جب بیٹوں سے سنا کہ ہم تیرے معبود اور تیرے آبا کے معبود کی عبادت کریں گے جو ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کا خدا اور معبود ہے۔ یعنی واحد خدا اور ہم اسکے فرماں بردار ہیں۔ یہ سب آیات حضرت ابراہیمؑ کو اپنے خاندان کا

شارع اور مطاع ہونا ثابت کرتی ہیں۔ حضرت لوطؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ اُن کے تابع نبی ثابت ہیں۔ صحف ابراہیم میں آپکی شریعت تھی۔

کعبۃ اللہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کو جبکہ وہ پندرہ سولہ برس کے تھے، اس وادی میں چھوڑا جسکو مکہ یا بکہ کہتے ہیں جہاں کوئی پانی نہ تھا۔ اسواسطے کوئی سبزی یا آبادی نہ تھی۔ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیلؑ نے کعبۃ اللہ بنایا اور انہوں نے ملکر بہت سی دعائیں کیں جن میں ایک دعا یہ بھی تھی کہ:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۳۰)

ترجمہ: اور اے ہمارے ربّ! تو ان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کر جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور انہیں کتاب کی تعلیم دے اور (اس کی) حکمت بھی سکھائے اور اُن کا تزکیہ کر دے۔ یقیناً تو ہی کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

اسی دعا کی طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تھا کہ انا دعوت ابی ابراھیم میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو پورا کرنے والا نبی ہوں۔ یہ دعا پورے اڑھائی ہزار سال بعد پوری ہوئی۔

وفات

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک سو پچھتر (۱۷۵) سال زندہ رہ کر فوت ہوئے اور حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ نے مکفیلہ کے مغارہ میں حتی صحر کے بیٹے عفران کے کھیت میں جو حجرے کے آگے ہے دفن کیا۔ (پیدائش باب ۲۵ آیت ۷۔۱۰)

حضرت سارہ بھی یہاں مدفون ہیں۔ اس مقام کو اب خلیل الرحمٰن کہتے ہیں۔ حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ بھی یہیں دفن ہیں۔

فصل دوم: حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ اسمٰعیل کے معنی ہیں خدا نے میری دعا سنی۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کا نتیجہ تھا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اسوقت پیدا ہوئے جبکہ حضرت ابراہیمؑ کی عمر چھیاسی برس کی تھی۔ حضرت اسحاق ؑ جب پیدا ہوئے تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام چودہ برس کے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وحی الٰہی کی بنا پر حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو، جبکہ وہ بہت چھوٹی عمر کے تھے، حجاز ملک عرب میں جا کر چھوڑا۔ (اگرچہ بائیبل میں ان کی عمر پندرہ سولہ برس لکھی ہے۔)[1]

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کا قیام فاران[2] کے پہاڑوں کے دامن میں مکہ کے میدان میں ہوا۔ وہاں خدا نے زمزم نامی چشمہ جاری کیا جو مکہ کی آبادی کا باعث ہوا۔ بنی جرہم وہاں آ کر آباد ہوئے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے ان میں شادی کی۔ اس بیوی کو حضرت ابراہیمؑ کے حکم سے طلاق دیدی تھی۔ دوسری شادی قبطیوں میں مصر میں کی۔

(پیدائش باب۲۱ آیت۲۱)

---

[1] بائیبل کے مطابق تو حضرت اسماعیلؑ کی عمر پندرہ سولہ سال بنتی ہے۔ لیکن یہ بات نا قابل اعتماد دکھائی دیتی ہے۔ بائیبل ہی کی ایک اور روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ واقعۃً چھوٹی عمر میں ایسا ہوا ہے کیونکہ روایت کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے مشکیزے کے ساتھ بیٹا بھی ماں کو تھما دیا۔ قرآنی آیات سے بھی یہی استنباط ہوتا ہے کہ بچہ بہت چھوٹی عمر کا تھا اور ایک طرف پڑا ایڑیاں رگڑتا تھا۔ سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع ؒ کی تحقیق کی روشنی میں بھی یہی بات ثابت ہے کہ بوقت جدائی حضرت اسماعیلؑ بہت چھوٹی عمر کے پالنے میں کھیلنے والے بچے تھے۔ (خطبہ عیدالاضحیہ یکم جون 1993ء)

[2] پیدائش باب ۲۱ آیت ۲۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا نے اطلاع دی۔ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ اور فاران ہی کے پہاڑوں سے جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک روشن شریعت تھی۔ استثنا باب ۳۳ آیت ۲۔ کوہ سینا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا۔ اور شعیر پہاڑ میں حضرت عیسیٰ ناصری رہا کرتے تھے۔ اور فاران پر وادی مکہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مثیل موسیٰ پر ظاہر ہوئے۔ دس ہزار اصحاب سب فتح مکہ کے وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھے۔ روشن شریعت قرآن کریم ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی وحی کی بناء پر مکہ میں بیت اللہ آباد کیا۔حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور اُن کا باپ اس پاک گھر کے معمار ہوئے۔یہی گھر آج تمام مسلمانوں کا مرکز اور قبلہ ہے۔اس کا حج اس کی تعمیر کے زمانہ سے مقرر ہے۔اسلام نے بھی اس کو بحال رکھا۔حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ایک رؤیا کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربان کرنا چاہا مگر خدا نے روک دیا اور اہل اسلام میں قربانی کی رسم اسی یادگار میں قائم ہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے حق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہت سی دعائیں کیں اور بڑی برکتیں بخشیں۔ (پیدائش باب ۱۷ آیت ۲۰۔باب ۲۱ آیت ۱۳)

حضرت اسمٰعیلؑ سے بارہ سردار پیدا ہوئے جو یہ ہیں۔نبایوت، قیدار، ادبئیل، مبسام، مسماع، دومہ، مسّا، حدر، تیما، حدد، یطور، نفیس۔یہ تمام اپنے خاندانوں کے رئیس کہلاتے ہیں۔حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ایک سو سینتیس برس کی عمر پا کر فوت ہوئے اور مکہ میں دفن ہوئے۔

(پیدائش باب ۲۵ آیت ۱۳ و ۱۷)

سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔عیسائیوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لونڈی کا بیٹا کہا مگر حضرت ہاجرہ تو شہزادی تھی اور لونڈی نہ تھی مگر حضرت یوسفؑ کو بھائیوں نے حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد کے ہاتھ فروخت کر کے یہودیوں کا ایک خاندان ہمیشہ کے داغ غلامی میں گرفتار کیا۔

(پیدائش باب ۳۷ آیت ۲۵ اور ۲۸)

فصل سوم: حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت اسحاقؑ جن کو یہودی اضحاک کہتے ہیں اور ضحک سے مشتق جانتے ہیں، حضرت سارہ کے بیٹے تھے اور حضرت اسمٰعیلؑ سے چودہ برس چھوٹے تھے۔ جس وقت فرشتوں نے ان کی پیدائش کی خبر دی تو اُن کی والدہ یہ بشارت سن کر ہنس پڑیں۔ اسی سے ان کا نام اضحاک رکھا گیا اور قرآن نے ان کو اسحاق قرار دیا۔ ان کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو سال تھی۔
(باب ۲۱ آیت ۷)

حضرت اسحاق علیہ السلام جب جوان ہوئے تو ربقہ بنت بیتوائیل سے آپ کی شادی ہوئی۔ بیتوائیل نحور کا بیٹا تھا جو حضرت ابراہیمؑ کا بھائی تھا اور ملکاہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ گویا حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے کی لڑکی تھی۔ اسی ربقہ کا بھائی لابن تھا جس کی لڑکیوں سے حضرت یعقوبؑ نے شادی کی تھی۔ (پیدائش باب ۲۴ آیت ۱۵)

حضرت اسحاقؑ کے ربقہ سے دو لڑکے توام پیدا ہوئے۔ ایک کا نام عیص یا عیساؤ تھا دوسرے کا نام یعقوب[1] تھا جس کے معنی ہیں پیچھے آنے والا۔ (پیدائش باب ۲۵ آیت ۲۴و۲۶) اسوقت حضرت اسحاقؑ کی عمر ساٹھ برس کی تھی۔

حضرت اسحاقؑ اور ان کی اولاد شام میں رہی۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی دعوت پر مصر

[1] بخاری میں حدیث ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''میرے پانچ نام ہیں، محمد، احمد، ماحی اور حاشر اور عاقب۔ عاقب کے معنے کسی راوی نے الذی لا نبی بعدہ کئے ہیں یعنی وہ (محمدؐ) نبی جس کے بعد کوئی اور شخص نبی ہوکر پیدا نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری جلد دوم کتاب المناقب باب ما جآء فی السمآء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم کہتے ہیں کہ اگر عاقب کے یہ معنی درست ہیں تو پھر یعقوب کے یہ معنے کیوں نہ ہوں کہ اسکے بعد بھی کوئی شخص نبی ہوکر پیدا نہ ہوگا۔ پس حضرت یعقوبؑ کے بعد سینکڑوں نبی ہوئے اور سب صادق ٹھہرے تو عاقب کے بعد بھی نبی ہوسکتا ہے اور حضرت احمد صادق نبی اللہ ہے۔ کیونکہ ہم عاقب کے یہی معنے کرتے ہیں کہ پیچھے آنے والا۔ مگر الذی لا نبی بعدہ درست نہیں۔

ان کے پاس بمعہ اولاد چلے گئے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو چار سو سال کے بعد پھر شام میں لے آئے۔

حضرت اسحاق ؑ کا بیٹا عشاؤ یا عیسو جو سرخ وسفید رنگ کا تھا، ادوم کہلاتا تھا۔ اُسکی اولاد ادومی کہلائی اور وادئ سینا میں آباد ہوئی۔ عیص یا عیسو نے حضرت اسمٰعیل ؑ کی لڑکی محلت سے شادی کی جو نبایوت کی بہن تھی۔ اسکے سوا اسکی اور جورو بھی تھیں۔ (پیدائش باب ۲۸ آیت ۹) اس محلت کا دوسرا نام بشماتھ بھی تھا۔ (پیدائش باب ۳۵ آیت ۲۸)

حضرت اسحاق ؑ کی عمر ایک سو اسی سال ہوئی اور فوت ہوئے اور حضرت ابراہیم ؑ کے پاس خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔ (پیدائش باب ۳۵ آیت ۲۸)

فصل چہارم: حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام جن کو خدا نے اسرائیل کا خطاب دیا تھا، حضرت اسحاقؑ کے چھوٹے بیٹے تھے۔ جب وہ عاقل اور بالغ ہوئے تو حضرت اسحاقؑ نے ان کو کسدیا کو روانہ کیا کہ وہاں جا کر لابن بن بیتوئیل بن نحور کے گھر شادی کرے۔ لابن نے حضرت یعقوبؑ سے پہلے اپنی بڑی لڑکی لیاّ کی شادی کر دی، جس کے ساتھ ایک لونڈی بھی دی جس کا نام زلفہ تھا۔ اسکے کچھ عرصہ کے بعد اپنی دوسری بیٹی راخل نکاح میں دی۔ اسکے ساتھ ایک لونڈی بلھا نامی دی۔

(پیدائش باب ۲۹ آیت ۲۱ و ۲۹)

حضرت اسرائیلؑ کی مندرجہ ذیل اولاد ہوئی:

لیاّ سے روبن، شمعون، لاوی، یہودا پیدا ہوئے۔ (پیدائش باب ۲۹ آیت ۳۳ و ۳۵)

زلفہ سے جد، آشر (پیدائش باب ۳۰ آیت ۱۱۔۱۳) اور اشکار اور زبولوں پیدا ہوئے (باب ۳۰ آیت ۱۸۔۲۰)۔ راخل سے یوسف (باب ۳۰ آیت ۲۲۔۲۳) اور بن یامین (باب ۳۰ آیت ۱۸) پیدا ہوئے۔ بلھا سے دان، نفتالی (پیدائش باب ۳۰ آیت ۵۔۸) پیدا ہوئے۔

یہ کل بارہ بیٹے ہوئے یہ اور انکی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔

حضرت اسرائیلؑ ایام قحط میں حضرت یوسفؑ کی دعوت پر مصر گئے اور وہاں پندرہ سال رہے اور فوت ہوئے۔ مرتے وقت ان کی عمر ایک سو تیس برس تھی۔ (پیدائش باب ۲۷ آیت ۹) حضرت یوسفؑ انکو مصر سے کنعان لائے وہاں اپنے باپ اسحاقؑ کے پاس دفن کیا۔ حضرت یوسفؑ واپس مصر چلے گئے۔ (پیدائش باب ۵۰ آیت ۱۳ و ۱۵)

فصل پنجم: حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام جو حضرت یعقوبؑ کے بیٹے تھے اور راخِل کے بڑے فرزند تھے، بن یامین اِن کا چھوٹا بھائی تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ سورج اور چانداور گیارہ ستارے ان کو سجدہ کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے یہ رؤیا حضرت یعقوبؑ پر ظاہر کی۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ اپنے بھائیوں پر اس خواب کا اظہار نہ کرنا مگر ان کو کسی طرح علم ہو گیا اور انہوں نے حسد اور بغض سے کام لیا اور بہانے بنا کر حضرت یوسفؑ کو باہر جنگل میں لے گئے، وہاں ان کو ایک اندھے کنوئیں میں گرا دیا اور باپ کو کہا کہ اسکو بھیڑیا کھا گیا۔ بالآخر ان کو اسماعیلیوں کے ایک قافلہ کے ہاتھ فروخت کر دیا جو حجاز سے مصر جا رہا تھا۔ (پیدائش باب ۳۷ آیت ۲۳۔۲۷) انہوں نے حضرت یوسفؑ کو مصر لیجا کر وہاں فوطیقار نامی حاکم مصر کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اُس نے انکو خرید کر بیوی سے کہا کہ اسکو ہم اپنا بیٹا بناویں گے۔ (پیدائش باب ۳۷ آیت ۳۶۔ باب ۳۹ آیت ۱)

حضرت یوسفؑ چونکہ فوطیقار کے اپنے بیٹے نہ تھے بلکہ متبنیٰ[1] تھے۔ اسکی بیوی کو اسکا حسن پسند آیا اور اُس نے ناجائز فعل کی خواہش کی۔ حضرت یوسفؑ نے اسکی خواہش پوری کرنے سے انکار کیا۔ یہ معاملہ اسکے شوہر تک پہنچا اپنی عزت کو بچانے کی خاطر حضرت یوسفؑ کو قید کرا دیا۔ حضرت یوسفؑ کو قید خانہ میں تعبیر رویا اور تبلیغ حق کی توفیق ملی۔ دو قبطی قیدیوں نے خواب دیکھی جو فرعون مصر کے مقرب نوکر تھے۔ ایک نے کہا کہ میرے سر پر روٹیاں ہیں جنکو پرندے کھا رہے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے تعبیر کی کہ وہ صلیب دیا جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ دوسرے نے کہا کہ میرے ہاتھ میں انگور

---

[1] اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی جوان اور بالغ مرد جو نامحرم ہو کر کے گھر میں داخل ہو یا ہوتا رہے خواہ ہی متبنیٰ ہی بنایا گیا ہو۔ اسلام متبنیٰ بنانے کا مخالف ہے اور نامحرم مرد سے آخر ایسے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ یہ تو حضرت یوسفؑ ایک پاکیزہ فطرت انسان تھا جو زنا سے بچا ورنہ ہر نوجوان یا نامحرم حضرت یوسفؑ نہیں ہوگا اور نتیجہ ضرور حیا سوز اور پشیمان کن ہوگا۔ پس وہی انسان بصیر اور عقیل ہوتا ہے جو ہر گناہ کا سد باب پہلے کرتا ہے اور جو خلاف ورزی کرتا ہے وہ بالآخر پشیمان اور ذلیل ہوتا ہے۔ بیٹا وہی ہوتا ہے جو کسی کی صلبی اولاد ہو۔ ورنہ منہ بولی ماں، ماں نہیں ہوتی اور نہ بہن، بہن ہوتی ہے۔

ہیں جن سے میں شراب نچوڑ رہا ہوں۔حضرت یوسفؑ نے کہا کہ وہ پھر بادشاہ کا ساقی ہوگا اور آزاد کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا مگر حضرت یوسفؑ قید ہی رہے۔ کچھ مدت بعد فرعون نے خواب میں دیکھا کہ سات سبز سٹے ہیں اور سات خشک ہیں اور سات موٹی گائیں ہیں اور سات دبلی ہیں۔ دبلی گائیوں نے موٹی گائیوں کو کھا لیا۔فرعون کے وزراء اس خواب کی تعبیر سے عاجز ہوئے اور ساقی نے اجازت چاہی اور حضرت یوسفؑ سے تعبیر پوچھی۔حضرت یوسفؑ نے تعبیر بتا دی کہ سات سال تک بارش نہ ہوگی اور سات سال تک سخت قحط ہوگا۔

ساقی نے یہ تعبیر فرعون کو بتا دی۔فرعون نے حضرت یوسفؑ کو اپنی ملاقات کے واسطے بلایا مگر حضرت یوسفؑ نے فرعون سے درخواست کی کہ پہلے میرے مقدمہ کی تحقیقات کی جائے کہ میں کس قصور میں قید ہوں۔فرعون نے خود مقدمہ کی سماعت کی اور مصر کی عورتوں نے اور فوطیقار کی بیوی نے حضرت یوسفؑ کے جرم کی بریّت کی اور اپنا قصور تسلیم کیا۔

حضرت یوسفؑ نے اپنی بریّت کے بعد فرعون سے درخواست کی کہ میں زمین کے ذرائع آمد سے واقف ہوں اور حساب داں ہوں، مجھے اراضیات اور آمدنیات پر حاکم مقرر کیا جاوے۔فرعون نے ایسا ہی کیا۔حضرت یوسفؑ مصر میں وزیر مال ہوئے۔ یہ بات قطعاً غلط اور بے دلیل اور بے ثبوت ہے کہ حضرت یوسفؑ مصر میں آزاد بادشاہ تھے۔

جب سات سال آبادی تھی تو حضرت یوسفؑ نے کنٹرول مقرر کیا اور خوب غلے جمع کر لئے اور جب سات سال کا قحط ہوا تو اس کا اثر مصر کے آس پاس کے ممالک پر بھی پڑا اور حضرت یعقوبؑ کے بیٹے غلہ لینے مصر آئے۔ دو چار دفعہ آنے جانے میں حضرت یوسفؑ نے ان پر ظاہر کر دیا کہ وہ یوسف ہے۔انہوں نے اپنے والد اور بھائیوں کو مصر بلوا لیا۔ اس طرح وہ خواب پوری ہوئی کہ باپ، ماں اور گیارہ بھائی مصر میں ان کے حضور میں کھڑے ہوئے۔

اس کے بعد حضرت یعقوبؑ پندرہ سال زندہ رہے اور مصر میں فوت ہوئے۔ان کی نعش کو حضرت یوسفؑ کنعان لے گئے اور وہاں آبائی قبرستان میں دفن کر دیا اور واپس مصر آ گئے۔

حضرت یوسفؑ کے دولڑ کے پیدا ہوئے۔ایک کا نام افرا ہیم (خوشیاں آئیں) رکھا۔دوسرے کا نام منسّٰی رکھا (یعنی تکلیف بھول گیا)۔حضرت یوسفؑ مصر میں فوت ہوئے۔آپ ایک سو دس برس کے تھے۔انہوں نے وصیت کی کہ میری نعش کنعان پہنچائی جاوے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی ہڈیاں کنعان لائے اور اپنے باپ کے پاس دفن ہوا۔(پیدائش باب ۵۰ آیت ۲۳۔۲۶)

حضرت یوسفؑ جس طرح حضرت ابراہیمؑ کے تابع نبی تھے اسی طرح فرعون مصر کے بھی تابع تھے۔مثلاً اپنے مقدمہ کی اپیل فرعون سے کی۔دیکھو آیت:

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ○ (سورۂ یوسف آیت ۵۱)

ترجمہ: بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ۔پس جب ایلچی اس (یعنی یوسف) کے پاس پہنچا تو اس نے کہا اپنے آقا کی طرف لوٹ جاؤ اور اس سے پوچھو اُن عورتوں کا کیا قصہ ہے جو اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھی تھیں۔یقیناً میرا ربّ ان کی چال کو خوب جانتا ہے۔

(۲) فرعون سے اپنی ملازمت کی درخواست کی۔دیکھو:

قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّىْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ (سورۂ یوسف آیت ۵۶)

ترجمہ: اس نے کہا مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دے۔میں یقیناً بہت حفاظت کرنے والا (اور) صاحب علم ہوں۔

(۳) حضرت یوسفؑ فرعون کے قوانین کے پابند تھے:

مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ (سورۂ یوسف آیت ۷۷)

ترجمہ: اس کیلئے ممکن نہ تھا کہ اپنے بھائی کو بادشاہ کی حکمرانی میں روک لیتا۔

فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ○ (سورۂ یوسف آیت ۵۱)

ترجمہ: بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ۔پس جب ایلچی اس (یعنی یوسف) کے پاس پہنچا

تو اس نے کہا اپنے آقا کی طرف لوٹ جاؤ اور اس سے پوچھو اُن عورتوں کا کیا قصہ ہے جو اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھی تھیں۔ یقیناً میرا ربّ ان کی چال کو خوب جانتا ہے۔

یعنی جب بادشاہ کا فرستادہ حضرت یوسفؑ کو بادشاہ کے حضور لے جانے آیا تو حضرت یوسفؑ نے اس کو کہا کہ تم اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا کر اُس سے پوچھو کہ اُن عورتوں کے بارہ میں آپ نے کیا تحقیقات کی جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ اگرچہ میرے رب کو انکی تدبیر کا بہتر علم حاصل ہے۔ یعنی جب تک کہ میرے مقدمہ کی تحقیقات نہ ہو میں قید خانہ سے باہر نہیں نکلنا چاہتا۔

ایک نبی اپنے مقدمہ کی تحقیقات کافر بادشاہ کی عدالت سے کرتا ہے مگر یہ بات اسکی نبوت کے خلاف نہیں پھر حضرت یوسف علیہ السلام کافر بادشاہ کی ملازمت کی درخواست کرتے ہیں:

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ○

(سورۂ یوسف آیت ۵۶)

ترجمہ: (اس پر یوسف نے) کہا کہ مجھے ملک کے خزانوں پر افسر مقرر کر دیں۔ کیونکہ میں (خزانوں کی) بہترین حفاظت کرنے والا اور (ان کے خرچ کے وجوہ کو) خوب سمجھنے والا ہوں۔

باب دوم: سلسلہ مُوسویّہ

فصل اوّل: ذکر حضرت مُوسیٰ علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

نسب

حضرت یعقوبؑ کا بیٹا لاوی تھا۔ اس کا بیٹا قہات تھا، اس کا بیٹا عمرام یا عمران تھا۔ عمران کے ہاں اسکی زوجہ یوکید کے بطن سے پہلے مریم نامی لڑکی پیدا ہوئی۔ اسکے پانچ سال بعد حضرت ہارونؑ پیدا ہوئے اور اسکے دو سال بعد حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے۔

(خروج باب ۶ آیت ۱۶۔ ۲۰)

پیدائش

جس سال حضرت ہارونؑ پیدا ہوئے، وہ سال معافی کا سال تھا اور بنی اسرائیل کے لڑکے فرعون قتل نہ کرتا تھا لیکن جس سال حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے فرعون کے حکم سے بچوں کا قتل ہو رہا تھا۔ اسواسطے حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے حضرت موسیٰؑ کو کچھ عرصہ چھپائے رکھا۔

خدا کا حکم

حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو خدا نے وحی کی اور حکم دیا کہ ایک چھوٹا سا صندوق بنا کر اسمیں حضرت موسیٰؑ کو ڈال دو اور دریائے نیل میں چھوڑ دو، میں اسکو پھر تمہارے حوالے کر دونگا۔ حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے ایک چھوٹی سی کشتی تیار کی اور حضرت موسیٰؑ کو آرام سے اسمیں رکھ دیا اور دریائے نیل میں ڈال دیا۔ ان کی بہن ان کی نگرانی کر رہی تھی اور کشتی کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی۔ کشتی اسی نہر میں چلی گئی جو دریا سے کٹ کر فرعون کے محل میں جاتی تھی اور محل کے سامنے گزرنے لگی۔

محل کے صحن میں لب دریا فرعون بمعہ بال بچوں کے بیٹھا تھا۔ ان لوگوں کی نظر کشتی پر پڑی۔

فرعون کی لڑکی نے اس کشتی کو روک لیا اور بچہ کو اُٹھا لیا جو اسکو خوبصورت اور پسندیدہ نظر آیا۔ اس کے دل میں رحم آیا کہ یہ کوئی عبرانی لڑکا ہے جسکو ماں باپ نے قتل ہونے کے ڈر سے دریا میں ڈال دیا ہے۔ اٹھانے والی عورت نے کہا کہ ممکن ہے کہ یہ ہم کو مفید ثابت ہو یا ہم اسکو لے پالک بنا لیں۔ ان کو دائی کی تلاش ہوئی، مریم نے آگے بڑھ کر کہا کہ اگر حکم ہو تو میں اسکے واسطے دائی لا دوں؟ فرعون کے ہاں سے منظوری ہوئی اور مریم اپنی والدہ کو لائی اور حضرت موسیٰ ؑ کی رضاعت اسکے سپرد ہوئی۔ اس طرح خدا کی بات پوری ہوئی اور حضرت موسیٰ ؑ اپنی ماں کی گود میں آ گئے۔

تعلیم و تربیت

حضرت موسیٰ ؑ جب ماں کی تربیت کے محتاج نہ رہے تو فرعون نے ان کو استادوں کے سپرد کیا اور ان کو مروّجہ علوم و فنون سے واقف کیا گیا اور تختِ مصر کے واسطے بالکل تیار کر دیا گیا۔ پچیس سال کی عمر میں آپ کامل شہزادہ بن گئے۔

مصر سے ہجرت اولیٰ

حضرت موسیٰ ؑ ایک دن صبح سویرے گھر سے ہوا خوری کے واسطے جا رہے تھے کہ راستہ میں دو مردوں کو آپس میں گتھم گتھا دیکھا۔ اُن میں سے ایک شخص جو عبرانی تھا اس نے حضرت موسیٰ ؑ سے مدد کی درخواست کی کہ وہ اسکو اس دوسرے شخص سے چھڑائیں جو قبطی تھا اور اس پر زیادتی کر رہا تھا۔ حضرت موسیٰ ؑ نے چھڑانا چاہا مگر قبطی زیادتی کرتا رہا۔ حضرت موسیٰ ؑ نے اس کو ایک مُکّہ مارا جس سے وہ قبطی شخص مر گیا اور عبرانی کو نجات ملی اور قبطی کے قاتل کا کسی کو علم نہ ہوا۔ دوسرے دن حضرت موسیٰ ؑ پھر محل سے نکلے تا کہ حسبِ معمول سیر کریں۔ دیکھا کہ پھر وہی عبرانی اور ایک اور قبطی لڑ رہا ہے۔ اس عبرانی نے پھر حضرت موسیٰ ؑ سے امداد کرنے کی درخواست کی۔ حضرت موسیٰ ؑ نے پہلے تو عبرانی کو ڈانٹا کہ ہر روز تم کوئی نہ کوئی جھگڑا مول لیتے ہو اور پھر ہاتھ بڑھا کر اسکو چھڑانے لگے۔ عبرانی نے خیال کیا کہ کل تو اس نے ایک مُکّہ سے قبطی کو مار ڈالا۔ آج ممکن ہے کہ مجھے ہی مکّہ مار کر

مار دے تو اس نے قبل از وقت شور مچا دیا کہ آپ نے کل قبطی کو قتل کر دیا تھا، آج مجھے قتل کرتے ہیں۔ اس طرح کل کے قبطی کی موت کی اطلاع اس دوسرے قبطی کو ہوئی اور اس نے پولیس میں رپورٹ کر دی کہ کل حضرت موسیٰؑ نے ایک قبطی کو قتل کیا ہے۔ فرعون نے اپنے وزراء سے مشورہ کیا کہ اس معاملہ میں کیا کیا جاوے؟ انہوں نے فیصلہ کیا کہ حضرت موسیٰ ؑ کو گرفتار کر کے ان پر قتل کا مقدمہ چلایا جاوے۔

اس مجلس شوریٰ کا علم حضرت موسیٰ ؑ کے ایک خیر خواہ کو ہوا۔ اس نے فوراً آ کر حضرت موسیٰؑ کو ان حالات سے مطلع کیا اور مشورہ دیا کہ قبل ازیں کہ آپ گرفتار ہوں، آپ حدود حکومت مصر سے نکل جائیں۔

حضرت موسیٰ ؑ نے دیکھا کہ حکومت مصر کی قریب ترین سرحد مدین کے پاس مشرق کو ہے۔ آپ نے مدین کا راستہ لیا اور وادیٔ سینا سے ہوتے ہوئے مدین پہنچے۔ اس طرح فرعون کا محل اور حقوق شہزادگی چھوڑنے پڑے۔

شہر مدین

مدین خلیج عقبہ کے کنارے حجاز سے شمال مغرب میں ایک بڑی تجارت گاہ تھی۔ یہاں سے ایشیا اور افریقہ اور یورپ سے تجارت ہوتی تھی۔ یہ مدیان بن ابراہیم نے بسایا تھا اور یہاں حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد بھی رہتی تھی اور اہل مصر سے تجارت کرتے تھے۔ حضرت یوسفؑ کو یہاں کے اسمٰعیلی قافلہ نے خریدا تھا۔ (پیدائش باب ۳۷ آیت ۲۸۔ باب ۳۹ آیت ۱) حضرت عیص یا عیسو کی اولاد جو ادومی کہلاتی تھی وہ بھی یہاں آباد تھی۔ کوہ فاران شہر مدیان کے قریب شمال میں ہی ہے۔

(پیدائش باب ۳۶)

حضرت شعیب علیہ السلام

مدین میں حضرت شعیبؑ رہتے تھے جن کو توریت میں تیرو اور رعوائیل لکھا ہے۔ (دیکھو خروج باب ۳ آیت ۱ اور باب ۲ آیت ۱۸) حضرت شعیبؑ کا نام توریت میں نہیں اور تیرو اور رعوائیل قرآن میں نہیں۔ حضرت شعیبؑ نبی تھے[1] جن کو توریت میں کاہن لکھا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو مدیان پہنچا کر حضرت شعیبؑ کی روحانی تربیت میں دیدیا۔ حضرت موسیٰؑ جب مدیان پہنچے تو وہاں جس جگہ آپ نے آ کر دم لیا، وہاں ایک کنواں تھا جس کا پانی اہل مدیان خود بھی استعمال کرتے تھے اور اپنے مویشیوں کو بھی پلاتے تھے۔ حضرت شعیبؑ کی سات لڑکیاں تھی، لڑکا کوئی نہ تھا اور کثرت سے بھیڑیں تھیں۔ وہ لڑکیاں اپنی بھیڑیں لا کر وہاں سے پانی پلایا کرتی تھیں مگر ان کو پانی پلانے کا موقعہ بہت دیر سے ملتا تھا۔ مرد پہلے آتے اور اپنی اپنی بھیڑوں کو پلا کر چلے جاتے۔ حضرت موسیٰؑ نے جب ان لڑکیوں سے اس طرح بے انصافی ہوتے دیکھی تو آپ کا شہزادگی کا مزاج جوش میں آیا۔ اٹھے اور چرسہ لیا اور ان لڑکیوں کے ریوڑ کو سیراب کیا اور خود جا کر درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے اور لڑکیاں گھر گئیں۔ حضرت شعیبؑ نے آج اسقدر جلدی ریوڑ کو واپس لانے کا سبب پوچھا۔ لڑکیوں نے کہا کہ آج کنویں کے پاس ایک مصری نوجوان بیٹھا تھا جو مسافر تھا۔ اس نے ہماری حالت پر ترس کھایا اور ہمارے ریوڑ کو پانی پلایا اور خود سایہ میں جا بیٹھا۔ حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ اس کو جا کر میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ ان میں سے ایک لڑکی آئی اور حضرت موسیٰؑ کو کہا کہ ہمارا باپ آپ کو بلاتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ بھی ساتھ ہو لئے۔

---

[1] حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 236 میں فرماتے ہیں: ”قرآن کریم میں حضرت شعیب کا متعدد جگہ ذکر آیا ہے اور اسی طرح حضرت موسیٰؑ کے خسر کا بھی ذکر قرآن کریم میں ہے۔ لیکن ایک جگہ بھی اس نے اشارہ نہیں کیا کہ یہ دنوں وجود ایک ہی ہیں۔ اور نہ کہیں موسیٰؑ کے خسر کے نبی ہونے کا ذکر آیا ہے۔“ اسی طرح آپؓ صفحہ 237 میں فرماتے ہیں: ”پس میرے نزدیک ان مفسرین کا خیال غلط ہے جو شعیبؑ کو حضرت موسیٰؑ کا خسر قرار دیتے ہیں۔ حو باب حضرت موسیٰؑ کا خسر تھا۔ وہ بالکل اور شخص ہے۔ اور حضرت شعیبؑ اور شخص ہیں۔“

ملاقات

جب حضرت شعیبؑ کے گھر حضرت موسیٰؑ آئے اور حضرت شعیبؑ سے ملاقات ہوئی اور اپنا سارا حال حضرت شعیبؑ کو کہہ سنایا تو آپ نے حضرت موسیٰؑ کو تسلی دی کہ آپ اطمینان رکھیں کہ آپ حدود حکومت مصر سے نکل آئے ہیں۔ یہاں آرام سے رہیں۔

شادی

حضرت شعیبؑ نے نہ چاہا کہ ایک نوجوان خوبصورت شخص ان کے گھر میں رہے اور وہ نامحرم ہو۔ پس اس نے اپنی ایک لڑکی صیفورہ نامی کا اس سے بیاہ کر دیا۔ مگر ایک شرط رکھی کہ آپ کم از کم آٹھ سال اور زیادہ سے زیادہ دس سال میرے پاس رہیں گے۔ اتنا ہی زمانہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں رہے۔ آٹھویں سال مکہ فتح ہوا۔ مگر دو سال اور بھی مدینہ میں ہی رہے۔ اور پھر وفات واقع ہوئی۔

نبوت

حضرت موسیٰؑ جب چالیس سال کے قریب ہوئے، ایک دن آپ صحرا میں اپنا ریوڑ چرا رہے تھے کہ رات کے وقت دور سے ایک درخت پر آگ کے شعلے دیکھے۔ آپ قریب گئے کہ وہاں سے آگ لائیں اور کوئی اطلاع بھی حاصل کریں۔ قریب پہنچے تو آپ کو آواز آئی کہ اے موسیٰؑ یہ مقدس مقام ہے۔ میں خدا ہوں آپ کو میں نے رسول چنا ہے۔ آپ مصر جا کر فرعون مصر سے کہیں کہ میں خدا کا سفیر ہوں اور وہ بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ مصر رخصت کر دے کیونکہ وہاں بنی اسرائیل پر بڑا ظلم ہو رہا ہے۔

ہارون

حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ میری زبان میں لکنت ہے، صاف بول نہیں سکتا۔ میرا بھائی ہارون مجھ سے اس کام کو کرنے میں زیادہ اہل ہے۔ اسکی زبان فصیح ہے، بردبار ہے۔ اسکو میری مدد میں میرا وزیر نبی بنا دیں۔ خدا نے حضرت موسیٰ ؑ کی درخواست منظور کر لی اور حضرت ہارون ؑ کو حضرت موسیٰ ؑ کا وزیر نبی کر دیا۔

توریت میں لکھا ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ تو فرعون کے حضور میں خدا سا ہوگا اور ہارونؑ تیرا بھائی تیرا پیغمبر ہوگا۔ وہ سب کچھ جو میں تجھے کہوں گا، سو تو کہنا اور تیرا بھائی ہارون فرعون سے کہے گا۔ (خروج باب ۱۷ آیت ۱۔۲)

گویا حضرت موسیٰ ؑ شارع اور مطاع مقرر ہوئے اور حضرت ہارونؑ ان کے مطیع اور تابع نبی مقرر ہوئے جو از روئے قرآن وزیر نبی کہلائے۔

حضرت موسیٰ کی دعا میں بھی:

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ○ هٰرُوْنَ اَخِي ○ (سورۃ طٰہٰ آیت ۳۱-۳۳)

ترجمہ: اور میرے لئے میرے اہل میں سے میرا نائب بنا دے۔ ہارون میرے بھائی کو۔

اور خدا نے بھی جواب میں فرمایا کہو:

وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ○ (سورۃ فرقان آیت ۳۶)

ترجمہ: ہم نے اس کے بھائی ہارون کو (اس کا) وزیر بنا دیا۔

اور دوسری جگہ فرمایا کہو:

وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ○ (سورۃ مریم آیت ۵۳)

ترجمہ: اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون بطور نبی عطا کیا۔

حضرت موسیٰ ؑ تو وادیٔ سینا سے مصر کو روانہ ہوئے مگر حضرت ہارونؑ خود مصر میں موجود تھے۔ خدا

نے مصر میں آپ کو وحی کی کہ موسیٰ مصر کو آ رہا ہے، تو اس کا استقبال کر۔ (خروج باب ۴ آیت ۱۶) جو کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت ہارون ؑ جدا جدا رسالت کے حامل تھے اور جدا جدا شریعت کے مالک تھے، حقائق کے خلاف ہے۔ خدا نے کتاب الشریعہ صرف حضرت موسیٰ ؑ کو دی۔ قرآن میں اسکو کتاب موسیٰ کہا، کسی جگہ کتاب ہارون کا ذکر نہ کیا۔ جو وحی حضرت موسیٰ ؑ کو ہوئی وہی حضرت ہارون ؑ کو ہوئی۔ حضرت ہارون ؑ کو وزیر بنایا اور انہیں خلیفہ حضرت موسیٰ ؑ قرار دیا گیا۔ حضرت موسیٰ ؑ نے ان سے بچھڑے کی پوجا کئے جانے پر سختی سے باز پرس کی۔ حضرت موسیٰ ؑ نے ان سے کہا:

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۝ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ۝

(سورۃ طٰہٰ: ۹۳-۹۴)

ترجمہ: اس نے کہا اے ہارون! تجھے کس بات نے (ان کے مواخذہ سے) روکا تھا، جب تو نے انہیں دیکھا کہ وہ گمراہ ہو گئے ہیں، کہ تو میری اتباع نہ کرتا؟ پس کیا تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟

خدا نے تمام قرآن میں براہ راست ایک دفعہ بھی یا ہارون کہہ کر خطاب نہ کیا۔ توریت میں حضرت موسیٰ ؑ کو خدا سا اور حضرت ہارون ؑ کو ایک پیغمبر سا کہا۔ اس سے زیادہ وضاحت اس بات کی اور کیا ہے کہ حضرت ہارون ؑ حضرت موسیٰ ؑ کے تابع اور مطیع نبی تھے اور حضرت موسیٰ ؑ شارع اور مطاع کل نبی تھے۔

فرعون کو دعوت اور ہجرت ثانیہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام ابھی مدین میں ہی مقیم تھے کہ جس فرعون نے آپ ؑ کی پرورش کی تھی وہ فوت ہو چکا تھا اور دوسرا فرعون جانشین ہو چکا تھا۔ (خروج باب ۲ آیت ۲۳) حضرت موسیٰ ؑ نے اس موجودہ فرعون کو دعوت توحید دی اور بنی اسرائیل کی رہائی کی درخواست کی۔ چالیس برس کی عمر میں حضرت موسیٰ ؑ مصر میں گئے اور چالیس برس فرعون کے ساتھ لگے رہے۔ بالآخر حضرت موسیٰ ؑ بمعہ جملہ بنی اسرائیل اور انکے سامان و مال و مویشیان مصر سے نکلے اور بحر قلزم کے راستے وادیٔ سینا کو

روانہ ہوئے۔ راستہ میں دریائے قلزم سے جوار بھاٹا کے وقت میں شام کو ساری رات حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل پار ہوئے، دریا خشک تھا۔ صبح کو فرعون بمعہ لشکر پہنچا کہ بنی اسرائیل کا پیچھا کرے۔ وہ دریا میں داخل ہو کر غرق ہوا۔ بنی اسرائیل گرفتاری کے فکر سے آزاد ہوئے۔

وادیٔ سینا اور توریت

وادیٔ سینا میں بمقام کوہ طور حضرت موسیٰؑ کو خدا نے شریعت توریت دی جو بنی اسرائیل کے واسطے ایک کامل مکمل شریعت تھی۔ جیسا کہ قرآن کریم شہادت دیتا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ (سورۃ بقرہ آیت ۸۸)

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔

جس طرح خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کو کل دنیا کے واسطے کامل اور مکمل شریعت بنایا اور اسکی تعریف میں فرمایا:

(۱) کلام اللہ (۲) الفرقان (۳) الکتب (۴) برھان من ربکم
(۵) بیان للناس (۶) ھدیٰ (۷) نور من اللہ (۸) کتاب مھیمن
(۹) کتب مبین (۱۰) کتاباً مفصلاً (۱۱) رحمۃ (۱۲) شفاء لمافی الصدور
(۱۳) موعظۃ للمؤمنین (۱۴) ذکری اللمؤنین (۱۵) بلغ للناس (۱۶) قرآن مُبِیْن
(۱۷) القرآن العظیم (۱۸) تبیاناً لکل شئ (۱۹) بشریٰ للمسلمین (۲۰) بصائر للناس
(۲۱) قول فصل (۲۲) کتب فصلت اٰیتہٖ (۲۳) لقد صرفنا فی ھذا القرآن من کل مثل
(۲۴) بشیراً و نذیراً (۲۵) تنذر بہ قوما لدا (۲۶) مھیمن

اسی طرح خدا تعالیٰ نے توریت کے حق میں تعریف فرمائی ہے اور اسے بنی اسرائیل کے واسطے کامل شریعت ٹھہرایا ہے:

(۱) کتاب اللہ (۲) الفرقان (۳) الکتب (۴) امام

(۵)رحمۃ (۶)ھدیٰ (۷)نور (۸)ھدی للناس

(۹)ذکری لاولی الالباب (۱۰)الکتب المنیر (۱۱)تفصیلاً لکل شئ (۱۲)تماماً علی الذی احسن قرار دیا۔

خدا تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے:

وَمِنۡ قَبۡلِهٖ كِتٰبُ مُوۡسٰٓى اِمَامًا وَّرَحۡمَةً‌ ؕ (الاحقاف:۱۳)

ترجمہ: اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ایک رہنما اور رحمت کے طور پر تھی

قرآن سے قبل کثرت انبیاء بنی اسرائیل میں سے صرف حضرت موسیٰ ؑ کی کتاب حق امامت ادا کرتی تھی، کسی اور نبی کا صحیفہ امام کہلانے کا حق نہ رکھتا تھا۔ دوسری جگہ قوم جس کا قول نقل فرمایا کہ:

اِنَّا سَمِعۡنَا كِتٰبًا اُنۡزِلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰى (الاحقاف:۳۱)

ترجمہ: یقیناً ہم نے ایک ایسی کتاب سُنی جو موسیٰ کے بعد اُتاری گئی۔

یعنی ہم نے ایک عظیم الشان کتاب الشریعت قرآن کریم کو سنا جو حضرت موسیٰ ؑ کی کتاب والشریعت کے بعد نازل ہوئی ہے۔ حالانکہ حضرت موسیٰ ؑ کے بعد بے شمار نبی بنی اسرائیل میں آئے تھے مگر وہ ان کے صحائف کو کالعدم قرار دیتے ہیں اور صرف موسیٰ ؑ کی کتاب کو قرآن کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں۔ پس بنی اسرائیل میں ہزار ہا نبی ہوئے مگر شارع رسول حضرت موسیٰ ؑ تھے۔ باقی سب رسول مطیع توریت اور تابع موسیٰ ؑ تھے۔

حضرت موسیٰ ؑ نے باوجود اسقدر عظیم الشان ہونے کے اور حضرت ہارونؑ نے تابع ہونے کے ملک مصر میں اسّی سال عمر گزاری جس میں سے چالیس سال نبوت کے بھی تھے۔ وہ ایک کافر بادشاہ کے تابع رہے، اسکے قانون کے پابند رہے۔ ہجرت تو کر لی مگر بغاوت اور خلاف ورزیٔ قانون نہ کی۔ یہ ان لوگوں کا جواب ہے جو کہتے ہیں کہ ایک نبی دوسرے نبی کا تابع نہیں ہوا کرتا یا ایک نبی کسی کافر بادشاہ کی حکومت میں رہنا پسند نہیں کرتا اور اسکے قانون کو تسلیم نہیں کرتا۔ کسی ایک بنی کی مثال بتانا بھی مشکل ہے جس نے کافر بادشاہ کے ملک میں رہ کر اسکے قانون کے خلاف بغاوت کی

ہو۔حضرت موسیٰ ؑ وادیٔ سینا کو طے کر کے سرحد کنعان پر پہنچے مگر قوم کی نا اہلیت کی وجہ سے انکو چالیس سال اور صحرا میں گزارا کرنا پڑا جہاں حضرت ہارونؑ فوت ہوئے اور دو سال بعد حضرت موسیٰ ؑ بھی ایک سو بیس سال عمر پا کر فوت ہو گئے مگر کنعان میں داخل نہ ہوئے۔

(دیکھو استثنا باب ۲۴ آیت ۵۔۷)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لو کان موسی حیا لما وسعهٔ الا اتباعی (شعب الایمان للبیھقی جزء1 ص347)

اگر حضرت موسیٰ شارع نبی بھی زندہ ہوتے تو میری اتباع کرنے پر مجبور ہوتے۔

فصل دوم: خلفاء اُمّت موسویہ

قرآن کہتا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ (سورۃ البقرہ آیت ۸۸)

ترجمہ: اور ہم نے (یقیناً) موسیٰ کو کتاب دی تھی اور اس کے بعد ہم نے (ان) رسولوں کو (جنہیں تم جانتے ہو) اس کے پیچھے بھیجا اور عیسیٰ ابن مریم کو (بھی) ہم نے کھلے کھلے نشانات دئے اور روح القدس کے ذریعہ اسے طاقت بخشی۔

یعنی میں نے حضرت موسیٰ ؑ کو الکتب یعنی توریت بطور شریعت دی اور اسکی حفاظت اور تبلیغ کے واسطے ہم الرسل بہت سارے رسول (من بعدہ) اسکی وفات کے بعد پھر یقیناً من بعدہ اسکے خلیفہ اور جانشین اور تابع بنا کر بھیجے اور حضرت عیسیٰ ؑ بن مریم کو سب کے آخر میں بینات دے کر تابع رسول کیا اور روح القدس کے ذریعہ اسکی مدد کی۔ گویا حضرت موسیٰ ؑ کے بعد جو رسول بھی امت موسیٰ میں آئے وہ سب حضرت موسیٰ ؑ کے تابع اور توریت کے مطیع تھے۔ حضرت عیسیٰ ؑ ان میں آخری خلیفہ تھے۔ منتہی الادب اور سب لغت کی کتابوں میں لکھا ہے قفینا کا لفظ قفی تقفیہ سے مشتق ہے۔ قفی کے معنے ہیں آنکہ قایم مقام دیگرے باشد۔ یقال ھو قفیھم اور تقفیۃ کے معنی یوں لکھتے ہیں واپس فرستادن یقال قضیت علی اثر فلان وقفیۃ زیداً او بہ الی تبعتہ ایاہ وقولہ ثم قفینا علیٰ اثارھم برسلنا و نیز تقفّی کے معنے ہیں ’پیروی نمودن درپے کے رفتن‘ اور تقفی اثرہ کے معنے ہوئے ’درپے او رفت‘۔

پس یہ سب معنی ہمارے موید ہیں۔

قرآن کریم میں دوسرے مقام پر آیا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ (المائدہ:۴۵)

ترجمہ: ہم نے تورات کو یقیناً ہدایت اور نور سے بھرپور اتارا تھا۔ اس کے ذریعہ سے انبیاء جو ہمارے فرمانبردار تھے اور عارف اور علماء بسبب اس کے کہ ان سے اللہ کی کتاب کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر نگران تھے، یہودیوں کیلئے فیصلے کیا کرتے تھے۔

یعنی میں نے حضرت موسیٰ ؑ پر توریت کتاب الشریعت نازل کی تھی جس میں بنی اسرائیل کے واسطے ہدایت اور نور تھا۔ بنی اسرائیل کے انبیا جو خود بھی اس کتاب کے تابع تھے اور باقی لوگ جو صلحا اور شہدا اور صدیقین یا محدث تھے اور احبار جو عالمان با عمل تھے۔ یہودیوں کے تنازعات کے فیصلے اسی توریت پر کرتے تھے۔ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ کیوں کہ ان لوگوں سے توریت کی حفاظت کا اقرار لیا گیا تھا:

وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ (المائدہ:۴۵)

یعنی وہ خود بھی توریت کی تعلیم پر عملی گواہ تھے۔

سورۃ البقرہ میں جن تابع انبیا کو الرسل کہا گیا ہے انہی کو سورہ المائدہ کی اس آیت میں النَّبِيُّوْنَ کہا گیا ہے۔ پس یہ خلفاء موسیٰ ؑ نبی بھی تھے اور رسول بھی تھے مگر حضرت موسیٰ ؑ کے تابع اور مطیع بھی تھے اور شریعت کے معلم اور محافظ بھی تھے۔

حضرت موسیٰ ؑ کے بعد ہر سو سال بعد خلافت موسویہ کا ایک نبی یا رسول مبعوث ہوتا رہا ہے اور بارہ سو سال میں بارہ خلیفے مبعوث ہوئے۔ تیرھویں خلیفہ چودھویں صدی کے سر پر حضرت عیسیٰ ؑ موسوی سلسلہ کے خاتم الخلفاء تھے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ○ (الفرقان ۳۶)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو ایک (معلوم) کتاب دی تھی اور ہم نے اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو بھی نائب بنا کر بھیج دیا تھا۔

میں شارع رسول حضرت موسیٰ کی بعثت کا ذکر ہے اور:

وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا (سورۃ المائدہ آیت ۱۳) میں ان الرسل یا النبیون کی تفصیل ہے کہ وہ بارہ تھے۔ لفظ نقیب بما استحفظوا من الکتب اللہ کا قائم مقام ہے کہ توریت اور امت موسویہ کے نگران اور محافظ تھے۔ حضرت عیسیٰ ؑ اسکے بعد آخر میں مبعوث ہوئے۔

حضرت موسیٰ ؑ فرماتے ہیں:

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(سورۃ المائدہ: آیت ۲۱)

ترجمہ: اور (تم اس وقت کو یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم تم اللہ کے (اس) احسان کو یاد کرو جو اس نے (اس وقت) تم پر کیا تھا جب اس نے تم میں نبی مقرر کئے تھے اور تمہیں بادشاہ بنایا تھا اور تمہیں وہ کچھ دیا تھا جو (دنیا کی) معلوم قوموں میں سے کسی کو نہیں دیا تھا۔ (تفسیر صغیر حضرت المصلح الموعودؓ)

یعنی اے میری قوم! تم خدا کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تم میں سے انبیا منتخب کئے اور تم میں سے بادشاہ بنائے۔ یہ وہ نعمت ہے جو یکجا طور پر کسی قوم کو نہیں دی گئی۔ گویا امت موسویہ سے دو نعمتوں کا وعدہ تھا اور روحانیات میں حفاظت دین اور شریعت کے واسطے انبیاء کا وجود بلحاظ نعمت نبوت انتہائی انعام ہے اور مادیات اور سیاسیات میں نعمت حکومت انتہائی نعمت اور انعام ہے۔ یہ نعمتیں یک جا طور پر دنیا کی کسی قوم کو نصیب نہیں ہوئیں ہیں۔ امت موسویہ میں انبیا بھی ہوئے اور بادشاہ بھی ہوئے اور ایک وجود میں نبوت اور حکومت دونوں جمع کر کے دیئے گئے جیسا کہ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ میں جمع تھے۔

حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت یوشع بن نونؑ ،حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت سموئیلؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت الیسع ؑ ، حضرت یسعیاؑ، حضرت خزقیاہؑ، حضرت حزقیلؑ، حضرت یرمیاہؑ، حضرت دانیالؑ، حضرت عزیزؑ ،حضرت ذکریاؑ، حضرت یحیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیانی زمانہ میں اور بھی بہت سارے نبی ہوئے۔ یہ سب محافظان توریت اور نگران امت موسویہ تھے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت موسیٰ ؑ امت موسویہ کے شارع اور مطاع نبی تھے اور ان کے بعد حسب قدر نبی اور رسول حضرت عیسیٰ ناصریؑ کے زمانہ تک آئے وہ سب توریت حضرت موسیٰؑ کے تابع نبی تھے۔ بیشک وہ صاحب وحی تھے مگر ان کی وحی میں کوئی شریعت جدیدنہ تھی، البتہ ان کی وحی میں شریعت موسویہ کی تصدیق اور تائید اور مشکلات توریت کا حل تھا۔ حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان کا زمانہ تیرہ سو سال تھا۔ دونوں نبیوں کے درمیان بارہ خلفاء گزرے جنکو النبیون اور الرسل کہا گیا ہے مگر وہ تابع نبی اور مطیع رسول تھے۔ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ وہ توریت کی شریعت میں حصہ دار تھے یا توریت کے علاوہ وہ کوئی نئی شریعت لائے تھے یا یہ کہ کسی نبی اور رسول کے واسطے شریعت یا سیاست لانا لازمی شرط ہے۔ نبی کی تعریف صرف اسقدر یہ ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ سے مکالمہ اور مخاطبہ کثرت سے حاصل ہو اور اس پر کثرت سے امور غیبیہ کھلیں۔ حضرت عیسیٰ ناصریؑ کی انجیل مبشرات تھیں، نہ تو وہ کوئی شریعت کی کتاب ہے اور نہ حضرت عیسیٰؑ شارع رسول تھے بلکہ وہ توریت کی شریعت کے تابع اور پیرو تھے۔ وہ امت موسویہ کے آخری نبی اور خاتم الخلفاء تھے۔

باب سوم: دربارہ حضرت عیسیٰ ناصری ؑ

فصل اوّل: حضرت عیسیٰ ناصریؑ کی سوانح حیات

پیدائش

حضرت عیسیٰ ؑ جن کا انجیل میں نام یسوع لکھا ہے، حضرت موسیٰ سے پورے تیرہ سو سال بعد بیت اللحم نامی گاؤں میں حضرت مریم صدیقہؑ کے بطن سے بن باپ پیدا ہوئے۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش اس وقت ہوئی جبکہ حضرت مریمؑ کی منگنی یوسف نجار سے ہو چکی تھی مگر ہنوز رخصتانہ نہ ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کے کچھ اور بھائی بہن یوسف نجار سے ہوئے جن میں سے یعقوب، یوسف، شمعون اور یہودا اور اسکے بھائی تھے۔ (متی باب ۱۳ آیت ۵۵)

کنعان

حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں کنعان کے تین حصے تھے۔ شمالی حصہ گلیل کہلاتا تھا۔ درمیانی سامریہ اور جنوبی یہودیہ۔ بیت اللحم کا گاؤں اور بیت المقدس یا شہر یروشلم یہودیہ میں تھے۔ ناصریہ جہاں یوسف نجار رہتا تھا اور حضرت عیسیٰؑ اسکے پاس رہتے تھے، وہ گلیل میں لب دریائے شام ایک چھوٹا شہر تھا۔ اسوقت کنعان پر قیصر آگستس کی حکومت تھی جس کا صدر مقام روماۃ الکبریٰ تھا جو اطالیہ میں دارالحکومت ہے اور کنعان اسکے ماتحت ملک تھا۔ کنعان کے ہر صوبہ میں جدا حاکم تھا جو رومی ہوتا تھا۔ خود یہود کی قوم مجلس یا دارالشوریٰ تھی جسکو سندریم کہتے تھے۔ مذہبی حکومت سردار کاہن کی ہوتی تھی مگر سیاسی حکومت گورنر کی ہوتی تھی۔ یہود کو مذہبی آزادی حاصل تھی۔

پہلا سفر

حضرت عیسیٰ ؑ کی پیدائش سے پندرہ سال بعد آگستس فوت ہوا اور قیصر طریاس بادشاہ ہوا۔

متی کی انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے دنوں میں نجومیوں کی اطلاع پر کہ یہود کا بادشاہ پیدا ہونے کو ہے، یہود کے بچے قتل کئے جاتے تھے۔اس واسطے یوسف ایک رویا کی بنا پر حضرت عیسیٰؑ اوران کی والدہ کومصر لے گئے اور تین سال وہاں رہے۔ جب ہیرودوس حاکم مرگیا تو وہ واپس ناصریہ آ گئے مگر چند سال ہوتے ہیں کہ ایک روسی سیاح نوٹووچ نامی کوشہر حمس کے خانقاہ بدھ مذہب کے راہبوں نے کچھ اوراق دیئے جو قدیمی زبان میں تھے۔ پڑھنے پڑھانے پر معلوم ہوا کہ اسمیں حضرت عیسیٰؑ کے ہندوستان کو آنے کا ذکر ہے۔ یہ آنا شام سے ہندوستان کو انکی ابتدائی عمر کا تھا۔ یہاں ہندوستان میں دور دور تک سفر کئے اور بدھ مذہب کی تعلیم حاصل کی اور پھر بعد از تکمیل تعلیم شام کو چلے گئے اور وہاں نبوت اور رسالت ملنے پر تین سال کے بعد واقعہ صلیب پیش آیا۔

یہ کتاب روسی،فرانسسی ، جرمنی اور انگریزی زبانوں میں طبع ہوئی اور اردو میں اسکو قاضی سراج الدین صاحب وکیل راولپنڈی نے انجیل حیات مسیح کے نام سے شائع کیا اور چودھویں صدی پریس میں طبع ہوئی جس کا ایک نسخہ ہمارے پاس بھی موجود ہے۔

نبوت

حضرت عیسیٰؑ تیس اور چالیس سال کی عمر کے اندر مامور من اللہ ہوئے۔تیس سال کی عمر تو انجیل لوقا باب ۳ آیت ۲۳ میں ہے اور چالیس سال ایک حدیث میں مذکور ہے۔

شاگرد اور حواری

حضرت عیسیٰؑ نے کل زمانہ دعوت رسالت میں بمقام کنعان ایک سو بیس افراد پیدا کئے جو پوشیدہ مرید تھے مگر ظاہر نہ تھے۔(اعمال رسل باب افقرہ نمبر ۱۵)۔ ان میں سے صرف بارہ افراد حواری منتخب کئے۔شمعون، پطرس، یوحنا، یعقوب، اندریاس، فلپس،تھوما، برتلائی،متی، یعقوب بن حلفائی،شمعون زیلوقس، یہودا ابن یعقوب، (یاتدی) یہوداہ سکریوتی۔(متی انجیل باب ا آیت ۲۔۴)اوران کو تاکید فرمائی کہ تم لوگ صرف بنی اسرائیل کے خاندان کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے

پاس جاؤ اور غیروں کے پاس مت جاؤ۔

(انجیل متی باب ۱۰ آیت ۵۔۶)

حضرت عیسیٰؑ صرف بنی اسرائیل کے نبی تھے

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی نبوت اور رسالت کی دعوت کو صرف بنی اسرائیل تک محدود رکھا اور فرمایا میں بنی اسرائیل کے خاندان کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی اور کے پاس نہیں بھیجا گیا۔(انجیل متی باب ۱۵ آیت ۲۴) گویا حضرت عیسیٰ ناصریؑ بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں کی ہدایت کے واسطے نبی اور رسول مقرر تھے۔ان کے سوا کسی اور کے پاس نہیں بھیجے گئے تھے۔

قرآن کریم میں جب سورۃ آل عمران میں فرشتے نے حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی بشارت دی تو ساتھ ہی فرمایا کہ:

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (آل عمران:۵۰)

ترجمہ: اور بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا۔

یعنی وہ صرف بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا۔حضرت عیسیٰؑ نے خود اپنا دعویٰ بنی اسرائیل کے سامنے اسطرح پیش کیا کہ:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ [1] مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ (سورۃ الصّف:۷)

ترجمہ: اور یاد کرو جب عیسیٰ ابن مریم نے اپنی قوم سے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں اللہ کی طرف

---

[1] جو مسلمان پادریوں کے فریب سے اس بات کے قائل اور منتظر ہیں کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر گئے ہیں اور دوبارہ دنیا میں واپس آکر مسلمانوں میں بطور مسیح موعود کام کریں گے اُنکو حضرت عیسیٰ کے دونوں جوابات پر غور کرنا چاہئے۔ایک جو انجیل متی باب ۱۵ آیت ۲۴ میں ہے کہ میں بنی اسرائیل کے سوا کسی اور قوم کی طرف نہیں بھیجا گیا۔دوسرے قرآن مجید کی سورۃ الصّف میں یہ قول ہے کہ میں صرف بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوں اور میرا مقصد رسالت صرف تصدیق شریعت توریت ہے تو اس سے یہ توقع کس بنا پر کی جاتی ہے کہ وہ محمد رسول اللہ کی امت کی طرف ہی رسول ہے اور اسکی رسالت کا مقصد تصدیق شریعت قرآنی بھی ہوگا۔یہ دونوں امور انجیل یا قرآن کی کس آیت کی بنا پر مبنی ہیں یا محض من گھڑت فسانہ ہے۔

سے تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہوں، جو کلام میرے آنے سے پہلے نازل ہو چکا ہے یعنی تورات اس کی پیشگوئیوں کو میں پورا کرتا ہوں۔

حضرت عیسیٰؑ تابع نبی تھے

جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ توریت کی شریعت کے علاوہ اور شریعت بھی لائے تھے انکو حضرت عیسیٰؑ کہتے ہیں ''یہ مت خیال کرو میں توریت کی شریعت کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ بلکہ اسکو پورا کرنے آیا ہوں۔(انجیل متی باب ۵ آیت ۱۷۔۱۹) حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تکمیل شریعت و ہدایت شارع رسول کا کام ہے اور تکمیل اشاعت ہدایت آخری خلیفہ کا کام ہے۔ حضرت عیسیٰؑ توریت کے تابع نبی ہیں کسی جدید شریعت لانے کے مدعی نہ تھے۔

اتباع قیصر روما

جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ نبی کسی غیر قوم کے بادشاہ کا تابع نہیں ہوتا، وہ غور کریں کہ حضرت ذکریاؑ، حضرت یحیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ بھی اپنے زمانہ میں قیصر روما کی حکومت کے ماتحت گزرے اور انہوں نے حکومت وقت کے خلاف بغاوت نہ کی بلکہ قیصر کو جزیہ ادا کیا۔(انجیل متی باب ۱۷ آیت ۲۴۔۲۷) یہودیوں نے جب پوچھا کہ ہم جزیہ کس کو ادا کریں تو حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ جو قیصر کا ہے قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے خدا کو دو مگر یہ نہ فرمایا کہ قیصر کو جزیہ مت دو اور بغاوت کر دو اور کافر بادشاہ کی اطاعت مت کرو۔

ایلیا کا نزول

حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ ظہور کے قریب یہود تین نبیوں کے منتظر تھے۔ اوّل حضرت الیاسؑ کی دوبارہ آمد کے، جیسا کہ کتاب ملاکی نبی باب ۴ آیت ۵ میں وعدہ تھا۔ دوم حضرت مسیح موعودؑ امت موسویہ کے۔ سوم حضرت مثیل موسیٰؑ کے جس کے ظہور کا وعدہ توریت استثنا باب ۱۸ آیت ۱۵۔۱۸

میں مذکور ہے جسکو یہود النبی یا وہ نبی کہتے تھے۔ حضرت یحیؑ سے یہود نے بھی سوال کیا کہ آیا تو الیاس یا مسیح ہے یا وہ نبی ہے (انجیل یوحنا باب اول آیت ۱۹۔ ۲۳) حضرت عیسیٰؑ سے بھی سوال ہوا کہ اگر تو مسیح موعودؑ ہے تو ایلیاؑ کہاں ہے؟ اور وہ اب تک کیوں نہیں آیا۔ تو حضرت عیسیٰؑ نے جواب دیا جیسا کہ انجیل متی باب ۱۷ آیت ۱۰۔ ۱۲ میں ہے، فرمایا کہ ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی (یوحنا) ہے، چاہو تو مانو۔ (متی باب ۱۱۔ آیت ۱۲) لوقا کہتا ہے یوحنا کی بابت لکھا ہے کہ وہ ایلیاہ کی روح اور قوت میں آئے گا اور اس (مسیح موعودؑ) کے آگے آگے چلے گا۔ (باب اول آیت ۱۶) حضرت عیسیٰؑ نے یہود کو صاف صاف کہہ دیا کہ آسمان پر کوئی نہیں گیا۔ سوائے اس کے جو آسمان سے اترا ہوا ہو (یعنی فرشتہ) (یوحنا باب ۲ آیت ۱۳) اسواسطے نہ کوئی بشر خواہ حنوک ہو یا الیاسؑ ہو یا عیسیٰؑ آسمان پر گیا اور نہ آسمان سے آویگا۔ آنیوالے الیاسؑ سے مراد یوحنا ہے جو الیاسؑ کی روح اور قوت میں پیدا ہوا اور وہ آ گیا۔ چاہے مانو یا نہ مانو۔

جہاد اور حکومت

یہود منتظر تھے کہ جب انکا مسیح موعودؑ آویگا تو وہ خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا تخت اسے دیگا۔ وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا۔ جب حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے تھے تو جبرائیل فرشتے نے بھی حضرت مریمؑ کو انہی الفاظ میں بشارت دی۔ (لوقا باب اول آیت ۳۲۔ ۳۳) حضرت عیسیٰؑ بھی غالباً اسی غلط فہمی میں ایک وقت تک مبتلا رہے کہ شاگردوں کو فرمایا کہ میں صلح کرنے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں۔ (انجیل متی باب ۱۰ آیت ۲۴) اور شاگردوں سے کہا کہ کپڑے بیچو اور ہتھیار خریدو۔ (انجیل لوقا باب ۲۴ آیت ۳۶) مگر جب اصل حقیقت کھلی تو فرمایا کہ میری بادشاہت آسمان کی ہے، زمین کی نہیں۔ (انجیل یوحنا باب ۱۸ آیت ۳۶ و ۳۷) اپنی تلوار کو میان میں کرلو کیوں کہ جو تلوار چلاتا ہے وہ تلوار سے مارا جاتا ہے۔ (انجیل متی باب ۲۶ آیت ۵۱۔ ۵۲) پس حضرت عیسیٰؑ نے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ ان کی بادشاہت زمین کی نہیں بلکہ آسمان کی ہے، تو بھلا وہ کیوں تلوار چلاتا اور کیوں

جہاد کرتا اور کیوں حکومت سے بغاوت کرتا۔[1] پس یہ کہنا کہ ہر نبی اپنی حکومت قائم کرتا ہے اور کسی غیر بادشاہ کے ماتحت نہیں رہتا، بالکل خود ساختہ اور غلط اصول ہے۔ کسی غیر بادشاہ کے ماتحت رہنا کسی نبی کی نبوت کے مانع نہیں۔

فتویٰ کفر

جب یہود نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰؑ ہمارے عقائد اور اخلاق اور اعمال پر نکتہ چیں ہیں اور ہم کو مغضوب اور ملعون ٹھہراتے ہیں اور ہمارے معاملات میں دخل دیتے ہیں تو انہوں نے الزام لگایا کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتا ہے، اسواسطے وہ کفر بکتا ہے اور واجب القتل ہے۔
(انجیل متی باب ۲۶ آیت ۶۳ ـ ۶۶)

فتویٰ بغاوت

پھر جب یہودیوں نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰؑ نہ تو ہمیں حکومت دلواتے ہیں اور نہ قیصر روما سے بغاوت کرتے ہیں، نہ ہم کو آزادی دلواتے ہیں تو انہوں نے حاکم وقت سے کہا کہ یہ (حضرت عیسیٰؑ) قیصر کو جزیہ دینے سے منع کرتا ہے اور وہ خود بادشاہ بننا چاہتا ہے اور قیصر کا باغی ہے۔ اسواسطے اسکو بغاوت کی سزا قتل بالصلیب دی جاوے۔ (انجیل متی باب ۲۶ آیت ۱۱۔ ۱۲) چنانچہ ایک طرف سردار کاہن قیافہ کی عدالت شرعی نے کفر کا فتویٰ لگا کر مرتد کی سزا موت تجویز کی اور دوسری طرف حاکم ملک پیلاطوس کی عدالت سیاسی نے بغاوت کی سزا کا فتویٰ لگا کر باغی کی موت قتل بالصلیب تجویز کی۔ پس حضرت عیسیٰؑ صلیب پر چڑھائے جانے لگے۔

---

[1] جو لوگ حضرت احمد مسیح موعودؑ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں انہوں نے برطانیہ کے خلاف جہاد نہ کیا یا بغاوت نہ کی اور اپنی حکومت قائم نہ کی وہ محض جہالت اور حماقت سے کہتے ہیں نہ تو یہ درست ہے کہ نبی کسی غیر بادشاہ کے ماتحت نہیں رہتا اور نہ یہ اصول درست ہے کہ ہر نبی اپنی حکومت قائم کرتا ہے اور نہ یہ درست ہے کہ ہر نبی جہاد بالسیف ضرور کرتا ہے۔ نبی کا اصل کام تزکیہ عقائد، تزکیہ اخلاق، تزکیہ عبادت، تزکیہ معاملات اور تزکیہ نفوس ہے اور بس۔ اور حضرت احمدؑ یہ فرض رسالت بجالاتے رہے۔

حضرت عیسیٰ ؑ کو اُن کے ایک شاگرد یہودا اسکریوتی، جو بارہ میں سے ایک تھا، نے گرفتار کرایا اور یہود سے تیس روپئے انعام حاصل کئے اور اپنے امام اور نبی کو تیس روپئے میں فروخت کر دیا اور بتا دیا کہ یہودی النسل لوگ روپئے کی لالچ سے سب کچھ کر لیتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے یہود کو گرفتاری پر آمادہ دیکھ کر گیتیمنی نامی باغ میں ساری رات جاگ کر صلیبی موت سے بچنے کی دعا بڑے درد اور کرب سے مانگی۔ سو خدا نے انکی دعا سنی اور صلیب کی موت سے نجات دی جیسا کہ زبور ۲۲ آیت ۲۱ میں ہے اور نامۂ ابرانیاں باب ۵ فقرہ نمبر سات میں ہے اسکی دعا سنی گئی اور وہ بچایا گیا۔

دوسرا سفر

حضرت عیسیٰؑ صلیب سے نجات پا کر اپنے زخموں کا علاج کرا کر تندرست ہوئے۔ شام سے ہجرت کر گئے اور مشرق کی طرف سفر پر بڑھے اور عراق اور ایران اور افغانستان ہوتے ہوئے کشمیر میں آئے اور وہاں ایک سو بیس سال عمر پوری کر کے فوت ہوئے اور محلہ خانیار، سرینگر کشمیر میں دفن کئے گئے۔ میں نے خود کشمیر کئی بار جا کر ان کے روضہ کی زیارت کی ہے۔ کشمیر میں یہود انکو یسوع بن یوسف یا یسوع[1] یوسف کہتے تھے جو بگڑ کر یوز یوسف یا یوز آسف رہ گیا۔ آجکل وہ سرینگر میں یوز آسف اور نبی کے نام سے مشہور ہیں اور روضہ بل میں مدفون ہیں۔

❋

[1] بیٹا اور باپ دونوں کا مرکب نام سے پکارا جانا عام بات ہے۔ عربوں میں امام محمد اسماعیل بخاری دراصل محمد بن اسماعیل ہے اور احمد حنبل دراصل احمد بن حنبل ہے۔ ہندوستان میں سیٹھ اسماعیل آدم دراصل اسماعیل بن آدم ہے اور سیٹھ یوسف ہارون دراصل یوسف بن ہارون ہے۔ یسوع یوسف دراصل یسوع بن یوسف ہے۔ جو کثرت استعمال سے یوز آسف بن گیا۔

فصل دوم: واقعہ صلیب اوراس سے نجات

عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت ہو گئے تھے اور بموجب توریت لعنتی موت مر کر تین دن رات دوزخ میں رہے اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو اور ہم گناہوں کی سزا سے بچ کر نجات پاویں۔ پس نجات توریت اور حضرت موسیٰؑ کی اتباع پر موقوف نہیں بلکہ یہ طریقہ ناکامیاب ہو گیا اور خدا نے دوسرا طریق تجویز کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر موت دیکر کفارہ کر دے اور لوگ عیسیٰؑ کی خدائی اور اسکے اس کفارہ پر ایمان لا کر خدا کے فضل سے نجات پاویں۔ اس عقیدہ پر عیسائیت کا دارومدار ہے۔

حضرت احمد علیہ السلام نے خدا کی طرف سے مبعوث ہو کر اسکا یہ جواب دیا کہ نہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر مرے اور نہ کفارہ ہوئے، اسواسطے یہ بات ہی بے بنیاد اور غلط ہے۔ انسان کا بیٹا جو مخلوق ہے خدائے خالق کا مساوی نہیں ہو سکتا۔ حضرت احمد مسیح موعود علیہ السلام نے اناجیل سے ہی اس بات کو ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔

دلیل اوّل

حضرت عیسیٰؑ سے جب یہودیوں نے معجزہ مانگا تو حضرت عیسیٰؑ نے جواب دیا کہ اس زمانہ کے حرامکار اور بدعمل لوگوں کو کوئی نشان نہ دکھایا جاوے گا سوائے یونسؑ نبی کے نشان کے کہ جس طرح وہ تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اسی طرح میں زمین کے پیٹ مین تین دن رات رہ کر نکل آؤنگا۔ (دیکھو انجیل متی باب ۱۲ آیت ۴)

اب حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں مرے نہیں تھے بلکہ زندہ داخل ہوئے اور زندہ ہی باہر نکلے۔ زیادہ سے زیادہ وہ اس صدمہ سے بے ہوش تھے اور مردہ سے ہو گئے تھے۔ اسی طرح

حضرت عیسیٰؑ صلیب پر مرے نہیں تھے بلکہ زندہ تھے اور قبر میں زندہ مگر بے ہوش اور مردہ سے داخل ہوئے اور علاج کے بعد ہوش میں آئے اور زندہ ہی نکلے۔ ٹھیک جب یہ صورت واقع ہوئی تو نشان پورا ہوا۔ (دیکھو یونس کی کتاب باب ا آیت ۱۷ اور باب ۲ آیت ۱)

اگر حضرت عیسیٰؑ مر کر قبر میں داخل ہوں تو یہ نشان حضرت یونسؑ کے نشان کے مطابق نہ ہوگا اور پیشگوئی غلط ٹھہرے گی اور حضرت عیسیٰ نعوذ باللہ کذاب ٹھہریں گے۔ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر فوت شدہ مان کر ایک طرف اس پیشگوئی کو غلط مانتے ہیں کہ پوری نہ ہوئی۔ دوسری طرف حضرت عیسیٰؑ کو کذاب ٹھہراتے ہیں مگر یہ سیدنا حضرت محمدؐ اور قرآن کا احسان ہے کہ اس نے چھ سو سال کے بعد آ کر حضرت عیسیٰ کے حق میں:

مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۔ (سورۃ النساء آیت:۱۵۸)

ترجمہ: حالانکہ نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب پر لٹکا کر مارا بلکہ وہ ان کیلئے (مصلوب کے) مشابہ بنا دیا گیا۔

فرما کر حضرت عیسیٰؑ کی صداقت پر مہر تصدیق کر دی کہ وہ ضرور صلیب پر نہیں مارے گئے اور انکی کوئی ہڈی توڑی نہیں گئی جیسا کہ ہر مصلوب کی توڑی جاتی ہے بلکہ وہ زندہ تھے مگر اُنکو مردہ سے نظر آئے۔ اسواسطے حضرت عیسیٰؑ کی پیشگوئی درست نکلی کہ وہ حضرت یونسؑ نبی کی طرح زندہ قبر میں داخل ہوئے اور زندہ ہی باہر نکلے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے۔

دلیل دوم

جب حضرت عیسیٰؑ گرفتار ہو کر عدالت میں پیلاطوس حاکم یہودیہ کے پاس پیش ہوئے تو اسکی بیوی نے اسکو حکم بھیجا کہ اس راستباز انسان کو کوئی تکلیف نہ دی جائے کیوں کہ میں آج رات اسکے سبب سے دُکھ دی گئی ہوں۔

(انجیل متی باب ۲۷ آیت ۱۲)

پیلاطوس حاکم اعلیٰ اپنی بیوی کی طرف سے برسر عدالت یہ پیغام پاتا ہے کہ اس راستباز انسان کوئی دکھ یا تکلیف نہ دی جاوے۔ بھلا وہ حاکم جس نے حضرت عیسیٰؑ کو صلیب دئے جانے کا فتویٰ دیا ہو، جب وہ خود حضرت عیسیٰؑ کو راستباز اور بے گناہ جانتا ہو تو کس طرح اسکو صلیب پر مارنا گوارا کرسکتا ہے! چنانچہ اسنے یہودیوں کے بیانات سن کر کہا کہ میں اسکو بے گناہ جانتا ہوں۔(لوقا باب ۲۳ آیت ۱۲) اور میں اسکے خون کا ضامن نہیں ٹھہرتا۔ عدالت میں پانی منگوا کر ہاتھ دھوئے اور کہا کہ میں اس راستباز کے خون سے بری ہوں (انجیل باب ۲۷ آیت ۲۴)

دلیل سوم

جن ایام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام قید خانہ میں تھے اور ہنوز صلیب دینے کا فیصلہ نہ ہوا تھا تو قیصر روما کی پیدائش کا دن آیا، چونکہ قیصر کل سلطنت کا حکمران تھا اسواسطے کنعان کے گورنر نے اس موقع پر بعض قیدی چھوڑ دیئے تھے۔ یہودیوں کو بلوایا گیا اور جو قیدی انہوں نے چاہا اسکو چھوڑ دیا۔ جب حضرت عیسیٰ کے بارہ میں گورنر نے سوال کیا کہ کیا میں اسکو بھی چھوڑ دوں کیوں کہ وہ بے گناہ ہے تو یہودیوں نے کہا کہ براآبا قاتل اور رہزن کو تو چھوڑ دو مگر حضرت عیسیٰؑ کو نہ چھوڑو کیوں کہ وہ خود بادشاہ ہونے کا مدعی ہے اور اگر وہ چھوڑ دیا گیا تو ہم قیصر سے شکایت کریں گے کہ اس نے حکومت کے باغی کو چھوڑ دیا ہے۔ (دیکھو انجیل یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۲) جب یہود نے پیلاطوس کی خواہش کو نہ مانا تو اس نے تدبیر سے حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر مرنے سے بچانا چاہا تا کہ وہ کھلم کھلا چھوڑ کر بدنام بھی نہ ہو اور حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر مرنے بھی نہ دے۔

دلیل چہارم

پیلاطوس نے دیکھا کہ یہود کی عید آ رہی ہے اور دوسری طرف اسکے ساتھ ہی ہفتے کا دن ہے جو یوم السبت کہلاتا ہے اور یہ دونوں دن عید کی خوشی اور عبادت کے دن ہیں۔ یہود کو حکم تھا کہ یوم السبت جمعہ کی ظہر کے بعد داخل ہو جاتا ہے۔ پس یہودی جمعہ کی دو پہر کے بعد تیاری کرتے اور دنیا

کا کاروبار ترک کر دیتے۔ پیلاطوس نے اس موقعہ کوغنیمت جانا اور جمعہ کے دن دوپہر کے بعد حضرت عیسیٰؑ کوصلیب پرلٹکایا۔

صلیب پر مارنے کا طریقہ یہ تھا کہ مصلوب کوصلیب پر لٹکا کر اسکے ہاتھوں کو دور تک پھیلا کر ہتھیلیوں میں اور پاؤں میں میخ ٹھوک دیتے۔صلیب کوکھڑا کرکے زمین میں گاڑ دیتے اور مصلوب اس پر لٹکا رہتا۔دکھ درد پیاس اور بھوک اور دم توڑنے کی تکلیف اُٹھا اُٹھا کر چند دنوں میں مر جاتا۔ تین تین دن تک بعض لوگ نہیں مرے اور جو مر جاتا تو تکمیل موت کی غرض سے اسکی ہڈیاں توڑ دی جاتیں حتیٰ کہ اسکی صلب کی ہڈی بھی توڑ دیتے تب جا کر تکمیل صلیب جاتی۔مگر حضرت عیسیٰؑ کوصرف تین گھنٹے تک صلیب پر رہنے دیا گیا۔دوپہر کواس زمانہ کےحساب سے چھ بجے دن کے لٹکایا گیا اور ۹ بجے موجودہ حساب کی رو سے ۳ بجے عصر کو اتارا گیا جبکہ یہودی سب اپنی عبادت اور یوم السبت کی تیاری میں مصروف تھے اور میدان صلیب سے چلے گئے تھے اور حضرت عیسیٰؑ کورومی سپاہیوں کی نگرانی میں چھوڑ گئے تھے۔رومی صوبیدار جونگران دستہ پر افسر تھا،اسنے پیلاطوس کے پاس حاضر ہو کر رپورٹ کردی کہ حضرت عیسیٰؑ مر چکے ہیں۔

پیلاطوس نے اسقدر جلدی مرنے پر اظہار تعجب کیا گویا اسکو یقین تھا کہ حضرت عیسیٰؑ مرے نہیں اور نہ یہ رپورٹ صحیح ہے مگر یہ سب کچھ مصلحت وقت کے ماتحت کیا گیا تا کہ مثل تکمیل ہو۔(انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۲۴)اور حضرت عیسیٰؑ کو یوسف ارمیتیا کے سپرد کر دیا جو یہودیوں کی مجلس شوریٰ کا معزز ممبر اور رئیس تھا اور حضرت عیسیٰؑ کا پوشیدہ شاگرد تھا۔یوسف سے درخواست دلوائی گئی کہ وہ نعش دفن کرنے کی غرض سے لیجاتا ہے۔(انجیل متی باب ۲۷ آیت ۵۱۔۵۷)یہ یقینی بات ہے کہ ایک 33 سالہ نوجوان صرف تین گھنٹے میں صلیب پر مرا نہ تھا بلکہ صرف بے ہوش تھا۔بیہوش کومردہ کہا گیا۔

دلیل پنجم

حضرت عیسیٰؑ کو جس وقت صلیب پر چڑھایا گیا تھا اس وقت ان کے ساتھ دو چور بھی چڑھائے

گئے تھے۔ ایک دائیں جانب دوسرا بائیں جانب اور دونوں کی صلیب سے اُتارتے وقت بغرض تکمیل موت ہڈیاں توڑی گئیں مگر حضرت عیسیٰ ؑ کی کوئی ہڈی نہ توڑی گئی بلکہ صحیح و سلامت اتارے گئے۔ (انجیل یوحنا باب ۱۹ آیت ۲۶) ہڈیوں کو نہ توڑنا بھی ظاہر کرتا ہے کہ وہ زندہ تھے ورنہ ان کی ہڈیاں ضرور توڑ دی جاتیں۔

دلیل ششم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب صلیب پر بیہوش ہوئے تو ایک سپاہی نے یہ معلوم کرنے کی غرض سے کہ آیا وہ زندہ ہیں یا مر گئے، برچھی کی نوک ان کے جسم میں چبھو دی جس سے ان کا بدن زخمی ہوا اور خون اور پانی اس سے بہ نکلا۔ یہ مُسلّم بات ہے کہ مردے سے خون نہیں نکلتا۔ خون زندہ ہی سے نکلتا ہے۔ پس حضرت عیسیٰ ؑ صلیب پر مرے نہیں تھے ورنہ مردہ کے بدن سے خون نہ نکلتا۔
(دیکھو انجیل یوحنا باب ۱۹ آیت ۳۵)

دلیل ہفتم

جب یوسف آرمتیا حضرت عیسیٰ ؑ کو اُٹھا کر لے گیا تو پاس ہی اسکا باغ تھا جس میں اس نے سردابہ میں یا پتھروں میں ایک کمرہ بنا رکھا تھا جو اس زمانہ میں امراء اپنے واسطے بنایا کرتے ہیں وہ ہوادار کمرہ ہوتا تھا۔ حضرت عیسیٰ ؑ کو اسمیں رکھا اور حکیم نقدیموس کو جو ایک ماہر طبیب تھا، بغرض علاج بلوایا گیا۔ وہ مرلوبان اور عود اپنے ساتھ لایا جو بیہوش انسان کو ہوش میں لانے کے کام آتے ہیں۔ (انجیل باب ۱۹ آیت ۳۸-۴۱) یا بالفاظ دیگر حکیم نقدیموس اپنے ساتھ مرہم عیسیٰ تیار کر کے لایا جو ان کے زخموں کے واسطے تیار کی گئی تھی۔ کتب طبیہ میں اس دوا کو مرہم رسل، مرہم حواریون اور مرہم عیسیٰ کہتے ہیں جو زخموں کی درستی کے واسطے نہایت مفید دوا ہے اور جو حواریوں نے حضرت عیسیٰ ؑ کے زخموں کے واسطے تیار کی تھی۔ پس حضرت عیسیٰ ؑ حکیم نقدیموس کی رات دن کی ان تھک کوشش اور مسلسل علاج سے ہوش میں آ گئے اور ان کے زخم مندمل ہونے شروع ہوئے۔ تیسرے دن اتوار کی صبح حضرت

عیسیٰؑ اُس قبر سے نکل کر اور بھیس بدل کر کسی پوشیدہ مقام کو چلے گئے۔ وہاں قبر پر ایک آسینی چوکیدار بیٹھا رہا۔ جب مریم مگدلینی قبر پر تیسرے دن آئی تو اسکو کہا کہ کسکو ڈھونڈتی ہو حضرت عیسیٰؑ کو؟ تم زندہ کو مُردوں میں ڈھونڈتی ہو۔ جاؤ وہ زندہ ہو کر یہاں سے چلا گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ شخص عمداً وہاں بٹھایا گیا تھا جسکو مریم مگدلینی نے فرشتہ سمجھا تا کہ حواریوں کو جو قبر پر آویں اطلاع دے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں اور فلاں مقام پر تم کو ملیں گے۔ (انجیل لوقا باب ۲۳ آیت ۱۔۶)

دلیل ہشتم

حضرت عیسیٰؑ نے کہا تھا کہ میں مرنے سے جی اُٹھنے کے بعد تم سے آگے جلیل کو جاؤنگا (انجیل متی باب ۲۷ آیت ۲۲) یہاں جی اُٹھنے سے مراد حقیقی موت کے بعد جی اُٹھنا نہیں بلکہ عام محاورہ کے مطابق بتایا گیا کہ گویا اس بے ہوشی کے بعد ہوش میں آنا ہی جی اُٹھنا یا دوبارہ زندگی پانا مراد ہے جیسا کہ ایک سخت بیمار تندرست ہو جانے پر ایسا ہی کہتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ جب تندرست ہو کر چلنے کے قابل ہو گئے تو قبر سے نکل کر جلیل کی طرف روانہ ہوئے۔ (دیکھو انجیل مرقس باب ۱۶) اور راستہ میں مگدلینی اور شاگردوں کو ملے مگر انہوں نے ضعیف الاعتقادی سے انکو صرف روح سمجھا اور ان سے ڈر گئے۔ حضرت عیسیٰؑ نے انکو اپنے زخم دکھائے۔ پھر اُن سے مچھلی اور روٹی مانگی اور ان کے سامنے کھانا کھایا اور شہد کا ایک چھتا لیا اور ان کے سامنے کھایا۔

(دیکھو انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۱۴۔ لوقا باب ۲۴ آیت ۴۰۔)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ قبر سے نکل کر گلیل کو گئے نہ کہ آسمان پر اور اسی خاکی جسم کے ساتھ موجود تھے اور اور کھانے پینے کے محتاج تھے اور چالیس دن تک وہاں لوگوں سے ملتے رہے۔

درحقیقت مسلمانوں میں یہ خیال عیسائیوں نے پھیلایا ہے۔ حضرت امام بن قیم نے دوسری صدی ہجری میں ہی اپنی کتاب زادالمعاد جلد ۱ صفحہ ۱۹ پر اسکی تردید کر دی تھی:

وَ أَمَّاما يُذْكَرُ عَنِ الْمَسِيْحِ أَنَّهُ رُفِعَ اِلَى السَّمَآءِ وَلَهُ ثَلَاثٌ وَ ثَلَاثُونَ سَنَةً فَهٰذَا لَا يُعْرَفُ لَهُ أَثْرٌ مُتَّصِلٌ يَجِبُ الْمَصِيرُ اِلَيْهِ۔ (زادالمعاد از امام ابن قیم - جلد 1 صفحہ 82)

(۱) یعنی حافظ بن قیم اپنی کتاب زادالمعاد میں فرماتے ہیں کہ لوگ جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ؑ تینتس سال کی عمر میں آسمان پر اُٹھائے گئے اسکی تائید کسی حدیث نبویؐ سے نہیں ہوتی تا کہ اسکا ماننا واجب ہو۔

و قال الشّامی وھو کما قال فَاِنَّ ذٰلك انما یرویٰ عن النّصاریٰ۔

(فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۱۲)

(۲) شامی لکھتا ہے کہ فی الواقع یہ بات ایسی ہی ہے۔ یہ عقیدہ محض عیسائیوں نے پھیلا رکھا ہے۔

دلیل نہم

برنباہ یا برناباس کی انجیل میں جو اس زمانہ کی بہتّر اناجیل میں سے ہے جسکو عیسائیوں نے اپنے موجودہ عقیدہ کے خلاف پاکر عہد نامہ جدید میں شامل نہ کیا لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر نہیں مرے۔اس سے یہ نتیجہ تو ظاہر ہے کہ تمام عیسائیوں کو واقعہ صلیب پر بالاتفاق ایمان نہیں کہ ضرور صلیب پر موت واقع ہوئی۔

دلیل دہم

داؤد کی بائیسویں زبور جو حضرت عیسیٰؑ کی صلیب کے واقعہ کی پیشگوئی مانی جاتی ہے اسمیں صاف صاف لکھا ہے کہ خدا نے حضرت عیسیٰؑ کی وہ دعا جو گیتمینی کے باغ میں بڑے درد اور کرب سے صلیب کی لعنتی موت سے نجات کے واسطے کی تھی سنی اور قبول کی۔(دیکھو ۲۲ زبور آیت ۱-۲۱)

جب دعا سنی گئی تو یقیناً حضرت عیسیٰؑ صلیبی موت سے بچ گئے تھے ورنہ دعا سنی گئی کے معنے کیا ہوئے۔

دلیل یازدہم

پولوس نامہ ابرانیاں میں لکھتا ہے کہ خدا نے حضرت عیسیٰؑ کی وہ دعا سنی، خدا ترسی کے سبب سنی گئی اور دعا قبول ہوئی۔(باب ۵ آیت ۷) گویا حضرت عیسیٰؑ صلیب کی موت سے نہ مرے۔

دلیل دوازدہم

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اوحی اللّٰہ تعالیٰ الیٰ عیسیٰ ان یا عیسیٰ انتقل من مکان الیٰ مکان لئلا تعرف فتؤذی۔ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۳۴)

یعنی حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو وحی کی کہ اے عیسیٰ تو یہاں سے ہجرت کر کے دوسرے ملک میں چلا جا تا کہ شناخت نہ کیا جائے اور نہ دکھ دیا جاوے۔ تاریخ کی کتاب روضۃ الصفا صفحہ ۱۳۰ لغائیت ۱۳۵ پر فارسی زبان میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ واقعہ صلیب کے بعد کنعان سے بمع والدہ نصیبین کو گئے جو عراق کے شمال میں ایک مشہور شہر ہے اور کنعان کے بیت المقدس سے پانچ سو میل دور واقع ہے اور وہاں سے سرحد ایران صرف ڈیڑھ سو میل رہ جاتی ہے۔ پس قرآن کریم کہتا ہے کہ:

وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ؁ (سورہ المؤمنون: آیت ۵۱)

ترجمہ: اور ہم نے ان دونوں کو ایک اونچی جگہ پر پناہ دی جو ٹھہرنے کے قابل اور بہتے ہوئے پانیوں والی تھی۔

یعنی حضرت عیسیٰؑ اور ان کی ماں کو واقعہ صلیب و تکلیف کے بعد ایک ایسے ملک میں پناہ دی جو (ربوہ) سرسبز اور شاداب تھا۔ (ذات قرار) وہاں سیرگاہیں اور آرام گاہیں تھیں اور (معین) چشمے اور جھلیں اور دریا تھے، وہ ملک کشمیر ہے۔

دلیل سیزدہم

یہودیوں کی درخواست پر پیلاطوس نے حضرت عیسیٰؑ کی قبر پر رومی سپاہیوں کا پہرہ مقرر کیا تھا۔(انجیل متی باب ۲۷ آیت ۶۲۔۶۶) یہود خود کسی طرح چوکیداری نہ کر سکتے تھے کیوں کہ وہ دن جمعہ کا تھا اور شام کا وقت تھا اور کل یوم السبت تھا اور انکو بہت سی تیاری کرنی تھی اور از روئے شریعت موسوی ان کو سبت کے داخل ہونے پر دنیا کا کام کرنا منع تھا اور رومی سپاہی پیلاطوس کے ہم قوم اور ملازم اور ماتحت تھے اور پیلاطوس نہ چاہتا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ مر جائیں بلکہ وہ انکی نجات کی تدبیروں میں لگا ہوا تھا۔

اگر سبت نہ ہوتا اور یہودی خود پہرہ دار ہوتے تو وہ کوشش کرتے کہ حضرت عیسیٰؑ کی نعش کو کوئی عیسائی مرید نہ لے جا سکیں اور کڑی نگرانی رکھتے مگر یوم السبت اور عید فسح کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے ور نہ کوئی حواری حضرت عیسیٰؑ کی نعش کو ہاتھ تک نہ لگا سکتا۔

انجیل متی میں لکھا ہے کہ رومی سپاہیوں کو فرشتہ یا فرشتے نظر آئے اسواسطے وہ ڈر گئے اور گھبرا گئے اور بے ہوش ہو گئے (باب ۲۸ آیت ۴) اس طرح رومیوں کی حفاظت میں خلل واقع ہوا یا یہ کہ انکو پیلاطوس نے سمجھا یا تھا کہ تم ایسا قصہ بنا کر لوگوں کو سناؤ کہ ہم بے ہوش تھے اور جب ہوش میں آئے تو حضرت عیسیٰؑ قبر میں نہ تھے تا کہ رومی سپاہیوں پر الزام نہ آئے کہ انہوں نے خود حضرت عیسیٰؑ کی نعش حواریوں کے سپرد کر دی یا ان کی موجودگی میں حضرت عیسیٰؑ کسی طرح قبر سے جاتے رہے۔

یہودیوں کے علماء کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کی نعش قبر میں نہیں تو انہوں نے مشورہ کیا اور رومی سپاہیوں کو رشوت دی کہ وہ لوگوں کو یہ کہیں کہ ہم پہرہ دیتے ہوئے سو گئے اور ہمارے خواب غفلت میں ہوتے وقت کوئی حواری حضرت عیسیٰؑ کی نعش کو چرا لے گیا۔

(انجیل متی باب ۲۸ آیت ۱۱۔۱۵)

اگر رومی پہرہ دار سوتے تھے اور حواری آ کر حضرت عیسیٰؑ کی نعش اُٹھا کر لے گئے یا حضرت عیسیٰؑ خود اُٹھ کر چلے گئے یا کوئی اُن کو اُٹھا لے گیا تو سوئے ہوئے پہرے دار کو یہ بات کس طرح معلوم

ہوئی ؟ یہ قصہ محض اسواسطے گھڑنا پڑا ہے کہ وہ اس الزام سے بچ جاویں کہ وہاں جو کچھ ہوا انکی رضامندی سے ہوا۔ درحقیقت حضرت عیسیٰ ؑ صحت پاکراور ہوش میں آکرخود ہی بھیس بدل کر چلے گئے تھے۔

دلیل چہاردہم

جب حضرت عیسیٰؑ قبر سے نکل کر مریم مگدلینی کو ملے اور اسکو کہا کہ حواریوں کو جا کر کہے کہ میں زندہ ہوں تو حواریوں نے سن کر یقین نہ کیا اور جب خود آنکھوں سے حضرت عیسیٰؑ کو دیکھ لیا تب بھی یقین نہ آیا اور یہ گمان کیا کہ کوئی بھوت ہے جو حضرت عیسیٰؑ کی شکل پر ہو گیا ہے۔

(انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۱۰۔۱۱)

جب دوبارہ شاگردوں کو نظر آئے تو انہوں نے پھر بھی یقین نہ کیا۔(مرقس باب ۱۶ آیت ۱۲)

حضرت عیسیٰؑ نے انکو انکی بے ایمانی اور سست اعتقادی پر سخت ملامت کی کہ وہ کیوں ان کی زندگی پر شک کرتے ہیں (مرقس باب ۱۶ آیت ۱۴) مگر شاگرد آخری دم تک حضرت عیسیٰؑ کی زندگی پر شک کرتے تھے۔ (انجیل متی باب ۲۸ آیت ۱۷) لوقا لکھتا ہے کہ فرشتوں نے انکو صاف کہہ دیا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں۔ (باب ۲۴ آیت ۳۴)

اگر حضرت عیسیٰؑ شاگردوں کے سامنے مردہ ہو کر پھر زندہ ہوئے ہوتے یا انہوں نے بار بار کہا ہوتا کہ میں مصلوب ہو کر زندہ ہونگا تو ضرور شاگردان کے زندہ ہونے کا انتظار کرتے اور زندہ ہونے پر یقین کرتے مگر معلوم ہوتا ہے کہ انکو کبھی نہ کہا گیا تھا کہ وہ مردہ ہو کر زندہ ہوں گے یا یہ کہ وہ واقعی ان کے سامنے مرے اور پھر انکے سامنے زندہ ہوئے بلکہ عیسائی تو حضرت عیسیٰؑ کے گرفتار ہوتے ہی سب کافور ہو گئے اور پھر حضرت عیسیٰؑ کے صحت یاب ہونے تک اکٹھے نہ ہوئے نہ میدان صلیب پر حاضر ہوئے نہ قبر پر موجود ہوئے۔ پس وہ حقیقت حال سے بالکل بے خبر رہے۔

خدا جانے کس نے ان انجیل نویسوں کو یقین دلایا کہ وہ مردوں میں سے جی اُٹھے جبکہ خود

حواریوں کو صحیح علم نہ تھا تو ان انجیل نویسوں کو یہ علم کہاں سے عرصہ دراز کے بعد حاصل ہوا۔ محض قیاسات سے خود ساختہ قصہ بنا لیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر مر گئے تھے اور قبر سے دوبارہ زندہ ہو کر نکلے تھے یا یہ کہ وہ آسمان پر چلے گئے، کوئی چشم دید شہادت اس بارہ میں موجود نہیں۔

دلیل پانزدہم

حضرت عیسیٰؑ جس وقت قبر سے نکل کر باہر آئے تو مریم مگدلینی سے ملے مگر مریم مگدلینی انکو شناخت نہ کر سکی کیوں کہ اسوقت وہ ایک باغبان کے لباس میں بھیس بدل کر ملبوس تھے تا کہ کوئی اُنہیں شناخت نہ کر سکے اور یہی وجہ ہے کہ شاگرد بھی پہچان نہ سکے۔

خلاصہ یہ کہ صحیح واقعات کا علم یا پیلاطوس کو تھا جس نے حضرت عیسیٰؑ کی نجات کی کوشش کی، یا یوسف ارمیتیا کو تھا جس نے حضرت عیسیٰؑ کا علاج کرایا یا حکیم نقدیموس کو تھا جس نے علاج کیا لیکن ان کی زبانی کوئی شہادت اناجیل میں درج شدہ نہیں جو حقیقت حال سے واقف تھے، ورنہ حضرت عیسیٰؑ کے صلیب پر جان دینے اور قبر سے دوبارہ زندہ ہونے کا قصہ نہ گھڑا جاتا، یا پھر عمداً اناجیل نویسوں نے انکی شہادت کو نظر انداز کر دیا کیوں کہ وہ ان کے عقائد اور خیالات کے خلاف تھی جبکہ حضرت عیسیٰؑ نے تھوما کو اپنا جسم دکھا کر یقین دلایا تھا کہ وہ فی الحقیقت زندہ ہیں، مرے نہیں۔

(لوقا باب ۲۴ آیت ۳۵)

دلیل شانزدہم

ملک مصر میں اسکندریہ کے ایک گرجا سے ایک تحریر ملی ہے جن میں حضرت عیسیٰؑ کے واقعہ صلیب کے حالات تھے۔ کسی اسینی بھائی نے دوسرے اسینی بھائی کو لکھا کہ انہوں نے کس طرح حضرت عیسیٰؑ کو صلیب سے بچانے اور قبر میں ان کا علاج کرنے میں مدد دی اور کس طرح حضرت عیسیٰؑ نے زندہ بچ کر ملک کنعان سے بمعہ والدہ دوسرے ملک کو سفر اختیار کیا۔ جہاں وہ بقایا عمر رہے اور وہاں وفات پا کر ایک جھیل کے کنارے دفن ہوئے۔ اس کتاب کا ترجمہ اردو زبان میں میاں معراج

الدین صاحب عمر ساکن لاہور نے شائع کیا تھا۔ انگریزی میں اسکا نام ہے ''کروسی فی کیشن بائی این آئی ویٹ نس''، یعنی چشم دید حالات مصلوبیت مسیح ناصری اور امریکہ میں طبع ہوئی۔

دلیل ہفتد ہم

کشمیر سرینگر محلہ خانیار میں حضرت یوز آسفؑ نبی کی قبر موجود ہے جسکو ہر شخص جا کر دیکھ سکتا ہے۔ یوز آسف یسوع یوسف کا بگڑا ہوا ہے جیسا کہ اناجیل اربعہ میں عیسائیوں کے درمیان مشہور ہے جو کہ یسوع بن یوسف تھا اور لفظ ''بن'' اُڑ کر مخفف صورت میں یسوع یوسف بنا اور کثرت استعمال سے یوز آسف بنا۔ مثلاً امام بخاری کو محمد اسمٰعیل کہتے ہیں مگر اصل میں وہ محمد بن اسمٰعیل ہے۔ احمد بن حنبل کو احمد حنبل کہتے۔ آج کل بمبئی میں عبداللہ ہارون یا اسماعیل آدم نام ہیں جس سے مراد عبداللہ بن ہارون اور اسماعیل بن آدم ہیں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یوز آسف، یسوع آسف ہو۔ یعنی وہ یسوع جو پراگندہ بھیڑوں کو جمع کرنے والا ہے۔ عبرانی زبان میں آسف کے یہی معنے ہیں اور یہ اناجیل کے مطابق ہیں کہ میں بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو جمع کرنے آیا ہوں۔ (انجیل متی باب ۱۵ آیت ۲۲)

فصل سوم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع آسمان

عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ واقعہ صلیب کے بعد آسمان پر چڑھ گئے اور خدا کے دائیں ہاتھ جا کر بیٹھ گئے اور مسلمان کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ واقعہ صلیب سے قبل قید خانہ سے چھت پھاڑ کر آسمان پر چلے گئے اور کوئی اور شخص انکی جگہ صلیب پر مارا گیا اور دونوں بالاتفاق کہتے ہیں کہ قیامت سے قبل وہ دوبارہ زمین پر اتر آئیں گے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ وہ کافروں کو بذریعہ تلوار مسلمان کریں گے اور عیسائی کہتے ہیں کہ وہ دنیا کو تلوار کے ذریعہ عیسائی بنائیں گے۔ ایک غیر معمولی اور غیر طبعی زندگی انکے واسطے مخصوص کرتے ہیں جو اس سے قبل کسی نبی کے واسطے ثابت نہیں۔

ہماری تردید یہ ہے کہ قرآن کریم میں کوئی ایسی آیت موجود نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ اس جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے اور قیامت سے قبل وہی حضرت عیسیٰؑ دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ جو ایسا کہتا ہے وہ محض افتریٰ علی اللہ کرتا ہے جو ایک لعنتی اور ظالم انسان کا کام ہے۔

درحقیقت مسلمانوں میں یہ خیال عیسائیوں نے پھیلایا ہے۔ حضرت امام بن قیم نے دوسری صدی ہجری میں ہی اپنی کتاب زادالمعاد جلد ا صفحہ ۱۹ پر اسکی تردید کر دی تھی جس کا ذکر قبل ازیں کیا جا چکا ہے۔

دلیل اوّل

قرآن کریم میں خداوند تعالیٰ حضرت آدم کو کہتا ہے:

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ۝ (سورۃ الاعراف:۲۶)

ترجمہ: پھر فرمایا، اسی زمین میں تم زندہ رہو گے اور اسی میں تم مرو گے اور اسی میں سے تم نکالے جاؤ گے۔

یعنی تو نے اور تیری نسل نے اسی زمین میں ایام حیات بسر کرنے ہیں اور اسی میں فوت ہو کر دفن ہونا ہے اور اسی زمین سے دوبارہ خروج کرنا ہے۔لہٰذا کسی بنی آدم کا، خواہ حضرت عیسیٰؑ ہوں یا حضرت الیاسؑ، آسمان پر جانا اور ایام حیات بسر کرنا خلاف امر خداوندی کے ہے۔

دلیل دوم

خدا تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو کہتا ہے کہ:

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝ (سورۃ البقرہ: آیت ۳۷)

ترجمہ: اور یاد رکھو کہ تمہارے لئے ایک مقررہ وقت تک اسی زمین میں جائے رہائش اور سامان معیشت مقدر ہے۔

یعنی اے آدم تیرے اور تیری نسل کے واسطے اسی زمین میں قیام گاہ رہے گی اور اسی جگہ سے تم کو سامان زیست ملتا رہے گا۔ جب بنی آدم کی قرار گاہ یا سکونت گاہ صرف زمین ہے اور اسکی زندگی کو قائم رکھنے کا سامان خوراک ولباس بھی صرف اسی زمین میں ہے تو حضرت عیسیٰؑ یا کوئی اور نبی کس طرح آسمان میں ایام حیات بسر کر سکتے ہیں کیا اس قانون میں کوئی استثناء موجود ہے؟

دلیل سوم

خداوند تعالیٰ زمین کی کشش ثقل کے بارہ میں جو ہر وزن دار چیز کو اپنے مرکز کی طرف کھینچتی ہے اور کسی چیز کو اپنے مرکز سے باہر جانے نہیں دیتی، فرماتا ہے:

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ۝ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا ۝ (سورۃ المرسلات: آیت ۲۶-۲۷)

ترجمہ: کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کا سمیٹنے والا نہیں بنایا؟

یعنی کیا ہم نے زمین کو ایسا نہیں بنایا کہ ہر چیز کو اپنے مرکز کی طرف کھینچتی ہے۔خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان اور اپنے مرکز سے باہر جانے نہیں دیتی۔

تو حضرت عیسیٰؑ اگر زندہ ہوں یا فوت شدہ، دونوں صورتوں میں کشش ثقل کی وجہ سے زمین کی سطح

سے جدا نہیں ہو سکتے ، نہ کرۂ ارض سے باہر جا سکتے ہیں ۔پس آسمان پر جانا کس طرح ممکن ہے۔

دلیل چہارم

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کو نہایت قلق تھا کہ میری قوم قریش کسی طرح مسلمان ہو جاوے جیسا کہ خدا فرماتا ہے :

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۝ (الشعراء:۴)

ترجمہ: شاید تو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے گا کہ وہ کیوں نہیں مومن ہوتے ۔

یعنی کیا تو اپنی جان اس غم میں ضائع کر دیگا کہ یہ لوگ کیوں مسلمان نہیں ہوتے ؟ مگر جب قریش نے اپنے مسلمان ہونے کے واسطے صرف یہ شرط پیش کر دی کہ:

اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ط (بنی اسرائیل:۹۴)

ترجمہ: یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔

یعنی تو آسمان پر چڑھ کر دکھا دے تو ہم ایمان لے آئیں گے ۔اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت جس کو لوگوں نے خود نہ دیکھا تھا، آسمان پر جا سکتے ہیں اور آ سکتے ہیں تو دن کو جب قریش وہی بات پیش کرتے ہیں تو اُن کو یہ جواب کیوں دیتے ہیں:

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۝ (بنی اسرائیل:۹۴)

ترجمہ: تو (انہیں) کہہ (کہ) میرا رب ایسی بیہودہ باتوں کے اختیار کرنے سے پاک ہے۔ میں تو صرف بشر رسول ہوں (آسمان پر نہیں جا سکتا)۔

یعنی یہ کیوں کر ممکن ہوسکتا ہے میں تو بشر رسول ہوں! کون بشر رسول آسمان پر چڑھا ہے کہ میں چڑھ کر بتا دوں، اور اس جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر جانے سے انکار کر دیا اور اگر یہ ممکن تھا تو چڑھ کر دکھا دیتے ،مگر ایسا نہ کر سکے۔ پس ثابت ہوا کہ معراج بھی روحانی تھا اور اس جسم خاکی کے ساتھ نہ تھا۔ کیا حضرت عیسیٰؑ بشر رسول نہیں؟ اگر ہیں تو انکے واسطے آسمان پر چڑھنا کس طرح ممکن ہوسکتا ہے

جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے ناممکن ہے۔

جب بشر رسول آسمان پر جا سکتا ہی نہیں تو حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر جانا اور وہاں زندہ رہنا اور وہاں سے زندہ اترنا سب بناء الباطل علی الباطل ٹھہرا بلکہ برخلاف اسکے خدا تعالیٰ نے انکو فرمایا کہ:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ (آل عمران:۵۶)

یعنی اے عیسیٰ میں سب سے اول تجھ کو وفات دونگا اور تیری روح قبض کرونگا، پھر اپنی قربت میں عزت کا مقام دونگا تا کہ یہ ثابت ہو کہ تو صلیب کی لعنتی موت نہیں مرا بلکہ اپنی طبعی موت سے فوت ہوا ہے اور ملعون نہیں بلکہ خدا کا مقرب ہے۔ اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ پر گونا گوں لغو بحث کرنا سب باطل ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت محمد رسول اللہ سے اسکے معنے ممیتك بیان کر چکے ہیں۔ دیکھو صحیح بخاری باب التفسیر زیر آیت فلما توفیتنی۔ یعنی توفی کے معنے موت ہی ہیں اور حضرت عیسیٰؑ موت طبعی سے مر چکے ہیں۔

توفی کا لفظ جب باب تفعل سے ہو اور خدا فاعل اور کوئی ذی روح مفعول ہو تو اسکے معنی صرف موت یا روح قبض کرنا ہی ہیں اور دوسرے معنے اسکے ہو سکتے ہی نہیں۔ آج تک اس کے خلاف کوئی ثابت نہ کر سکا۔

حضرت عیسیٰؑ نے وفات کے بعد خدا تعالیٰ کے حضور اقرار کیا کہ فلما توفیتنی یعنی جبکہ تو نے مجھکو موت طبعی سے وفات دیدی۔ پس حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں اور آسمان پر نہیں گئے۔

دلیل پنجم

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں (المائدہ:۷۶) فرماتا ہے:

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ

ترجمہ: مسیح ابن مریم صرف ایک رسول تھا، اس سے پہلے رسول (بھی) فوت ہو چکے ہیں۔

یعنی حضرت عیسیٰؑ ابن مریم صرف ایک رسول ہے اور اس سے قبل حضرت آدمؑ سے حضرت یحیٰؑ ابن زکریا تک جسقدر رسول ہوئے ہیں وہ سب فوت ہو چکے ہیں اگر اس آیت سے کوئی باقی رہتا ہے تو وہ حضرت عیسیٰؑ ہیں قرآن کریم میں دوسری جگہ آیا ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۗ (اٰل عمران ۱۴۵)

ترجمہ: مسیح ابن مریم صرف ایک رسول تھا، اس سے پہلے رسول (بھی) فوت ہو چکے ہیں۔ پس اگر وہ وفات پا جائے یا قتل کیا جائے تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے؟

یعنی محمدؐ بھی صرف ایک رسول ہی ہے اس سے قبل جس قدر رسول ہوئے ہیں حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک سب مر چکے ہیں۔ خواہ خلت بذریعہ مات یعنی موت طبعی ہو یا قتل یعنی بذریعہ موت غیر طبعی ہو، کوئی زندہ نہ رہا۔ دونوں آیتوں کو ملانے سے صرف حضرت یحیٰؑ ہی ایک رسول ہیں جو دوسری آیت سے وفات شدہ ثابت ہیں۔ جب حضرت عیسیٰؑ قتل صلیب سے زندہ بچ گئے تو ضرور اپنی موت سے مرے اور حدیث نبوی بتاتی ہے:

اِن عیسی ابن مریم عاش عشرین و مائۃ۔

(کنزالعمال جزء 11 صفحہ 479)

کنزل العمال (جلد دوم صفحہ ۷۱) پر یہ حدیث موجود ہے کہ:

کان عیسیٰ ابن مریم یسیح فاذا امسیٰ اکل بقل الصحراء ویشرب الماء القراح۔

یعنی حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام ہمیشہ سیاحت کیا کرتے تھے اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سیر کرتے تھے اور جہاں شام پڑتی تھی تو جنگل کے بقولات میں سے کچھ کھاتے تھے اور خالص پانی پیتے تھے۔

(بحوالہ ''مسیح ہندوستان میں''۔ صفحہ 56۔ روحانی خزائن جلد 15)

پس وہ کل عمر ایک سوبیس سال زندہ رہے۔ ہماری تردید از روئے اناجیل اربعہ یوں ہے کہ:

(۱) اناجیل اربعہ میں سے سب سے پہلی پرانی انجیل متی ہے مگر متی نے حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے کا کوئی ذکر تک نہیں کیا۔

(۲) اناجیل اربعہ میں سے دوسری پرانی انجیل یوحنا ہے اس نے بھی حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے کا کوئی ذکر نہیں کیا اور قطعاً خاموش ہے۔ یہ تو ان دو اناجیل کا حال ہے جو دو حواریوں کی طرف منسوب ہیں۔ یعنی متی اور یوحنا اور شہادت انہی کی معتبر ہوسکتی تھی کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے حواری تھے مگر حواری تو ذکر تک نہیں کرتے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اُٹھائے گئے۔

(۳) اناجیل اربعہ میں ایک انجیل لوقا ہے جس نے اپنی انجیل سب سے آخر میں اور قریباً ڈیڑھ دوسو برس بعد جب تھیوفلس حاکم مصر عیسائی ہوا تو اسکی خاطر لکھی۔ لوقا نہ حواری ہے اور نہ حواریوں کا تابعی اور نہ اس نے حضرت عیسیٰؑ کو دیکھا نہ حواری کا زمانہ پایا ہے، مگر وہ سنی سنائی باتیں جمع کر کے لکھتا ہے کہ بیت سینا کے باہر شاگردوں کے ساتھ گیا۔ انکے واسطے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے میں مشغول ہوا اور ایسا ہوا کہ جب وہ انکو برکت دے رہا تھا تب اُن سے جدا ہو کر آسمان پر اُٹھایا گیا۔

(لوقا باب ۲۴ آیت ۵۰۔۵۱)

حواری تو سر نیچے کئے دعا میں منہمک رہے اور حضرت عیسیٰؑ ان سے جدا ہو گئے۔ جدا ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ ان سے دور چلے گئے۔ جہاں حواری موجود نہ تھے۔ تب وہ آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ آسمان پر کس کے سامنے اُٹھائے گئے اور کس نے اس واقعہ کو دیکھا اور کس نے لوقا کو یقین دلایا کہ یہ امر واقعی ہے۔ اسکا ثبوت موجود نہیں۔ لوقا نے آسمان پر اُٹھایا گیا کا محض ایک مجہول اور مہمل سا فقرہ لکھ دیا ہے جس کا کوئی معتبر انسان چشم دید گواہ نہیں۔ ڈیڑھ سو سال بعد وہ پہلی دفعہ یہ خبر دیتا ہے کہ وہ شاگردوں سے جدا ہو گئے اور شاگرد اس سے جدا ہوئے تب وہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور کوئی شہادت پیش نہ کی۔

(۴)اس کے بعد اناجیل اربعہ میں سے مرقس کی انجیل ہے۔مرقس بھی کوئی حواری نہیں نہ اس نے حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ دیکھا اور غالباً کوئی حواری بھی نہیں دیکھا۔ وہ لکھتا ہے کہ یسوع ان گیارہ شاگردوں کو جبکہ وہ کھانا کھا رہے تھے، دکھائی دیا اور اان کی بے ایمانی اور سخت دلی پر ملامت کی وغیرہ۔غرض خداوندان کو ایسا فرمانے کے بعد آسمان پر اُٹھایا گیا۔وہ خدا کے داہنے ہاتھ جا بیٹھا۔

(مرقس باب۱۶اایت ۱۲۔۱۹)

لوقا اور مرقس کے بیان میں پہلا فرق تو یہ ہے کہ لوقا کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ شاگردوں کو بیت عینا کے باہر جا کر وہاں دعا میں مشغول ہوئے اور انکو برکت دے رہے تھے۔مرقس کہتا ہے کہ ان کے شاگرد کھانا کھا رہے تھے اور انہوں نے انکو ملامت کی اور انکی بے ایمانی اور سخت دلی پر کوسا۔آگے لوقا کہتا ہے کہ وہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور پھر خاموش ہوجاتا ہے اور مرقس کہتا ہے نہ صرف آسمان پر اُٹھائے گئے بلکہ اس سے بڑھ کر وہ خدا کے داہنے ہاتھ جا بیٹھے۔اگر حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اُٹھائے گئے تھے تو کسی نے دیکھے تو ہوں گے۔اگر چہ یہ شہادت مرقس نے بھی چھوڑ دی کہ کس کے سامنے آسمان پر اُٹھائے گئے۔مگر یہ بات کس طرح مرقس کو معلوم ہوئی کہ وہ خدا کے داہنے ہاتھ جا بیٹھے۔کیا کسی نے دوربین لگا رکھی تھی اور اس نے خدا کو آسمان پر بیٹھا پایا اور جب حضرت عیسیٰؑ آسمان پر جا چڑھے تو یہ بھی معلوم کر لیا کہ ٹھیک داہنے ہاتھ ہی کو وہ جا بیٹھے ہیں۔کس قدر مبالغہ اور صریحاً جھوٹ ہے اور اسکو صحیح تسلیم کر کے سب سے مقدم خدا کو مجسم ماننا جاوے گا اور اسکے واسطے ایک مکان رہائش تجویز کرنا پڑے گا۔پھر اسکا داہنا اور بایاں بھی گھڑا جاوے گا۔یہ وہ لغو بیانات ہیں جن پر عیسائیوں کو ناز ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر جا چڑھے۔

(۵)اب حضرت عیسیٰؑ سے دریافت کرتے ہیں کہ حضور کیا کوئی شخص کبھی آسمان پر چڑھا بھی ہے تو وہ صاف لفظوں میں جواب دیتے ہیں کہ آسمان پر کوئی نہیں گیا سوائے اسکے جو آسمان سے آیا ہو۔(جیسے فرشتہ)(دیکھو انجیل یوحنا باب ۲ آیت ۱۳) یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نہ آسمان سے آئے تھے بلکہ حضرت مریمؑ کے بطن سے بیت اللحم کی ایک سرائے کی چرنی میں پیدا ہوئے اور

ان کو کپڑے میں لپیٹ کر رکھا گیا۔ کیونکہ ان کے واسطے میں سرائے میں جگہ نہ تھی۔

(لوقا کی انجیل۔باب2۔آیت7)

پس وہ آسمان پر کیسے جاسکتے ہیں۔ وہ کسی بشر کے آسمان پر جانے سے قطعاً انکار کرتے ہیں۔

(۶) لوقا انجیل میں تو جو کچھ نہ لکھ سکا وہ اس نے اعمال رسل نامی ایک رسالہ میں لکھا۔ اسمیں وہ کہتا ہے کہ شاگردوں کے دیکھتے دیکھتے اوپر اُٹھایا گیا اور بدلی میں نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔ (باب اول آیت ۹) انجیل میں تو کہتا ہے کہ وہ شاگردوں سے جدا ہو گیا تب آسمان پر اُٹھایا گیا مگر نامہ اعمال رسل میں لکھتا ہے کہ ان کے دیکھتے دیکھتے اوپر اُٹھایا گیا ہے۔ یہاں لفظ اوپر استعمال کیا اور آسمان کا لفظ نہ لکھا مگر ساتھ ہی لکھ دیا کہ بدلی نے شاگردوں کی نظروں سے پوشیدہ کر لیا۔ جب بدلی نے شاگردوں کی نظروں سے پوشیدہ کر لیا اور شاگرد اسکو دیکھ نہ سکے تو کس طرح پتہ لگا کہ وہ آسمان پر اُٹھائے گئے۔

عیسائی کتب مقدسہ میں یہ حقیقت ہے حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے کی جس کی نہ کوئی قابل وثوق سند ہے اور نہ چشم دید شہادت موجود ہے۔ بمصداق:

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اِک قطرۂ خوں نہ نکلا

پادری صاحبان ہیں کہ ہر گاؤں اور ہر شہر میں در بدر پھر کر شور مچاتے ہیں کہ خداوند یسوع زندہ آسمان پر گیا ہے۔ اب وہاں زندہ ہی ہے اور قیامت سے قبل دوبارہ زندہ آسمان سے آویگا اور ہمارے مولوی کورانہ تقلید سے بلاتحقیق سر ہلاتے ہیں کہ ایسا ہی ہے۔ سارا قصہ ہی اثبات الباطل بالباطل ہے۔

(۷) دراصل اناجیل نویسوں کو شوق تھا کہ انبیاء بنی اسرائیل نے جو معجزات کر دکھائے یا جو قصہ بے بنیاد انکے حق میں مشہور چلا آتا تھا، عیسائی بجائے اسکے کہ اسکا کوئی معقول جواب کر دیتے انہوں نے وہی باتیں دوسرے رنگ میں حضرت عیسیٰؑ کے حق میں گھڑ لیں جن میں ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ یہود میں سے بعض کہتے ہیں کہ حنوک آسمان پر اُٹھایا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ الیاس آگ کے رتھ

میں آسمان پر اُٹھایا گیا جیسا کہ کتاب سلاطین نمبر ۲ باب ۲ آیت ۱۱ میں لکھا ہے تو عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے حق میں بھی کہہ دیا کہ وہ بھی آسمان پر اُٹھائے گئے۔

(۸) جب حضرت عیسیٰؑ کے ظہور کا زمانہ آیا تو یہود تین انبیاء کے ظہور کے قائل تھے۔ ایک حضرت الیاسؑ کے دنیا میں دوبارہ آنیکا خیال تھا۔ دوسرا حضرت عیسیٰؑ مسیح موعود کے ظہور کا عقیدہ تھا۔ تیسر اُس نبی کی آمد کا انتظار تھا جس کو حضرت موسیٰؑ نے اپنا مثیل ٹھہرایا ہے جسکو یہود ادب سے النبی یا وہ نبی کہتے تھے یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جب حضرت یحیٰؑ ظاہر ہوئے تو ان سے یہود کے علماء نے سوال کیا کہ تو اُن تینوں میں سے کون ہے؟ الیاس ہے یا مسیح ہے یا وہ نبی؟ اس نے تینوں کے ہونے سے انکار کیا مگر جب حضرت عیسیٰؑ سے سوال ہوا کہ اگر تو مسیح ہے تو وہ الیاس کہاں ہے جس نے تیرے سے قبل ضرور آنا تھا؟ حضرت عیسیٰؑ نے جواب دیا کہ وہ آنے والا یحیٰ بن ذکریا ہے، چاہو تو مانو۔

جو آسمان پر چڑھتا ہے وہ دنیا میں واپس نہیں آتا۔ نہ آسمان پر کوئی گیا نہ آسمان سے کوئی آئیگا۔ آنے والے سے مراد یوحناؑ ہے جو الیاسؑ کی خو بو سے آیا۔ یہ فیصلہ بھی درحقیقت خود حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں ہے کہ وہ جو آسمان پر گیا وہ واپس نہ آئیگا۔ ہاں! جو آنے والا تھا اور خداوند کے نام پر آیا وہ حضرت احمد قادیانی علیہ السلام ہیں، چاہو تو مانو۔ ربنا اننا اٰمنا برسولك ربنا فاكتبنا مع الشاهدين۔

خلاصہ یہ کہ یہ بات بالکل درست ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ناصری نے شاگردوں کو دعا دیکر اور نصائح کر کے اور تبلیغ کے فرائض کی طرف متوجہ کر کے ان کے حق میں دعا کی اور خود ان سے الگ ہو کر کوہ زیتون پر چڑھے اور مغرب سے مشرق کا سفر اختیار کیا۔ پہلے عراق کے شمال کو بڑھے جہاں خارج شدہ یہودی آباد تھے اور نصیبین میں جا پہنچے جیسا کہ روضۃ الصفا میں لکھا ہے۔ اسکے بعد ایران سے ہوتے ہوئے خراسان اور ہرات پہنچے اور وہاں سے کابل اور جلال آباد اور باجوڑ آئے اور علاقہ یوسف زئی سے ہوتے ہوئے ہزارہ کو پار ہوئے اور حویلیاں سے کوہ مری گئے وہاں سے پونچھ سے

ہوتے ہوئے سری نگر کشمیر پہنچے۔

دوران قیام کشمیر، پنجاب اور بمبئی اور بنارس اور نیپال اور تبت کا دورہ کیا ہو تو ممکن ہے، جیسا کہ ان کے ایام جوانی کے ابتدائی سفر میں جس کا ذکر انجیل حیات المسیح میں نوٹو وچ روسی سیاح نے کیا ہے کہ وہ ان ممالک میں ایک دفعہ پھر کر دورہ کر چکے تھے اور ابتدائی تعلیم بھی ان ممالک میں حاصل کی تھی اور بالآخر دوسرا سفر جو واقعہ صلیب کے بعد اختیار کیا تو پہلے سفر کے نقش قدم پر کیا اور کشمیر میں آئے اور آخری ایام حیات بسر کئے۔

جس وقت وہ کوہ زیتون پر چڑھ رہے تھے تو وہاں بادل اور کُہر چھایا ہوا تھا جس میں حضرت عیسیٰؑ شاگردوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے اور ہوسکتا ہے کہ شاگردوں نے یہ عمداً قصہ بنا دیا ہو کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں تا کہ یہود ان کا پیچھا نہ کریں اور ہوسکتا ہے کہ چونکہ حواری سادہ لوح لوگ تھے کسی عیار و ہوشیار شخص نے بطور تمسخر کہہ دیا ہو کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور فکر نہ کرو اور آسمان کی طرف مت دیکھو وہ دوبارہ آجائیں گے۔

فصل چہارم: حضرت عیسیٰ ناصریؑ اور سفر کشمیر

(۱) حضرت عیسیٰ ناصریؑ کا ایک لقب المسیح بھی ہے جس کے معنی اس مسیح موعود کے بھی ہیں جس کے حضرت موسیٰؑ سے تیرہ سو سال بعد یہود منتظر تھے اور المسیح کے معنے عربی اور عبرانی میں برگزیدہ اور چنا ہوا اور تیل سے مسح شدہ بھی ہیں۔ عربی کتب لغت میں مسیح کے معنے سیاح اور کثرت سے سیر کرنے والا بھی ہیں۔ چنانچہ کنز العمال (جلد دوم صفحہ ۷۱) پر یہ حدیث موجود ہے کہ:

كان عيسىٰ ابن مريم يسيح فاذا امسىٰ اكل بقل الصحراء ويشرب الماء القراح۔

یعنی حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام ہمیشہ سیاحت کیا کرتے تھے اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سیر کرتے تھے اور جہاں شام پڑتی تھی تو جنگل کے بقولات میں سے کچھ کھاتے تھے اور خالص پانی پیتے تھے۔ (بحوالہ ''مسیح ہندوستان میں''۔ صفحہ 56۔ روحانی خزائن جلد 15)

(۲) ایک اور حدیث بھی الفتن لنعیم بن حماد جزء 1 صفحہ 7 پر حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے:

أَحَبُّ شَيْءٍ اِلَى اللهِ الْغُرَبَاءُ قِيلَ أَيُّ شَيْءٍ الْغُرَبَاءُ۔ قَالَ الَّذِيْنَ يَفِرُّوْنَ بِدِينِهِمْ يُجْمَعُوْنَ اِلَى عِيسىَ ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پیارے خدا کی جناب میں وہ لوگ ہیں جو غریب ہیں۔ پوچھا گیا کہ غریب کے کیا معنی ہیں۔ کیا وہ لوگ ہیں جو عیسیٰ مسیح کی طرح دین لیکر اپنے ملک سے بھاگتے ہیں۔

(بحوالہ ''مسیح ہندوستان میں''۔ صفحہ 56۔ روحانی خزائن جلد 15)

(۳) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اوحی اللّٰہ الیٰ عیسیٰ ان یا عیسیٰ انتقل من مکان الیٰ مکان لئلا تعرف فتؤذیٰ ۔ (رواہ ابوہریرہ) کنزالعمال جلد دوم صفحہ ۳۴)

یعنی خدا تعالیٰ نے واقعہ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰؑ کو وحی کی کہ اے عیسیٰ تو اس ملک سے کسی دوسرے ملک کی طرف چلا جا کہ یہاں رہ کر یہ یہود دوبارہ تجھ کو شناخت کر کے پھر تکلیف نہ دیں۔ اسی وحی الٰہی کے ماتحت حضرت عیسیٰؑ نے کنعان سے سفر اختیار کیا اور مشرق کی طرف بڑھے۔

(۴) قرآن کریم کہتا ہے کہ:

وَّاٰوَیْنٰھُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ۔ (المؤمنون:۵۱)

ترجمہ: اور ہم نے ان دونوں کو ایک اونچی جگہ پر پناہ دی جو ٹھہرنے کے قابل اور بہتے ہوئے پانیوں والی تھی۔

یعنی حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کو کنعان کے واقعہ صلیب کے بعد ایسے ملک میں پناہ دی جو سرسبز اور شاداب تھا جو سیر گاہوں اور قیام گاہوں سے پُر تھا اور جہاں جھیلیں اور چشمے اور دریا جاری تھے۔ جس نے کشمیر دیکھا ہو تو اس آیت کی تصدیق کریگا۔

(۵) حضرت عیسیٰؑ کو خدا نے:

وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۝ (اٰل عمران:۵۰)

ترجمہ: اور بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا۔

کہا ہے کہ وہ تمام بنی اسرائیل کا رسول تھا اور وہ خود فرماتا ہے:

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ (سورۃ الصّف:۷)

ترجمہ: اے بنی اسرائیل میں اللہ کی طرف سے تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہوں

مگر حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں بخت نصر کے حملہ کے بعد صرف دو فرقے بنی اسرائیل کے وہاں دوبارہ آباد ہوئے تھے۔ باقی دس فرقے تو مشرق اور جنوب اور شمال میں متفرق ہو چکے تھے۔ شمال

میں آرمینا میں جنوب میں خیبر، مدینہ اور یمن میں اور مشرق میں میدیا، فارس ،افغانستان ،ترکستان اور ہندوستان اور چین میں ۔حضرت عیسیٰؑ نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا کہ میں بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو جمع کرنے آیا ہوں ۔(انجیل متی باب ۱۵ آیت ۲۴) پس ان آیات کی رو سے حضرت عیسیٰؑ پر فرض تھا کہ وہ باقی دس فرقوں کو تلاش کر کے ان کو بھی اپنی دعوت رسالت سے آگاہ فرماتے اور اپنی دعوت کی تکمیل کرتے جو بغیر اس سفر کے بالکل نامکمل رہ جاتی ۔

(٦) جو انجیل حیات المسیح نامی شہر ہمس ملک تبت میں بدھ علماء سے ملی ہے اور نوٹووچ سیاح نے اس کو یورپ کی مختلف زبانوں میں طبع کرادیا ہے اور اردو میں قاضی سراج الدین صاحب بیرسٹرایٹ لاء راولپنڈی ایڈیٹر چودھویں صدی نے شائع کی ہے وہ اس بات پر گواہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ضرور مشرق میں بالخصوص ہندوستان میں تشریف لائے تھے ۔پس دوبارہ ہجرت بھی اسی ملک کے بنی اسرائیل کی طرف کی ۔

(٧) کتاب روضۃ الصفا میں صفحہ ۱۳۰ لغایت ۱۳۵ حضرت عیسیٰؑ کے اس سفر کا ذکر ہے جو انہوں نے بیت المقدس سے نصیبین تک اختیار کیا۔ ہماری غرض صرف سفر ثابت کرنا ہے ان تفصیلات سے نہیں جو روضۃ الصفا نے درج کی ہیں ۔نصیبین عراق کے شمال میں شہر ہے اور بیت المقدس سے شمال مشرق کو پانچ سو میل کے فاصلہ پر ہے۔

(٨) افغانستان اور کشمیر میں بنی اسرائیل موجود تھے اور راستہ میں فارس ،ارمینا میں یہود آباد تھے۔پس انکے پاس حضرت عیسیٰؑ کا جانا ضروری تھا۔

(٩) حضرت احمد قادیانی علیہ السلام نے ''مسیح ہندوستان میں'' نامی ایک کتاب تحریر فرمائی اور اس میں ایک فصل اس بات پر وقف ہے کہ حضرت بدھؑ کی اور حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کی بہت سی باتوں میں باہم مشابہت اور مناسبت بیان شدہ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ہندوستان میں آئے ۔آپ نے جو دعوت اہل بدھ کو یا بنی اسرائیل کو ہندوستان میں دی بدھ مذہب کے علماء نے پسندیدہ پا کر اپنی کتب میں درج کر کے حضرت بدھ کی طرف منسوب کر دی۔ چونکہ بدھ نے وہ

کتاب خود نہیں لکھی۔اس واسطے ان کے مذہب کی جملہ کتب ان کی وفات سے تین سو سال بعد تحریر ہوئی ہیں اور ممکن ہوسکتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی تعلیمات اور واقعات بھی بدھ مت والوں نے بدھ کی طرف منسوب کر لئے ہوں۔ ورنہ اس قدر توارد کے کیا معنے ہیں جو دونوں کے حالات میں یکساں پائے جاتے ہیں۔

(صفحہ ۷۰ لغائیت ۹۱ فصل دوم)

(۱۰) قرآن کریم کی آیت:

وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ۔ (المؤمنون:۵۱)

ترجمہ: اور ہم نے ان دونوں کو ایک اونچی جگہ پر پناہ دی جو ٹھہرنے کے قابل اور بہتے ہوئے پانیوں والی تھی۔

سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ان کی والدہ حضرت مریمؑ بھی کشمیر کی طرف آئیں اور کوہ مری کشمیر پوائنٹ پر مائی مرے یا ماں مریم کی قبر موجود ہے۔

(۱۱) حضرت عیسیٰؑ کا گدھے پر سواری کرنا ایک مشہور واقعہ ہے اور انجیل (متی باب ۲۱ آیت ۲۔۵) سے بھی ثابت ہے۔حویلیاں اور ایبٹ آباد کے درمیان ایک پڑاؤ کھوتے کی قبر مشہور ہے جہاں ایک گدھا زمانہ قدیم سے دفن ہے اور اہل ہزارہ اسکی بڑی عزت کرتے ہیں۔غالباً یہ حضرت عیسیٰؑ کا مشہور خرِ عیسیٰ ہے جو یہاں مرا اور دفن ہوا۔ورنہ عام گدھوں کو یہ عزت کہاں نصیب ہوئی!

(۱۲) حضرت عیسیٰؑ کی تلاش میں ان کا حواری تھوما (طامس) شام سے ہندوستان براہ کابل آیا اور مدراس میں شہید ہوا، اسکی قبر میلا پور مدراس میں موجود ہے۔عیسائی کہتے ہیں برتلمائی رسول بھی ہندوستان آیا۔اب اگر یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کی تلاش میں نہ آئے تھے تو کیوں اِدھر آئے؟ان کی آمد کی غرض کیا تھی؟

فصل پنجم: حضرت یوز آسف نبی علیہ السلام

کشمیر شہر سری نگر علاقہ خانیار، روضہ بل میں حضرت یوز آسف نبیؑ کا مزار موجود ہے۔اس کے شمال میں مکانات ہیں۔اس کے جنوب میں راستہ عام اور میدان ہے۔اس کے مشرق میں قبرستان ہے جسکی مغرب کی طرف وہ کوچہ ہے جو جامع مسجد سکندر بادشاہ کی طرف جاتا ہے اور درمیان میں ایک مستطیل عمارت ہے جو چار دیواری کے اندر اور سقف سے مسقّف ہے۔کمرہ کے اندر ایک چوبی پنجرہ ہے جس کے اندر حضرت یوز آسف نبیؑ کی قبر ہے اور باہر غلام گردش میں جنوب کی طرف سید نصیر الدین کی قبر ہے جو چوبی پنجرہ سے باہر ہے۔اس کمرہ کا دروازہ ایک ڈیوڑھی میں ہے جس کا دروازہ جنوب کو کھلتا ہے اور عمارت کے جنوب مشرقی کونہ پر واقع ہے اور اس کمرہ کے نیچے تہ خانہ ہے جس کا کوئی راستہ کھلا نہیں ہے۔البتہ جنوب مشرق کے ایک کونہ میں ایک روشندان ہے جو تہ خانہ کو صرف روشنی دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ کسی زمانہ میں اسکے اندر سے خوشبو آتی تھی۔اب اسکو کسی وجہ سے بند رکھا ہے۔

خاکسار نے کرات مرات اس روضہ کی زیارت کی ہے۔جبکہ میں جولائی ۱۹۲۸ء میں اس زیارت سے باہر نکلا اور میرے ساتھ میرزا سعداللہ خاں وکیل مردان اور ارباب محمود جان صاحب ساکن تہکال ضلع پیشاور تھے اور اس وقت مغرب کی جانب متصل مقبرہ مسجد سے ایک صاحب نکلے جو تیس سالہ جوان ہوگا۔اس نے خودبخود ہمارے ساتھ فارسی میں گفتگو شروع کی جو خود ایک کاشمیری نوجوان تھا اور کہا کہ ایں روضہ حضرت عیسیٰؑ السلام است۔یہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کی قبر ہے۔میں نے جواب میں کہا کہ آیا شما احمدی ہستید۔تم احمدی ہو، تو اس نے کہا نے بلکہ حنفی ہستم۔نہیں بلکہ حنفی ہوں۔میں نے کہا کہ مردم می گویند کہ حضرت عیسیٰؑ بر آسمان رفتہ۔ایں جا چگونہ آمد۔لوگ تو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر ہیں، یہاں کیسے آئے۔تو اس نے جواب دیا کہ مردم

غلط مے گوید۔لوگ غلط کہتے ہیں۔ممکن ہوسکتا ہے کہ حضرت یوز آسف دراصل یسوع یوسف ہوں اور رفتہ رفتہ یوز آسف ہو گیا ہو۔ یا ممکن ہے کہ یسوع آسف ہو جس کے معنے ہیں کہ وہ عیسیٰؑ جو پراگندہ لوگوں کو جمع کرنے والا ہے اور یہ تعریف حضرت عیسیٰؑ کے اس انجیلی قول کے مطابق ہے کہ نبی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو اکٹھا کرنے آیا ہوں۔

کتب تواریخ کشمیر میں

(۱) تاریخ اعظمی میں محمد اعظم مورخ کشمیری بہ زمانہ اورنگ زیب بادشاہ لکھتا ہے کہ روضہ بل میں ایک پیغمبر کی قبر موجود ہے جس کو یوز آسف کہتے ہیں۔ وہ ایک شہزادہ نبی تھا جو کسی دوسرے ملک سے یہاں آکر آباد ہوا تھا۔

(۲) شیعوں کی کتاب عین الحیات صفحہ ۱۱۹ میں بھی یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ حضرت یوز آسف ایک سیاح نبی تھا اور شہزادہ تھا جو کشمیر میں باہر سے آیا تھا۔

(۳) تاریخ کبیر کشمیر الموسومہ بہ تحائف الابرار فی تذکرۃ الاولیا الاخیار مصنفہ حاجی محی الدین کشمیری صفحہ ۳۴ پر فارسی میں کہتے ہیں کہ سید نصیر الدین خانیاری ایک بلند درجہ کے سید ہیں۔ انہوں نے اپنا احوال پوشیدہ رکھا اور خانیار کے قریب ان کا مزار ہے اور خاص وعام میں زیارت گاہ مشہور ہے اور اسکے مقبرے کو روضہ بل کہتے ہیں۔سید صاحب کی قبر مبارک کی جانب جنوب (دراصل یہ لفظ شمال ہے جو غلطی سے جنوب لکھا گیا ہے، ہم نے بوقت ترجمہ جنوب ہی رہنے دیا) ایک قبر کا تعویذ واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے نیچے ایک پیغمبر مدفون ہیں اور اسی وجہ سے یہ مقام ایک پیغمبر کا مقام ہونے کے سبب سے شہرت رکھتا ہے۔خواجہ اعظم کہتے ہیں کہ زمانہ سابق میں ایک شہزادہ جو اپنے تقویٰ اور پارسائی میں انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔اس ملک کی رسالت پر مامور ہوا اور لوگوں کو دعوت دینے میں مصروف ہوا۔اس کا نام یوز آسف تھا اور رحلت فرمانے کے بعد آنزمرہ قریب خانیار میں مدفون ہوا۔

نیز کہتے ہیں کہ راجہ گو پانند کے زمانہ میں جو اسی شہر کا حاکم تھا، اس سوراخ سے جو مغربی دیوار زیارت گاہ موصوف میں ہے، مشک کی بو آتی تھی۔ ایک عورت جو زیارت کو آئی تو اس کے شیر خوار بچے نے اس سوراخ میں پیشاب کر دیا تو اس وقت سے وہ خوشبو بند ہوگئی اور وہ عورت دیوانہ ہوگئی۔ اسکی تحریر کا اقتباس ہے۔ چونکہ مصنف ایک متعصب ملا ہے اور حضرت احمدؑ کے زمانہ کو پا چکا ہے۔ ارادۃً حضرت یوز آسف کی قبر کو سید نصیر الدین کی قرار دیا اور سید صاحب کی قبر کو حضرت یوز آسف کی قرار دیا اور ساتھ ہی یوز آسف کے بارہ میں از خود تاویلات کرنی شروع کر دی ہیں۔

(۴) کتاب اکمال الدین مطبوعہ ایران میں یوز آسف نبی کا ذکر موجود ہے جو آج سے ہزار سال قبل کی تصنیف ہے۔ اسکے صفحہ ۳۵۹ پر عربی زبان میں لکھا ہے کہ:

''وسار فی بلاد ومدائین کثیرۃ حتیٰ اتی ارضا تسمی قشمیر فسار فیھا واحیا فیھا ومکث حتی اتی الاجل الی ضلع الجسد وار تفع الی النور وقبل موته دعا تلمیذاً له، اسمه یابدالذی کان رجلا کاملا فی الامور کلھا فاوصی الیه فقال له، قدوفاارتفاعی عن الدنیا فاحفظوا بغرائضکم ولا تزیغوا عن الحق وخذ وابالنسك ثم امریا بدان یبنی له مکانا وبسط ھورجلیه دھیارأسه الی الغرب ووجه الی الشرق ثم قضٰی نجه۔''

یعنی (یوز آسف) بہت سارے ملکوں اور شہروں میں گشت کرتے ہوئے اس سرزمین کو پہنچے جس کو کشمیر کہتے ہیں، اسمیں سیر کرتے رہے۔ وہاں زندگی کے ایام بسر کئے اور وہاں ٹھہرے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی موت کے دن قریب آ گئے۔ انہوں نے خاکی جسم کو چھوڑا اور نور کی طرف ان کا رفع ہوا اور اپنی وفات سے قبل انہوں نے اپنے ایک شاگرد کو جس کا نام یابد تھا، بلایا جو آپکی خدمت کیا کرتا تھا اور آپ کے حضور میں حاضر رہتا تھا اور کل امور میں ایک کامل مرد تھا۔ آپ نے اس کو وصیت کی کہ میرا دنیا سے اٹھنے کا وقت آ گیا ہے۔ تم اپنے فرائض کو اہتمام سے ادا کرنا اور حق کا تارک نہ ہونا اور عبادت کا پابند رہنا۔ پھر یابد کو حکم دیا کہ میرے لئے ایک مقبرہ بناؤ اور اپنے پاؤں کو پھیلا

دیا۔سر مغرب کی طرف کر دیا اور منہ مشرق کی طرف کیا اور جاں بحق ہو گیا۔

(۵) جوزف جیکسن اپنی کتاب برلام، اور جوز آصف میں بڑی پرانی کتابوں کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ وہ یعنی (جوز آصف) آخر کار کشمیر میں جاتا ہے اور جہاں وہ مغرب کی طرف سر کر کے اور مشرق کی طرف پاؤں پھیلا کر مر جاتا ہے اور اس طرح تاریخ اکمال الدین کے بیان کی تصدیق کرتا ہے۔

(٦) کتاب اکمال الدین کا مصنف ایک واقعہ بیان کرتا ہے جس سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ شہزادہ نبی جو غیر ملک سے کشمیر میں آیا اور یہاں فوت ہوا، وہ حضرت عیسیٰؑ ہی تھے۔ اسکی کتاب کا نام البشریٰ تھا۔ اسکے الفاظ یہ ہیں:

" حتی بلغ فضاء واسعافرفع راسه فرأ شجرة عظيمة على عين ماء احسن مايكون من الشجرة اكژها فرعاًوغصناًواصلا ها،ثمراوقداجتمع اليه من الطيرمالا يعدكثيره فسربذلك المنظر وفرح به وتقدم اليه حتى وليى منه وجعل تعبره ويفسره الشجرة بالبشرىٰ التى دعا اليهاوعين الماء بالحكمة والعلم والطير بالناس الذين يجتمعون اليه ويقبلون منهه الدين ۔"

ترجمہ: یہاں تک کہ وہ (یوز آسف) ایک وسیع میدان میں پہنچا۔ اپنا سر اوپر اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا درخت ایک چشمہ کے کنارے کھڑا ہے، نہایت ہی خوبصورت ہے۔ بہت شاخوں اور ٹہنیوں والا میٹھے پھل والا اور اس پر بے شمار پرندے بیٹھے ہیں اور وہ اس نظارہ سے نہایت مسرور اور خوش ہوا اور اس درخت کی طرف بڑھا۔ یہاں تک کہ اسکے پاس پہنچا اور اس درخت کی تعبیر اور تفسیر کرنے لگا کہ درخت کو اس نے اس بشریٰ سے مشابہت دی جسکی طرف وہ لوگوں کو بلایا کرتا تھا اور چشمہ کو علم وحکمت سے مشابہت دی اور پرندوں کو ان لوگوں سے جو اُس کے پاس جمع ہوتے تھے اور اُس کا دین قبول کرتے تھے۔

(۷) عیسائیوں نے جزیرہ سسلی کے شہر ماپلرمو میں یوز آسف کے نام کا گرجا بنا رکھا ہے اور یوز آسف کا نام سینٹ جوز آصف رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ بزرگ پہلی صدی عیسوی میں گزرا ہے اور سینٹ جوہن (John) دمشقی نے سب سے اول اس کا ذکر یورپ میں پیش کیا ہے۔ گویا عیسائی تسلیم کرتے ہیں کہ یوز آسف یا جوز آفٹ کا تعلق عیسوی مذہب سے ہے اور اس مذہب میں بھی سینٹ کا درجہ رکھتا ہے اور اسقدر قابل قدر ہستی ہے کہ اس کے نام کا چرچ بھی قائم کیا گیا ہے اور پھر وہ عیسیٰ کی پہلے صدی میں گزرا ہے۔ پھر کیوں نہ صاف کہہ دیا جاوے کہ وہ خود عیسیٰ ہے جس کو عیسائیوں نے عمداً حضرت عیسیٰؑ سے الگ فرد ظاہر کیا ہے مگر وہ اسکی الگ تاریخ نہیں کر سکے۔

پادری جوز فٹ جیکسن تسلیم کرتا ہے کہ جوز آفٹ دراصل یوز آسف ہی ہے اور اس کا قصہ مشرق سے مغرب کو گیا ہے۔

(۸) جو لوگ کہتے ہیں کہ یوز آسف کوئی ہندی شخص تھا اور بدھ مذہب سے اس کا تعلق تھا وہ کس طرح ثابت کرینگے۔ ایک ہندی شخص جو زمانہ بدھ یا اسکے قریب گزرا ہے اس کا نام بجائے ہندی کے عبرانی ہوا تو پھر کس طرح ہوا۔ کیونکہ یوز آسف میں آسف کا لفظ تو خواہ مخواہ عبرانی ہے نہ سنسکرت جس کے معنے ہیں پراگندہ لوگوں کو جمع کرنے والا۔ پس حضرت یوز آسف کا نام ہی ان کو ہندی نہیں بلکہ عبرانی ثابت کر رہا ہے اور ایسے معترضین کی تردید کے واسطے ان کا نام ہی کافی ہے۔

اہل تاریخ جب خود بار بار کہتے ہیں کہ وہ ہندوستان کے نہ تھے بلکہ کسی دور مغربی ملک سے آئے تھے، تو اس کو ہندی کہنا صرف ایجاد بے بنیاد ہے۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ وہ کوئی مسلمان ولی ہے تو یہ خود اس بات کی تردید ہے کہ عام مسلمان کسی شخص کو حضرت محمد رسول اللہؐ کے بعد نبی نہیں مانتے اس کا نبی ہونا اسکو حضرت محمد رسول اللہ سے ماقبل نبی ثابت کر رہا ہے۔ سوائے عربی اور عبرانی زبان کے کسی زبان میں خدا کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ کرنے والے کو نبی نہیں کہتے۔ پس یہ شخص ضرور عرب ہے یا عبرانی ہے۔ ملک عرب میں حضرت محمد رسول اللہؐ سے قبل کوئی شخص یوز آسف نام کا نبی نہیں گزرا ہے البتہ عربی میں یسوع یوسف تو گزرا ہے

اور آسف نام بنی اسرائیل میں موجود ہے۔آسف بن برخیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا۔پس یوز آسف ضرور عبرانی نبی تھا۔

اگر کسی عبرانی نبی کا ہندوستان کی طرف آنا ممکن ہے تو وہ صرف حضرت عیسیٰؑ ہی ہو سکتے ہیں جن کا فرض رسالت تھا کہ وہ بنی اسرائیل کی پراگندہ بھیڑوں کو جمع کریں۔(متی باب ۱۵ آیت ۲۴)

بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو ۶۰۰ سال قبل ہوا ہے۔اگر یہ درست ہے تو ایسے نبی حضرت عیسیٰؑ ہی ہیں جو چھ سو ۶۰۰ سال قبل از رسالت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ (آل عمران: ۵۰) مبعوث ہوئے۔

(۹) حضرت عیسیٰؑ جن کو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں اور انگریزی میں جیسز کرائسٹ کہتے ہیں، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے واسطے جب علامہ فیضی نے انجیل کا فارسی نظم میں ترجمہ کرنا چاہا تو اس کا پہلا مصرعہ یہ تھا۔

اے نام تو ژژو و کرشتو

گویا اس نے جیسز کو ژژو بنا دیا اور کرائسٹ کو کرشتو کر دیا اور یونانی زبان میں کرایسٹ کو خرستس[1] (انجیل (یوحنا باب اول آیت ۴۱، باب ۲ آیت ۲۵) کہتے ہیں۔تو کیا تعجب ہو سکتا ہے اگر یسوع یوسف بگڑ کر یوز آسف بن گیا ہو جبکہ باقی حالات بھی اس کے حضرت عیسیٰؑ سے ملتے جلتے ہیں۔

(۱۰) مولوی عبد اللہ صاحب کشمیری جو پہلے احمدی تھے اور اب مرتد ہو کر بہائی ہو گئے ہیں اپنے ایک خط میں حضرت سیدنا احمد قادیانی علیہ السلام کو ۱۸۹۸ء میں لکھتے ہیں۔یہ خط کتاب راز حقیقت کے صفحہ ۱۵/۱۸ پر طبع شدہ ہے جس کا اقتباس یہ ہے:

(ا) جناب من عند التحقیقات مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ مزار در حقیقت یوز آسف علیہ السلام نبی اللہ کی ہے۔یہ مسلمانوں کے محلہ میں واقع ہے۔کسی ہندو کی وہاں سکونت نہیں۔

(ب) معتبر لوگوں کی شہادت سے ثابت ہے کہ تقریباً انیس سو سال سے یہ مزار ہے۔

[1] انجیل یوحنا باب اول ایت ۴۱ باب ۲ آیت ۲۵

(ج) عام خیال ہے کہ اس مزار میں ایک پیغمبر مدفون ہے جو کشمیر میں کسی اور ملک سے لوگوں کو نصیحت کرنے آیا تھا اور کہتے ہیں کہ یہ نبی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً چھ سو ۶۰۰ سال پہلے گزرا ہے۔

(د) یہ واقعات بہر حال ثابت ہو چکے ہیں اور متواتر شہادت کے کمال درجہ تحقیق تک پہنچ چکے ہیں کہ یہ بزرگ جس کا نام کشمیر کے مسلمانوں نے یوز آسف رکھ لیا ہے، یہ نبی ہے اور نیز شہزادہ ہے۔

(ہ) نبی کا لفظ اہل اسلام اور اسرائیلیوں میں ایک مشترکہ لفظ ہے۔

(و) کشمیر کے تمام مسلمان بالاتفاق یہی کہتے ہیں کہ یہ نبی اسلام سے پہلے کا ہے۔

(ز) یہی یقین ہوا کہ وہ اسرائیلی نبی ہے۔

(ح) لہٰذا صفائی سے یہ بات طے ہوگئی ہے کہ یہ بنی اسرائیلی نبی ہے۔

(ط) پس تواتر تاریخ سے یہ بات ثابت ہو جانا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے چھ سو برس پہلے گزرا ہے، پہلی دلیل پر اور بھی یقین کا رنگ چڑھ جاتا ہے اور زیرک دلوں کو زور کے ساتھ اس طرف لاتا ہے کہ یہ نبی حضرت مسیح علیہ السلام ہیں اور کوئی دوسرا نہیں۔ کیونکہ وہی اسرائیلی نبی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے چھ سو برس پہلے گزرے ہیں۔

(ی) پھر یہ خبر متواتر طور غور کرنے سے کہ یہ نبی شہزادہ بھی کہلاتا ہے، یہ ثبوت نور علیٰ نور ہے کیونکہ اس مدت میں بجز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی نبی شہزادہ کے نام سے کبھی مشہور نہیں ہوا۔

(ک) یوز آسف جو یسوع یوسف کے لفظ سے بہت ملتا ہے، ان تمام یقینی باتوں کو اور بھی قوت بخشتا ہے۔

(ل) اس مقبرہ کے ساتھ ہی کچھ تھوڑے فاصلے پر ایک پہاڑ کوہ سلیمان کے نام سے مشہور ہے۔ اس نام سے بھی پتہ ملتا ہے کہ یہ کوئی اسرائیلی نبی اس جگہ آیا تھا۔

(م) اس شہر کے شیعہ لوگ یہی کہتے ہیں کہ یہ کسی نبی کی قبر ہے جو کسی ملک سے بطور سیاحت

آیا تھا اور شہزادہ کے لقب سے موسوم تھا۔

اگر مولوی عبداللہ صاحب اب مرتد ہو کے کوئی عذر بناوے تو یہ عذر نامعقول ثابت می کند الزام کا مصداق ہے۔ یہ خط ۱۸۹۸ء میں لکھا گیا ہے اور شائع شدہ ہے۔ اسکے مرتد ہونے کے صرف چند سال ہوتے ہیں۔ اس نے جن پر اثر الفاظ میں حضرت یوز آسف کو حضرت عیسیٰؑ ناصری ثابت کیا ہے وہ گزشتہ فقرات سے ثابت ہے۔ اگر وہ اب کہتے کہ یوز آسف تو ہے مگر حضرت عیسیٰؑ نہیں تو اس کا جواب یہ ہے بے حیا باش ہر چہ خواہی گو۔

ہمکو معلوم ہوا ہے کہ مولوی صاحب اب یہ عذر بھی کرتے ہیں کہ حضرت احمدؑ نے میرے خط میں بھی کسی قدر ترمیم کی تھی۔ اگر یہ امر درست ہے تو اڑتالیس ۴۸ سال تک وہ کیوں خاموش رہے اور فوراً ہی حضرت صاحب کو یہ امر کیوں یاد نہ دلایا؟ مگر مولوی موصوف نے یہ بات نہیں بتائی کہ وہ ترمیم کن کن فقرات میں کی گئی ہے جو دراصل مولوی صاحب کے منشاء کے خلاف تھے۔ الغرض یہ واقعات کالشمس فی نصف النہار ثابت کرتے ہیں کہ یوز آسف یسوع یوسف ہی ہے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

کوہ مری جو نواح کشمیر میں ایک سرد پہاڑ ہے، وہاں کشمیر پوائنٹ پر ایک قبر موجود ہے جسکی عام لوگ زیارت کو آتے ہیں اور اس روضہ کو 'مائی مری' کی قبر کہتے ہیں جو اس زبان میں اماں مریم کے ہم معنے ہے۔ لفظ مریم عربی ہے۔ میریم عبرانی ہے۔ مرے ہزارہ کی زبان میں کہتے ہیں۔ میری انگریزی زبان میں کہتے ہیں اور مریاں پشاور کی زبان میں کہتے ہیں۔ ایک نام کے مختلف تلفظ ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ مریم ہوں جو ان کی رفیق سفر تھیں جیسا کہ:

وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ۔ (المؤمنون:۵۱)

ترجمہ: اور ہم نے ان دونوں کو ایک اونچی جگہ پر پناہ دی جو ٹھہرنے کے قابل اور بہتے ہوئے پانیوں والی تھی۔

سے ثابت ہے اور وہ جبال کشمیر میں پہنچ کر یہاں وفات پا گئی ہو اور یہ قبر اسی حضرت مریمؑ ہی کی ہو

کیونکہ کشمیر میں صرف حضرت عیسیٰؑ کی قبر موجود ہے۔حویلیاں سے ایبٹ آباد جاتے ہوئے نصف راہ میں لب نالہ ایک گدھے کی قبر ہے جسکو لوگ کھوتے دی قبر کہتے ہیں۔وہاں ایک زمانہ میں پڑاؤ بھی تھا اور باغ ہے،مسجد ہے اور زیارت نبی ہے۔اگر یہ حضرت عیسیٰؑ کا گدھا نہیں تو کسی اور گدھے کو ایک عام قبولیت اور عزت نصیب نہیں ہوسکتی۔اہل ہزارہ نے بگے کھوتے کی یاد میں ایک نظم بھی بنا رکھی ہے جسے وہ سوز سے گاتے ہیں۔

عبرانی زبان میں امام اور راہبر کو لام کہتے ہیں۔بدھ مذہب والے اپنے بڑے پیشوا کو لاما کہتے ہیں اور نعمان علاقہ افغانستان میں تین قبریں بنی ہوئی ہیں۔ایک مہتر لام کی،ایک نور لام کی اور ایک انکی ہمراہی عورت کی۔ہوسکتا ہے کہ مہتر لام حضرت عیسیٰؑ ہو۔نور لام تھوما رسول ہو اور وہ عورت مریم ہو۔وہاں کے باشندے کہتے ہیں کہ دراصل یہ ان کی نشست گاہ ہیں ان پر قبریں فرضی بنی ہیں۔یہاں پر یہ لوگ ٹھہرے تھے وہ لوگ مہتر لام کو نبی کہتے ہیں جو بہر حال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہوا ہے کیونکہ عام مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کے قائل نہیں ہیں۔

❁❁

باب چہارم: درباره گم شده فرقے بنی اسرائیل

فصل اوّل: بنی اسرائیل کے فرقوں کی اسیری ورہائی

جس وقت حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو مخاطب ہو کر فرمایا:

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ○

(سورۃ المائدہ: آیت ۲۱)

ترجمہ: اور (تم اس وقت کو یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم تم اللہ کے (اس) احسان کو یاد کرو جو اس نے (اس وقت) تم پر کیا تھا جب اس نے تم میں نبی مقرر کئے تھے اور تمہیں بادشاہ بنایا تھا اور تمہیں وہ کچھ دیا تھا جو (دنیا کی) معلوم قوموں میں سے کسی کو نہیں دیا تھا۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا دیکھو (استثنا باب ۲۸) کہ اگر تم نے خدائی عہد کی تکمیل کی تو تم میں سے بادشاہ بھی ہونگے اور خدا ہر طرح تم کو انعام کرتا رہیگا۔ نیز اگر تم نے خدا سے نافرمانی اور بدعہدی کی تو تم سے نبوت اور بادشاہت سب نعمتیں چھین لی جاویں گی اور تم برباد ہو جاؤ گے اور غیر بادشاہ تم پر مسلط کر دئے جائیں گے۔

خدا نے بنی اسرائیل پر حضرت موسیٰؑ کے بعد پانچ سو سال تک قاضی قائم رکھے جو ان پر حکومت کرتے تھے۔ پھر پانچ سو سال بعد حضرت سموئیلؑ کے زمانہ میں ساؤل بن قیس بن یامینی کو پہلا بادشاہ مقرر کیا۔ ان کے جانشین حضرت داوٗدؑ نبی ہوئے اور انکے جانشین حضرت سلیمانؑ نبی ہوئے۔

اسکے بعد امت موسویہ میں دوحکومتیں قائم ہوئیں۔ ایک یہوداہ کے خاندان میں جن میں حضرت سلیمانؑ کے بعد ۱۳ بادشاہ ہوئے اور دوسری حکومت اسرائیل کی تھی جس میں ۱۹ بادشاہ ہوئے مگر بنی اسرائیل ان ایام میں اکثر خدا سے باغی اور مشرک ہوگئے اور توریت کی اتباع سے باغی ہوگئے۔

ان حکومتوں کا آپس میں بھی اتفاق نہ تھا۔ اکثر آپس میں اُلجھ جاتے تھے۔ قریباً ڈھائی سو سال انہوں نے آرام سے حکومت کی۔ اسکے بعد دوسری قوموں نے حملے شروع کردیئے اور ان کو خوب سزا دی۔ تین دفعہ ان پر ملک اسور کے بادشاہوں نے حملے کئے۔

پہلا حملہ بادشاہ اسور پلوں نے کیا جو حضرت عیسیٰؑ سے ۷۷۱ برس قبل تھا اور یوروشلم کی بربادی سے ۱۸۳ سال پہلے تھا۔ ان دنوں اسرائیل کا بادشاہ ناحم تھا اور یہوداہ کا بادشاہ عزیاہ تھا۔ روبن اور جدوغیرہ قوموں کا ملک پامال ہوا اور یہ فرقے اسیر ہوکر اسور کو لیجائے گئے۔

دوسرا حملہ تنگلت پلاسر بادشاہ اسور نے کیا جو حضرت عیسیٰؑ سے ۷۴۰ سال قبل تھا اور یوروشلم کی بربادی سے ۱۵۲ سال پہلے تھا اور اس وقت اسرائیل کا بادشاہ فقح تھا اور یہوداہ کا بادشاہ آخز تھا اور حملہ جلباد اور گلیل وغیرہ پر ہوا اور کثرت سے باشندوں کو اسیر کرکے اسور کو لے گئے۔

تیسرا حملہ سلمنسر بادشاہ اسور نے کیا جو ۷۲۱ سال قبل مسیح تھا اور یوروشلم کی بربادی سے ۱۳۳ سال قبل تھا۔ اس وقت اسرائیل کا بادشاہ ہوسیع تھا اور یہوداہ کا بادشاہ خرقیا تھا۔ تمام بنی اسرائیل پر اس حملہ کا اثر تھا۔ لشکر بنی اسرائیل کو قید کرکے اسور کو لے گئے اور فارس اور میدایا میں ان کو جابسایا۔

اس کے بعد بخت نصر بابل میں بادشاہ ہوا اور اس نے اسور کو اپنا ماتحت بنالیا اور اپنی حکومت کو دور دور پھیلانا چاہا۔ اس واسطے اس نے کنعان پر حملہ ۶۰۷ سال قبل از مسیح کیا اور اس وقت کا بادشاہ یہویقیم یہوداہ کا بادشاہ تھا۔ اس دفعہ جو اس نے بنی اسرائیل کو شکست دی تو چند فرقے اسیر کرکے لے گیا جن میں حضرت دانیال نبی اور دوسرے شہزادے بھی اسیر ہوکر بابل کو گئے۔

بخت نصر نے دوسرے حملہ یہویاکین یہوداہ کے بادشاہ کے زمانہ میں ۵۹۹ سال قبل از مسیح کیا۔ اس حملہ میں دس ہزار رئیس بنی اسرائیل کے قید ہوکر گئے اور انکو بابل کی حکومت میں جابسایا۔

بخت نصر نے تیسرا حملہ صدقیا بادشاہ یہوداہ کے زمانہ میں کیا جو ۵۸۸ سال قبل از مسیح تھا۔ اس تیسرے حملہ میں یوروشلم بالکل برباد کر دیا گیا اور بنی اسرائیل اسیر ہو کر بابل گئے اور وہاں سے تتر بتر کر دیئے گئے۔ کوئی عرب میں، کوئی حجاز میں، کوئی خیبر میں اور کوئی مدینہ میں آباد ہوئے۔ کوئی ملک عدن میں جا بسا اور ملک یمن اور حضرموت میں آباد ہوئے۔ کوئی فارس اور عراق اور میدیہ میں آباد ہوئے۔ کوئی مشرق کی طرف دریائے سندھ کے کنارے تک آ کر آباد ہوئے رفتہ رفتہ یہ لوگ افغانستان اور ترکستان اور چین اور مالابار اور تبت میں جا بسے۔

اسیری سے رہائی

ستر (70) سال بعد بخت نصر مر گیا اور اسکی اولاد تین پشت تک حکومت کرتی رہی۔ بالآخر فارسی خورس فارس اور میدیا کا بادشاہ ہوا۔ اس نے یہود کی مدد سے شاہ بابل کو شکست دی اور بابل فتح ہوا۔ بابل کا بادشاہ حکومت سے سبکدوش ہو کر شہر پارتھیا میں جا رہا اور حکومت خورس کو مل گئی۔ اس نے فرمان شاہی سے یہوداہ کو آزادی دیدی۔ مگر صرف دو فرقے یہوداہ اور بن یامین واپس یروشلم گئے تاکہ یروشلم کو دوبارہ آباد کریں اور ان کو بڑی دولت اور انکا سامان جو بیت المقدس سے لوٹ کر لیا گیا تھا، واپس کرایا اکثر یہود جہاں تھے وہاں رہے اور واپس نہ گئے۔

یوروشلم کو واپسی

پہلا گروہ جو اسیری کے بعد یوروشلم واپس ہوا اس کا سردار زروبابل تھا جو خورس کے تخت نشین ہونے پر مسیح سے ۵۳۵ سال قبل بابل روانہ ہوا اور بیس برس کے عرصہ میں اس نے ہیکل کو تعمیر کر لیا۔ دوسرا گروہ جس کے سردار حضرت عزرؑ نبی تھے جو مسیح سے ۴۵۸ سال قبل بابل سے روانہ ہوئے۔ انہوں نے موسوی شریعت کے بحال کرنے میں بڑی محنت کی۔

❁❁

فصل دوم: دس فرقوں کا مشرق کی طرف بڑھنا

بخت نصر اور بابل اور شاہان اسور نے جو بنی اسرائیل اسیر کر کے ممالک شرقیہ میں آباد کئے وہ رفتہ رفتہ مشرقی ممالک میں دور دور تک پھیل گئے۔ کچھ لوگ تو آرمینا میں آباد ہوئے۔ کچھ لوگ عراق میں سکونت پذیر ہوئے۔ کچھ لوگ عرب میں مدینہ، خیبر، یمن، سبا اور حضرموت میں جا بسے۔ کچھ لوگ فارس اور میدیا میں آباد ہوئے۔ کچھ لوگ ہندوستان، چین، ترکستان اور افغانستان میں سکونت کرنے لگے۔ چنانچہ ذیل کے حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہے:

(۱) پادری ولیم جی بلیکی صاحب تاریخ بائبل میں لکھتے ہیں کہ یہودی فارسی سلطنت میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں بنی اسرائیل عموماً یہودی کہلاتے تھے۔ (کتاب آستر ۸ / ۳) اب تک وہ انہی قوانین اور رسوم کے پابند اور اپنی قومیت کو برابر قائم رکھتے تھے۔

(کتاب آستر ۸ / ۳ تاریخ بائبل صفحہ ۴۰۸)

وہ پھر اسرائیل کی جلاوطنی کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ دس فرقوں کی بادشاہی پھر بحال نہ ہوئی اور نہ کبھی ان اسیروں یا جلاوطنوں نے اکٹھے ہو کر یوروشلم میں واپس آنیکی کوشش کی۔ اس قوم کا اکثر حصہ اپنے ملک یوروشلم سے خارج رہا۔ اس معاملہ کی نسبت کہ ان اسرائیلیوں کی اولاد کہاں پائی جاتی ہے، کئی گمان مروج ہیں۔ کئی وجوہ کی بنا پر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ان میں سے بعض ہند میں اور بعض امریکہ میں اور ایسی جگہوں میں جو انکی پہلی اسیری کی جگہ کے نزدیک تھیں، آباد ہوئے۔

(تاریخ بائبل صفحہ ۳۳۵)

ان کا زیادہ حصہ میدیا میں رکھا گیا۔ (صفحہ ۲۳۴) نئے عہد نامہ (انجیل) کے زمانہ میں اسرائیل کی تمام قوم اس طرح مخاطب کی جاتی تھی۔ وہ بارہ فرقے جو جا بجا رہتے ہیں۔ (یعقوب کا خط ۱ / ۱ تاریخ بائبل صفحہ ۳۳۵) گویا حضرت عیسیٰؑ اور ان کے حواریوں نے بارہ فرقوں میں انجیل کی

دعوت کی تھی۔

میدیہ مادیوں کا اصل زادوبوم مشرق کی جانب تھا۔ یہ لوگ دریائے سندھ کے آس پاس سے نکلے تھے اور اس ملک میں آباد تھے۔ جسے انہوں نے یہ نام دیا (تاریخ بائبل صفحہ ۳۲۹) پھر وہ لکھتا ہے کہ اب وہ فارس کی سلطنت کے ایک سوستائیس صوبوں میں یعنی دریائے سندھ سے اتھوپیا تک جابجا پھیلے ہوئے تھے۔ (تاریخ بائبل صفحہ ۴۸)

دیگر ممالک مشرق کے عنوان کے ماتحت وہ لکھتا ہے کہ:

''عرب میں بہت یہودی آباد تھے اور بہت مدت تک یمن اور سبا کے تخت پر بیٹھتے رہے۔ وہ چین میں بھی گئے۔ روایت ہے کہ چھ ہزار یہودیوں کا ایک جتھہ پچاس یا ساٹھ برس قبل از مسیح فارس سے چین کی طرف روانہ ہوا۔ بلکہ کہتے ہیں کہ کئی یہودی چین میں حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہوئے۔ ان یہودیوں کی اولاد اب تک چین میں پائی جاتی ہے۔ وہاں انہوں نے یوروشلم کے ہیکل کے نقشہ کے مطابق ایک معبد تیار کیا ہے۔'' (تاریخ بائبل صفحہ ۴۴۳)

حضرت عیسیٰؑ کے واقعہ صلیب کے بعد حواریوں کی تبلیغی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے پادری بلیکی صاحب تاریخ بائبل میں کہتے ہیں کہ:

''تھوما حواری کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ پارتھیا (فارس) میں انجیل سناتا رہا مگر چونکہ اس نام کے ملک میں فارس اور عراق بھی شامل تھے لہٰذا ممکن ہے کہ تھوما نے اپنے کام کیلئے پطرس سے علیحدہ کوئی جگہ تجویز کی ہو۔ ممکن ہے کہ اس نے تتر بتر فرقوں کی پیروی افغانستان تک کی ہو۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ افغان لوگ انہی کی اولاد سے ہیں اور ناممکن نہیں کہ وہاں سے ہندوستان بھی آیا ہو اور یوں وہ روایت جو اسے ہند کا رسول بتاتی ہے صحیح ہو۔''

(تاریخ بائبل صفحہ ۵۴۱۔۵۴۲)

تھوما رسول

یہ حضرت مسیح کا حواری تھا جو ایک مدت تک افغانستان میں کام کرتا رہا اور بعدہ وہ ہندوستان چلا گیا اور مالابار کے یہودیوں میں تبلیغ کرتا رہا۔ بعد میں مدراس چلا گیا اور وہاں شہید ہو کر میلا پالم (مدراس) میں دفن ہوا اس کی زیارت وہاں موجود ہے اور اس پر بڑا گرجا ہے۔

برتلمائی حواری

اسکی نسبت یہ روایت ہے کہ وہ بیرونی ہند میں کام کرتا رہا۔ ایک قدیمی مصنف بتاتا ہے کہ بیرونی ہند سے مراد سبا اور عرب کا یمن ہے۔ یمن میں ایک خاندان راج کرتا تھا۔

(تاریخ بائبل صفحہ ۵۴۳)

متی رسول

گمان ہے کہ متی ایشیائی اتھوپیا (ترکستان) میں گیا اور وہاں انجیل کی منادی کرتا رہا۔

(تاریخ بائبل صفحہ ۵۴۲)

تواریخ کلیسا میں مؤلف پادری ڈبلیو پی ہیرس باب ۷۴ میں زیر عنوان فارسی کلیسا میں لکھتا ہے کہ ابتدا ہی سے فارس میں مسیحی جانتے تھے کہ تیسری صدی میں وہاں کلیسا موجود تھا۔ جب تک رومیوں اور فارسیوں میں صلح رہی، مسیحی امن وامان میں تھے لیکن جب کانسٹینٹائن نے فارس پر حملہ کیا تب سے مسیحیوں کو ایذا رسانی شروع ہوئی۔ نستوری (عیسائی) جب رومی سلطنت سے جلاوطن ہوئے تو انہوں نے فارس کی سلطنت میں آ کر پناہ لی۔ فارس کے کلیسا نے اپنے مشنری دور دور کے ممالک میں بھیجے۔ عرب، ہندوستان، تاتار اور چین میں۔

ہندوستان کی کلیسا

یوسی بس مسیحی مؤرخ کی تاریخ کی روایت ہے کہ:

''ہندوستان میں مسیحی دین کی بنیاد برتھولما رسول نے ڈالی لیکن اغلب ہے کہ تواریخ میں جولفظ ہند مستعمل ہوا ہے اس سے مراد کش (ترکستان) ہے۔خواہ کچھ ہو اس میں شک نہیں کہ جنوبی ہندوستان میں بہت پرانے زمانہ سے مسیحی دین چلا آتا ہے۔''

(اردو ترجمہ صفحہ ۲۲۸/۲۲۹)

مؤرخ نیٹنڈر لکھتا ہے کہ:

''سکندر یا کے دارلعلوم کا بڑا معلم پین ٹینسن دوسری صدی میں ہندوستان آیا۔اس نے ساحل مالا بار پر بہت سے مسیحی پائے،ان کے پاس متی کی انجیل عبرانی زبان میں موجود تھی۔ان کا دعویٰ تھا کہ برتھولما رسول نے انکو مسیحی کیا۔''

(تاریخ کلیسا صفحہ ۲۷۱)

ہمارا دعویٰ ہے کہ خود حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریم ممالک شرقیہ میں آکر پناہ گزیں ہوئے اور یہاں یہودیوں کو جو ان ممالک میں پھیلے ہوئے تھے تبلیغ رسالت کی۔عیسائی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہاں متی رسول اور تھوما رسول اور برتھولما رسول آئے اور ہندوستان تک پیغام مسیحیت پہنچا گئے۔

ہم کہتے ہیں کہ پادریوں کا یہ بیان ہماری ہی تائید اور تصدیق کرتا ہے کہ ضرور ممالک شرقیہ میں یہود موجود تھے اور ہندوستان،افغانستان اور کشمیر اور چین اور ترکستان تک پھیلے ہوئے تھے۔جب حواری ان ممالک میں آئے تو کیا وجہ ہے کہ خود مسیح نہ آئے ہوں جس کا اصل مشن ہی بنی اسرائیل کے خاندان کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو اکٹھا کرنا ہے۔اگر پادری ہمارے بیان کی تصدیق کریں تو ان کے کفارہ کا مسئلہ اور حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر جانا خودبخود باطل ہو جاتا ہے۔

مالا بار میں بنی اسرائیل

ریویو آف ریلیجنز اردو قادیان جلد ۱۱ نمبر ۹ صفحہ ۳۴۳۔ ۳۵۶ پر ایک مضمون زیر عنوان 'گمشدہ بنی اسرائیل' درج ہے۔ اسمیں صفحہ ۳۴۳ پر لکھا ہے کہ:

''ساحل مالا بار پر ایک قوم آباد ہے جو اپنے تئیں بنی اسرائیل کہلاتی ہے اور موسوی شریعت کی تابع ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے آبا وَاجداد شام عرب یا ایران سے نہیں بلکہ کسی شمالی ملک سے یہاں آئے ہیں۔ وہ شمالی ملک کشمیر یا افغانستان کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ ساحل مالا بار سے شمال کی جانب بحر منجمد شمالی کے کناروں تک دو ملکوں کے سوا اور کوئی ملک ایسا نہیں جہاں کے باشندوں کے خط وخال اسرائیلیوں سے ملتے جلتے ہوں اور جو بنی اسرائیل ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں۔

ان مالا باری اسرائیلیوں میں ایک صاحب ایچ۔ آئیروبنز نامی ساکن بمبئی نے ہمارے پاس ایک چھوٹی سی کتاب بھیجی ہے جس میں ان لوگوں کا ذکر درج ہے۔ اسکا نام ہے 'یہودی ہندوستان اور مشرق بعید میں'۔ مالا باری بنی اسرائیل کے ناموں پر غور کیا جاوے تو بمشکل کوئی ایسا نام زن ومرد کا ہوگا جس کا نام بائبل کے اسما سے باہر ہو۔''

(صفحہ ۲۴۹ ریویو اردو قادیان)

الغرض بڑی تفصیل سے ان مالا باری یہود کے حالات ریویو اردو میں درج ہیں اور لکھا ہے کہ ہندی بنی اسرائیل کے علاوہ چینی بنی اسرائیل بھی جن کا ایک حصہ اب تک فنگ فو میں آباد ہے، اپنی عبادتوں میں بکثرت خوشبو استعمال کرتے ہیں۔

مالا بار بنی اسرائیلیوں کی طرح چینی بنی اسرائیلیوں میں بھی ایسی ہی روایت ہے کہ ان کے بزرگ مغرب کی طرف سے چین میں داخل ہوئے تھے۔

(صفحہ ۲۴۹ اردو ریویو)

مشرق میں بنی اسرائیل

(۱) ایک فرانسیسی سیاح فرائر نامی جب ہرات کے علاقہ میں سے گزرا تو اسنے لکھا ہے کہ اس علاقہ میں بنی اسرائیل بکثرت آباد ہیں اور اپنے یہودی مذہب کے ارکان کے ادا کرنے میں پورے آزاد ہیں۔

(۲) ربی بن یامین ساکن شہر تولیڈو (سپین) جو بارہویں صدی عیسوی میں گم شدہ بنی اسرائیل کے دس فرقوں کی تلاش میں گھر سے نکلا۔ اسکا بیان ہے کہ یہ یہودی لوگ چین، ایران اور تبت میں آباد ہیں۔

(۳) جوزی فس یا پوسی بس جس نے ۹۳ء میں یہودیوں کی قدیم تاریخ لکھی ہے اپنی گیارہویں کتاب میں نحمیاہ نبی کے ساتھ واپس جانیوالے قیدی یہودیوں کے ضمن بیان کرتا ہے کہ دس قبیلے دریائے فرات سے اس پار اب تک آباد ہیں۔ ان کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ دریائے فرات سے اس پار مشرق کو فارس اور مشرقی علاقے افغانستان کشمیر اور تبت اور چین ہیں۔

(۴) سینٹ جیروم جو پانچویں صدی عیسویں میں گزرا ہے، یوسع نبی کا ذکر کرتے ہوئے اس معاملہ کے ثبوت میں حاشیہ پر لکھتا ہے کہ اس دن سے بنی اسرائیل کے دس فرقے پارتھیا (فارس) کے ماتحت میں ہیں اور اب تک قید سے رہا نہیں کئے گئے۔ اسی کتاب کی جلد اوّل میں لکھتا ہے کہ کونٹ جوزف سٹرنا اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۳/۲۳۴ پر تحریر کرتا ہے کہ افغان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ بخت نصر کے ہیکل یوروشلم کی تباہی کے بعد بامیان کے علاقہ میں اُن کو جلاوطن کردیا تھا۔ بامیان کا علاقہ غور کے علاقہ کے متصل افغانستان میں ہے۔

❁❁

فصل سوم: افغان بنی اسرائیل

افغانستان اور صوبہ سرحد کے افغان بالاتفاق کہتے ہیں کہ وہ بنی اسرائیل ہیں۔ان کے جس قدر مؤرخ ہیں سب یک زبان ہوکر اپنے بنی اسرائیل ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

(۱)اخوند درویزہ صاحب اپنی کتاب تذکرۃ الابرار والاشرار صفحہ ۱۰۷ تا ۱۴۵ میں محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ میں لکھتے ہیں:

''اقوام افاغنہ بنی اسرائیل ہیں اور بخت نصرؔ شاہ بابل کی اسیری کے بعد وہ فارس سے تخت سلیمان کے دامن میں آ کر آباد ہوئے وہاں سے قندھار اور قندھار سے کابل اور کابل سے جلال آباد اور جلال آباد سے صوبہ سرحد میں سوات، دیر، باجوڑ، ہزارہ، میدان یوسف زئی اور وادئ پشاور کوہاٹ اور دیگر مقامات میں پھیل گئے۔''

(۲) محمد حیات خان صاحب ساکن واہ ضلع کیمبل پور اپنی کتاب حیاتِ افغانی میں اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔

(۳) تاریخ جہان خان میں بھی افغانوں کو بنی اسرائیل لکھا ہے۔

(۴) خلاصہ یہ کہ جس قدر افغان مؤرخ ہوئے ہیں وہ سب متفق اللفظ کہتے ہیں کہ افغان بنی اسرائیل ہیں۔

(۵) خود افغان اپنا نسب نامہ قیسؔ سے ملاتے ہیں جس کا اسلامی نام عبد الرشید تھا جس سے قندھار اور یوسف زئی کے اقوام افاغنہ پھیلے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو ملک طالوت یا ساؤل بن قیس سے جو اولاد بن یامینؔ سے تھا، بتاتے ہیں۔

(٦) ملک غورؔ افغانستان میں شبازئیؔ خاندان قیس عبدالرشید کے سوا دوسرے بنی اسرائیل ہیں۔

(۷) مسٹر جی ٹی ریگن ایف جی ایس اپنی کتاب موسومہ ''اے نیرٹیو آف اے وزٹ ٹو غزنی

اینڈ کابل افغانستان'' مطبوعہ ۱۸۴۰ء میں لکھتا ہے کہ:

''کتاب مجمع الانساب سے ملا خداداد نے پڑھ کر بتایا کہ یعقوب کا بڑا بیٹا یہودا تھا۔ اسکی نسل سے طالوت (ساؤل) بن قیس تھا۔ اسکا بیٹا ارمیا تھا۔ اس کا بیٹا افغان تھا۔ اسکی اولاد افغان ہیں۔ افغان بخت نصر کا نام عور تھا۔ اسکے چالیس بیٹے تھے۔ اسکی چونتیسویں پشت میں دو ہزار برس بعد وہ قیس پیدا ہوا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ اس سے جو نسلیں ہوئیں سب مسلم نامی ہیں۔ افغان کا سب سے بڑا بیٹا اپنے وطن شام سے ہجرت کر کے غور مشکوہ کے علاقہ میں آیا جو ہرات کے قریب ہے، آباد ہوا۔ اسکی اولاد افغانستان میں پھیلی ہے۔''

(۸) پادری بلیکی صاحب مؤلف تاریخ بائبل صفحہ ۳۳۲ پر کہتے ہیں کہ:

''بنی اسرائیل کا زیادہ حصہ صوبہ میدیہ میں رکھا گیا۔ صوبہ میدیہ دریائے سندھ کے کناروں تک پھیلا ہوا تھا۔ (صفحہ ۳۶۹) یہودی سلطنت فارس کے ایک سو ستائیس صوبوں میں دریائے سندھ تک پھیلے ہوئے تھے۔ (صفحہ ۴۰۸) ممالک مشرق سے یہی لوگ جو اسوقت فارس میں رہنے کی وجہ سے مجوسی کہلاتے تھے، حضرت عیسیٰؑ کی تلاش میں بیت اللحم کو آئے۔ (انجیل متی باب ۲ آیت ۱) وہ کہتا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ افغان انہی کی اولاد سے ہیں۔ ممکن ہے کہ تھوما حواری نے ان تتر بتر فرقوں کی پیروی افغانستان تک کی ہو اور ناممکن نہیں کہ وہاں سے وہ ہندوستان بھی آیا ہو اور یوں وہ ہند کا رسول کہلایا ہو۔''

(صفحہ ۵۴۱،۵۴۲)

(۹) یہ نہایت مشہور واقعات ہیں کہ بعض قومیں مثلاً افغان اور کشمیر کے قدیم باشندے دراصل بنی اسرائیل ہیں۔ مثلاً الائی کوہستان جو ضلع ہزارہ میں دو تین دن کے راستہ پر واقع ہے اسکے باشندے قدیم سے اپنے آپ کو بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ ایسا ہی اس ملک میں ایک پہاڑ ہے جسکو کالا ڈاکہ یا کوہ سیاہ کہتے ہیں۔ اس کے باشندے اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ وہ بنی اسرائیل ہیں۔

خاص ہزارہ میں جدون یا گدون اور حسن زائی اور موسیٰ زائی اقوام اپنے آپ کو بنی اسرائیل ظاہر کرتے ہیں۔

(۱۰) ایک فرانسیسی سیاح فریر جو اورنگ زیب بادشاہ کے زمانہ میں ہندوستان میں آیا اور اسنے کشمیر کی سیر کی، وہ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ بلاشبہ کشمیری لوگ اسرائیلی ہیں۔

(۱۱) مسٹر فارسٹر نامی ایک انگریز اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ جب میں کشمیر گیا تو میں نے خیال کیا کہ میں یہودیوں کی قوم کے درمیان رہتا ہوں۔

(۱۲) مسٹر ڈبلیو بلیو۔سی۔ایس۔ آئی اپنی کتاب دی ریسز آف افغانستان میں لکھتے ہیں کہ افغان لوگ ملک سیریا (شام) سے آئے ہیں اور بخت نصر نے انکو قید کیا اور فارس اور میدیا کے علاقہ میں اُن کو آباد کیا۔ ان مقامات سے بعد کے زمانہ میں مشرق کی طرف نکل کر غور کے پہاڑوں میں جا بسے جہاں بنی اسرائیل کے نام سے مشہور تھے۔

(۱۳) طبقات ناصری جس میں چنگیز خان کی فتوحات کا ذکر افغانستان کے ذکر میں ہے کہ شبنسی خاندان کے عہد میں ایک قوم یہاں آباد تھی جسکو بنی اسرائیل کہتے تھے۔ بعض ان میں بڑے بڑے تاجر تھے۔ یہ لوگ ۶۲۲ء میں، جبکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان رسالت کیا تھا، ہرات کے مشرقی علاقہ میں آباد تھے۔ ایک قریشی سردار خالد بن ولید نامی اُن کے پاس دعوت اسلام لایا اور یہ اسکی دعوت سے مسلمان ہوا اور جو لوگ اسکی دعوت پر ایمان لائے ان سے کچھ سرداروں میں سے ایک قیس تھا جسکا دوسرا نام کش تھا۔ یہی قیس عبدالرشید کے نام سے موسوم ہوا۔

افغان کہتے ہیں کہ قیس عبدالرشید خالد بن ولید کا داماد تھا اور اسکی لڑکی سارہ اس کے نکاح میں آئی۔ جس سے سرابان و بیطان گرگشت تین لڑکے پیدا ہوئے۔ سرابان کے دوفرزند ہوئے۔ سچر جبُن جو سرخبون کے نام سے مشہور ہے اور کرشن یون جو خرسبون کے نام سے موسوم ہے، ملک عرب اور ایشیائے کوچک کے لوگ ان کو سلیمانی کہتے ہیں۔

(۱۴) کتاب انسائکلو پیڈیا آف انڈیا ایسٹرن اینڈ سدرن ایشیا مصنفہ ای بیلفور جلد سوم میں

لکھتا ہے کہ یہودا ایشیا کے وسط جنوب اور مشرق میں پھیلے ہوئے ہیں پہلے زمانہ میں یہ لوگ ملک چین میں بکثرت آباد تھے اور مقام یہ چو (صدر مقام ضلع شو) میں انکا معبد تھا۔

(۱۵) ڈاکٹر وولف جوان دس گم شدہ بنی اسرائیل کے فرقوں کی تلاش میں بہت مدت تک پھرتا رہا، اس کی یہ رائے ہے کہ افغان اولاد یعقوب میں سے ہیں اور وہ یہوداہ اور بن یامین کے فرقوں میں سے ہیں۔ ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ یہودی لوگ تاتار میں جلاوطن کر کے بھیجے گئے تھے اور بخارا، مرقنہ اور خیوا کے علاقوں میں بڑی تعداد میں موجود تھے۔ پرسٹر جان شہنشاہ تاتار نے ایک خط میں جو بنام لیکسیس کام نے بس شہنشاہ قسطنطنیہ ارسال کیا تھا، اپنے ملک تاتار کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسی دریا (ہاموں) کے پار بنی اسرائیل کے دس قبیلے ہیں جو اگرچہ اپنے بادشاہ کے ماتحت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں فی الحقیقت ہماری رعیت اور غلام ہیں۔

(۱۶) مسٹر ٹامس ہولڈک اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور مؤرخہ ۲۳ رنومبر ۱۸۹۸ء میں شائع کیا جس میں سواتیوں اور افریدیوں کی بابت لکھتا ہے کہ:

''افغان اپنے آپ کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ ان میں بعض یہودیوں کی رسومات پائی جاتی ہیں۔ مثلاً عید فتح کا منانا وغیرہ۔ افغانوں میں جو تعلیم یافتہ ہیں وہ بڑے اصرار سے اپنے آپ کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔''

(۱۷) کرنل جی بی فیلس سی۔ آئی۔ ای اپنی تاریخ افغانستان میں لکھتا ہے کہ عبداللہ خان اور دوسرے مصنفوں کی پیروی کر کے فریٹر صاحب کی یہ رائے ہے کہ افغان دس گم شدہ اسرائیلی فرقوں کی اولاد ہیں اور بھی کئی محققین اس رائے کے ساتھ متفق ہیں۔ چنانچہ سر ولیم جونز جیسا عظیم الشان آدمی بھی یہی عقیدہ رکھتا ہے۔

(۱۸) مسٹر اے کے جانسٹن صاحب افغانوں کی بابت مندجہ ذیل روایت بیان کرتا ہے کہ:

''جب نادر شاہ پشاور آیا تو یوسف زئی قوم کے سرداروں نے ایک بائیبل اس کے سامنے پیش کی جو کہ عبرانی زبان میں لکھی تھی اور کئی اور چیزیں بھی پیش کیں جو کہ قدیمی

عبادت میں استعمال ہوتی تھیں جن کو انہوں نے حفاظت سے رکھا تھا جو یہودی لشکر کے ساتھ تھے، انہوں نے ان چیزوں کو فوراً پہچان لیا۔'' (اردو ریویو جلد ۳ نمبر ۶ صفحہ ۲۱۵)

(۱۹) ڈاکٹر میسن بعض رسومات کا ذکر کرتا ہے جو یہودیوں کی رسومات سے ملتی ہیں جو کہ درۂ خیبر میں پائی جاتی ہیں۔ان کے بال مشرقی یہودیوں کی طرح ہوتے ہیں۔

(۲۰) مسٹر جینس ایم-اے-ایف-جی-ایس اپنی کتاب 'انسائیکلو پیڈیا آف جی اوگریفی' میں لکھتا ہے کہ تمام سیاح اس بات پر متفق ہیں کہ افغانوں اور گردونواح کی قوموں میں بڑا فرق ہے۔ سب افغان ایک ہی نسل کے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ اپنی شکل اور خط و خال میں یہودیوں سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ وہی مصنف لکھتا ہے کہ کابل کے لوگ دراز قد ہوتے ہیں۔ سیاہ آنکھوں والے نمایاں خط وخال والے اوران کے چہرے بالکل یہودیوں کی طرح ہوتے ہیں۔

(۲۱) کرنل یول سی۔بی انسائیکلو پیڈیا برطانیہ میں افغانستان کے بابت لکھتا ہوا کہتا ہے کہ اس ملک کی عورتیں یہودیوں جیسے خوبصورت خط وخال رکھتی ہیں اور یہی بات مردوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

(۲۲) مسٹر اے کے جمیسٹن اپنی کتاب ڈکشنری آف جیوگرافی میں کشمیر کی عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ پورے قد کی خوبصورت ہوتی ہیں۔ انکی ناک ترچھی اور خط و خال بالکل یہودیوں کے سے ہوتے ہیں۔

(۲۳) مسٹر فزیمنس بریئس اپنے سفر شام میں لکھتا ہے کہ جب میں کشمیر میں داخل ہوا اور پیر پنجال سے آگے گزرا تو یہ دیکھ کر میں بہت حیران ہوا کہ دیہات کے باشندے بالکل یہودیوں سے مشابہ تھے۔انکے خط وخال انکے اوراطوار اور وہ قابل بیان خصوصیت جس کے ذریعہ سے ایک سیاح مختلف قوموں میں تمیز کر سکتے ہیں، تمام اس بات کی شہادت دیتے تھے کہ یہ لوگ بنی اسرائیل ہیں اور اسے صرف میرا وہم ہی نہیں خیال کرنا چاہئے بلکہ ان لوگوں کا یہود سے مشابہ ہونا ہمارے فرقہ جیز وائٹ کے پادری اور کئی اور اہل فرنگ نے بھی میرے یہاں آنے سے بہت پہلے بیان کیا ہے۔

(۲۴) مسٹر آر چیلڈ کانسٹیبل جس نے بر یئر کے سفر نامہ کو فرانسیسی سے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے صفحہ ۴۳۰ پر لکھتا ہے کہ بہت سے اہل کشمیر کا اپنے خط وخال میں یہودیوں سے مشابہ ہونا زمانہ حال کے بہت سے سیاحوں نے بیان کیا ہے۔(اردو ریویو جلد ۳ نمبر ۶ صفحہ ۲۱۶/۲۱۵)۔ الغرض یہ دو درجن کے قریب حوالہ جات اس بات کا ثبوت ہیں کہ افغان اور کشمیری بنی اسرائیل ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہم یہ بات ثابت کر آئے ہیں کہ شاہان اسور اور شاہ بابل کے زمانہ میں سارے بنی اسرائیل رفتہ رفتہ کنعان سے نکل کر فارس، میدیہ اور مشرقی ممالک اور عرب میں تتر بتر ہو گئے مگر وہ صرف دو فرقے تھے۔ باقی دس فرقے فارس، عراق اور میدیہ اور ممالک شرقی اور عرب میں آباد رہے۔ میدیہ کا علاقہ سرحدات آرمینا سے لیکر دریائے سندھ کے کناروں تک پھیلا ہوا تھا اور میدیہ میں بنی اسرائیل زمانہ شاہان اسور سے لیکر زمانہ بخت نصر تک میں منتشر ہو کر آباد ہوئے اور یہی بنی اسرائیل کنعان سے نکلے۔ عبرانی زبان ساتھ لائے۔ عراق اور آرمینا میں عربی اور آرمینا کی زبان اپنی زبان میں شامل کر کے اور فارس اور میدیہ میں فارسی رژند اور پہلوی کے الفاظ کو ملا لیا۔ سرحدات ہند تک پہنچ کر ہندی الفاظ بھی شامل کر لئے۔ اس مرکب زبان کا نام پشتو ہے۔ چونکہ میدیہ یا پارتھیا میں مقام پشت تھا جہاں افغانوں کا مرکز تھا۔ افغان کہتے ہیں کہ اسواسطے اس نسبت سے زبان پشتو اور قوم پشتون کے نام سے موسوم ہوئے۔ اس میں شک نہیں کہ بنی اسرائیل وطن سے جلاوطن ہوتے وقت تو یہودی مذہب کے پیرو تھے مگر ممکن ہے کہ فارس میں آ کر بعض حضرت زرتشت کے مذہب کے پیرو بھی ہو گئے ہوں۔ جیسا کہ انجیل متی نے حضرت عیسیٰؑ کے میلاد کے وقت مشرق سے مجوسی کی آمد کا ذکر کیا ہے اور وہ مجوسی یہود الاصل نہ تھے تو ان کو حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ واقعہ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰؑ کو مشرق کی طرف سفر کرنا اور نصیبین کی طرف آنا جہاں سے سرحدات میدیہ شروع ہوتی ہیں اور بنی اسرائیل کے گم شدہ فرقوں کو اپنی دعوت رسالت پہنچانا تھا۔ اسواسطے وہ بھی مشرق کو تشریف لائے اور ان کے حواری تھوما اور برتھولما اور متی رسول بھی۔ تاریخ کلیسا بتاتی ہے کہ مشرق کو ترکستان، افغانستان اور ہندوستان کو آئے۔ افغان جو بنی اسرائیل ہی ہیں،

مذہب عیسوی میں ضرور داخل ہوئے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے قبل مشرقی ممالک میں عیسائیت ضرور موجود تھی اور پھیلی ہوئی تھی۔ قیس عبد الرشید بھی غالباً میدیہ سے بزمانہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ تشریف لے گیا اور مسلمان ہوا اور اسوقت وہ ضرور نصرانی تھا اور وہاں سارہ بنت خالد بن ولید سے شادی کی۔ غالباً خالد نے بدوران جنگ ہائے عراق وایران قیس سے واقفیت پیدا کر لی ہوگی اور ممکن ہے وہی محرک دعوت اسلام ہوا ہو۔ باقی سرداران بنی اسرائیل مقام غور یا کوہ فیروزہ افغانستان سے بزمانہ حضرت علی داخل اسلام ہوئے۔ ممکن ہے افغانان شبنسی بھی شامل ہوں۔ مگر یہ بات غلط ہے کہ افغان آریہ ہیں یا قبطی ہیں یا جارجین ہیں یا حضرت قطورہ کی اولاد میں سے ہیں یا بنی یقتان ہیں۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ عورتوں کے ذریعہ خون مل گیا ہو۔

افغانوں کے نام اسرائیلی ہیں انکے خط وخال اسرائیلی ہیں۔ انکے اخلاق اور اطوار اور رسوم اسرائیلی ہیں۔ انکے شہروں اور پہاڑوں کے نام اسرائیلی ہیں۔ ان کے لباس اسرائیلی ہیں۔ وہ اپنے آپ کو خود بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ پس انکے اپنے دعوے اور حالات بقیہ انکو اسرائیلی بتاتے ہیں مگر دوسرے لوگ مدعی سست گواہ چست ہو کر کوئی آریہ بتاتا ہے کوئی ان کو قبطی بتاتا ہے۔ کوئی انکو جارجیہ کی نسل کہتا ہے۔ کوئی انکو بنی عمالیق تجویز کرتا ہے۔ کوئی ان کو بنی یقتان ظاہر کرتا ہے۔ خدا جانے ان کو یہ شوق کیوں چرایا! شاید اسواسطے کہ ان کو افغانوں کے نسب کے بارہ میں شک ہو مگر نسب نامہ کس قوم کا بالکل یقینی صحیح ہے! کیا حضرت عیسیٰؑ کا نسب نامہ جو متی اور لوقا میں درج ہے، صحیح ہے؟ یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عدنان سے اوپر حضرت اسماعیل تک نام یقینی ہیں؟ یا کسی اور کا درست ہے؟ پس ایک ایسی قوم کا نسب نامہ جو زیادہ تر ان پڑھ رہے ہوں کیوں کر محفوظ اور صحیح ہوسکتا ہے مگر باقی واقعات پر غور کرنا ضروری ہے۔

❁

فصل چہارم: افغانوں کے بنی اسرائیل ہونے کی اور علامات

(۱) نسب نامہ

علاوہ ازیں افغان خود اپنا شجرۂ نسب قیس عبد الرشید سے ساول بن قیس تک جو قرآن میں ملک طالوت کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور وہاں سے بن یامین بن حضرت اسرائیل سے ملاتے ہیں۔ چنانچہ حال میں نواب محمد اکبر خان آف ہوتی نے اپنا نسب نامہ انگریزی زبان میں شائع کیا اور اسکو بذریعہ قیس عبد الرشید حضرت یعقوب تک لکھا ہے اور اپنے بنی اسرائیل ہونے پر اور افغانوں کے دس گم شدہ اسرائیلی فرقوں کے ثبوت میں دلائل بھی لکھے ہیں اور تاریخی حوالے دیئے ہیں۔ گویا انکا اپنا اقرار صدیوں سے یہ ہے کہ وہ اولاد اسرائیل ہیں۔

(۲) نام

افغانستان کے شمال میں ترکستان ہے اور مشرق میں تاتار ہے۔ مغرب میں ایران ہے۔ جنوب میں ہندوستان پنجاب ہے۔ وہ نام جو افغان مرد اور عورتیں عام طور پر رکھتی ہیں وہ عبرانی ہیں اور بالخصوص توریت میں مذکور شدہ انبیا اور ان کی ازواج مطہرات اور مشہور لوگوں کے نام ہیں۔ مثلاً چند نام یہ ہیں:

نام	حوالہ	افغانوں میں وجود کا ثبوت
آدم	توریت پیدائش باب ۳ آیت ۷ پہلا مورث اعلیٰ نسل انسان	افغانوں میں آدم خان عام نام ہے
حوّا	توریت پیدائش باب ۴ آیت ا پہلے انسان کے جوڑہ کا نام	بی بی حوّا عام عورتوں کے نام ہیں

قابیل یا قائن	توریت پیدائش باب ۴ آیت ۱ آدم کا بڑا بیٹا تھا	افغانوں میں محمد قابیل، قابیل خان عام نام ہیں قائن خراسان میں دریا کا نام بھی ہے۔
عیلام ایلیم	توریت پیدائش باب ۱۰ آیت ۲۲ سام بن نوح کا بڑا بیٹا تھا خروج باب ۱۵ آیت ۲۷ وادئ سینا میں ایک مقام کا نام جہاں حضرت موسیٰ نے سفر میں قیام کیا	علاقہ بنیر میں ایک بڑا اونچا پہاڑ ہے
ابراہیم یا ابراہام	پیدائش باب ۱۱ آیت ۲۶ عبرانیوں اور اسماعیلیوں کا مورث اعلیٰ	افغانیوں میں ابراہیم خان عام نام ہیں
ملکہ	پیدائش باب ۱۱ آیت ۲۹ نحور برادر حضرت ابراہیم کی بیوی کا نام ہے	افغانوں میں عورتوں کا نام ملکئے یا ملکو بھی ہوتا ہے۔
سارہ (سریٰ)	پیدائش باب ۱۱ آیت ۲۹ حضرت ابراہیمؑ کی رفیقہ کا نام ہے	افغانوں میں سائرہ، سارا خاتون ،سارہ بیگم عام نام ہیں
ہاجرہ	پیدائش باب ۱۲ آیت ۶ حضرت ابراہیمؑ کی رفیقہ کا نام ہے	افغانوں میں عورتوں کا نام ہاجرہ خاتون بی بی ہاجرہ عام نام ہیں
قطورہ	پیدائش باب ۲۵ آیت ۱ حضرت ابراہیمؑ کی رفیقہ کا نام ہے	افغانوں میں قطوریٰ کٹوریٰ عام نام ہیں
اسماعیل	پیدائش باب ۱۶ آیت ۱۵ حضرت ابراہیمؑ کا بڑا بیٹا تھا	افغانوں میں محمد اسمٰعیل اور اسماعیل عام نام ہیں
اسحاق	پیدائش باب ۱۷ آیت ۱۹ حضرت ابراہیمؑ کا چھوٹا بیٹا تھا	افغانوں میں محمد اسحاق یا اسحاق خان عام نام ہیں

عیسو	پیدائش باب ۲۵ آیت ۲۵ حضرت اسحاق کا بڑا بیٹا تھا	یہ کشمیریوں میں ایسو اور افغانوں میں عیسیٰ عام نام ہیں ایسوڑی ایک قوم کا نام ہے
یعقوب	پیدائش باب ۲۵ آیت ۲۵ حضرت اسحاق کا چھوٹا بیٹا تھا	افغانوں میں محمد یعقوب خان یعقوب خان عام نام ہیں
اسرائیل	پیدائش باب ۳۳ آیت ۲۸ حضرت یعقوب کا لقب ہے	افغانوں میں اسرائیل یا اسرائیل خان عام نام ہیں
آشر	توریت پیدائش باب ۳۰ آیت ۱۳ یعقوب کا بیٹا تھا	اشور افغانوں میں عام نام ہے
یوسف	توریت پیدائش باب ۳۰ آیت ۲۴ یعقوب کا بڑا بیٹا تھا	محمد یوسف یا یوسف خان افغانوں میں یہ نام عام ہے
بن یامین	توریت پیدائش باب ۴۵ آیت ۱۸ یعقوب کا بڑا بیٹا تھا	بن یامین افغانوں میں نام ہوتا ہے
عمران (عمرام)	خروج باب ۶ آیت ۱۸ حضرت موسیٰ کا باپ تھا	عمران خان یا محمد عمران افغانوں میں یہ نام عام ہے
موسیٰ	خروج باب ۶ آیت ۲۰ یہودیوں کا شارع رسول تھا	محمد موسیٰ یا موسیٰ خان افغانوں میں عام نام ہیں
ہارون	خروج باب ۱ آیت ۲۰ حضرت موسیٰ کا بڑا بھائی تھا	محمد ہارون یا ہارون خان
مریم	خروج باب ۶ آیت ۲۰ حضرت موسیٰ کی بہن کا نام ہے	بی بی مریم یا مریم خاتون عام نام ہیں
(عیسیٰ یسوع)	انجیل متی باب آیت سلسلہ موسویہ کا خاتم الخلفاء تھا	محمد عیسیٰ یا عیسیٰ خان افغانوں میں
صفورہ	خروج باب ۳ آیت ۲۱ حضرت موسیٰ کی بیوی کا نام تھا	صفورہ یا سافرہ افغانوں میں عام نام ہیں

جدعون	قاضیوں کی کتاب باب ۶ آیت ۱۳ بنی اسرائیل کا پہلا قاضی تھا	جدعون یا جدون یا گدون ایک افغان قبیلہ کا نام ہے
شمعون	انجیل لوقا باب ۵ آیت ۲ بارہ حواریوں میں ایک تھا	شمو، شمے یا شمو خان عام نام ہیں
داؤد	سموئیل نبی نمبر ا باب ۱۷ آیت ۱۱ نبی اور بادشاہ تھا	محمد داؤد یا داؤد خان عام نام ہیں
سلیمان	سلاطین نمبر ا باب ا آیت ۱۱ نبی اور بادشاہ تھا	محمد سلیمان یا سلیمان خان عام افغانوں کا نام ہوتا ہے
ذکریا	لوقا باب ا آیت ۵ ہیکل کا بڑا کاہن اور نبی تھا	محمد ذکریا یا ذکریا خان عام نام ہیں
یحیٰ (یوحنا)	لوقا باب ا آیت ۶۳ حضرت عیسیٰؑ کا مرشد نبی تھا	محمد یحیٰ یا یحیٰ خان عام نام ہیں
الیاس	سلاطین نمبر ۲ آیت ا بنی اسرائیل کا نبی تھا	محمد الیاس یا الیاس خان عام نام ہیں
ادریس	سلاطین نمبر ۲ آیت ۱۱ ایلیا کا لقب ہے	ادریس خان یا محمد ادریس عام نام ہیں
جبرائیل	انجیل لوقا باب ا آیت ۱۹ وحی لانے والا فرشتہ ہے	جبرائیل نام افغانوں میں پایا جاتا ہے
یونس (یوناہ)	یوناہ نبی کی کتاب باب ا آیت ا نینواء میں اسرائیلی نبی تھا	یونس خان یا محمد یونس عام نام ہیں
لودی	پیدائش باب ۱۰ آیت ۱۵ مصر کا فرزند تھا	افغانوں میں لودی خاندان قوم غلجئ کی شاخ ہے
آستر	ایک یہودی عورت کا نام ہے جس کے نام سے بائبل میں ایک کتاب ہے	آستر شمالی کشمیر میں ایک دریا کا نام ہے جو سندھ کی شاخ ہے
ایلیم یا عیلیم	عیلام سام بن نوح کا بیٹا تھا اور ایلیم وادئ سینا میں ایک منزل کا نام تھا	ملک بنیر میں ایک بلند پہاڑ ہے جو سطح آب سے نو ہزار فٹ بلند ہے

اموره یا عموره	توریت پیدائش باب ۱۰ آیت ۱۹ کنعان بن کنارہ سمندر پر شہر تھا	ملک بنیر میں ایک بلند پہاڑ ہے جو سطح آب سے نو ہزار فٹ بلند ہے
پسن گاہ	توریت گنتی باب ۲۳ آیت ۱۴ خلیج عقبہ کے نزدیک پریجو کے پاس ایک پہاڑ کی چوٹی ہے	درۂ خیبر میں بمقام لنڈی کوتل ایک پہاڑ کی چوٹی ہے
صدوم	توریت پیدائش باب ۱۰ آیت ۱۱ کنار سمندر پر کنعان میں شہر تھا	سدوم علاقہ یوسف زئی میں ایک وسیع خطہ کا نام ہے
سکم	پیدائش باب بارہ آیت ٦ کنعان میں ایک قصبہ اور وادی کا نام ہے	کوہ ہمالیہ میں ایک ریاست کا نام ہے
مورہ یا امورہ	پیدائش باب بارہ آیت ٦ کنعان میں ایک قصبہ اور وادی کا نام ہے	ملک بنیر میں ایک پہاڑ کا نام ہے
طور	وادیٔ سینا میں ایک پہاڑ کا نام ہے	طورو نامی ایک قصبہ ضلع مردان میں موجود ہے
ارجوب	وادیٔ سینا میں ایک منزل کا نام ہے تاریخ بائبل صفحہ ۱٦٦	اریوب سمت جنوب افغانستان میں ایک ضلع ہے
خیبر	عرب ملک حجاز میں مدینہ میں کے پاس یہودیوں کا قلعہ تھا	افغانستان میں تیراہ سے مشرق کو مشہور درہ اور گاؤں ہے
غور	وادی یردن کا نام ہے تاریخ بائبل از پادری بلیکی صفحہ ۱۸۹	غور وسط افغانستان میں ایک علاقہ کا نام ہے
قدرون	ایک نالہ کا نام ہے جو بیت المقدس کے پاس بہتا ہے بلیکی صفحہ ۲۷۱	قدوہ نامی ایک گاؤں کوہ مہابن کے دامن میں ہے
پامیرا	شہر تدمور کا قدیمی نام ہے جو کنعان میں تھا بلیکی صفحہ ۱۹۳	وسط ایشیا میں سطح مرتفع کا نام ہے
اشکار	حضرت یعقوب کا بیٹا تھا بلیکی صفحہ ۲۰۴	کاشکار وادی چترال کا نام ہے

دریائے کشن	وادئ کنعان میں ایک دریا کا نام ہے صفحہ ۲۴۰	وادئ کشمیر میں کشن گنگا ایک دریا کا نام ہے
فرات	عراق اور شام کے درمیان ایک دریا کا نام ہے	فرادوادی مشرق وجنوب ہرات میں ایک شہر ہے
شام	ملک کنعان کے شمالی ملک کا نام ہے جس کو پہلے سیریا کہتے تھے	شام شمالی وزیرستان میں ایک پہاڑی وادی کا نام ہے
گلگوتہہ	یہودیہ میں اس مقام کا نام ہے جہاں حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا انجیل یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۷	گلگت وادی کشمیر سے شمال مغرب میں وادی ہے
حمس	شام میں ایک شہر کا نام ہے	حمس تبت خورد میں ایک شہر کا نام ہے
سری	گلگوتہہ کا دوسرا نام سری ہے انجیل متی باب ۲۷ آیت ۲۳	سری نگر کشمیر کا دارالخلافہ ہے
کابل	سلاطین نمبر ایک باب ۹ آیت ۱۳	افغانستان کا دارالسلطنت ہے
ایسریاایشر	ملک شام کا قدیمی نام ہے جسکو انگریزی میں سیریا کہتے ہیں۔تواریخ نمبر ۲ باب ۲۳ درس ۱	کشمیر کا اصلی نام کشیر ہے یعنی وہ ملک جوایشر کے مانند ہے
صیدا	کنعان میں سمندر کے کنارے پر ایک شہر تھا قاضیون باب ۱۸ آیت ۲۸	زیدہ یا سیدو یا شیدوعلاقہ یوسف زائی میں قصبہ جات ہیں
فونیشیا	وادی شام میں قدیمی علاقہ کا نام ہے	پونچھ ریاست کشمیر میں ایک علاقہ ہے
تبت	تواریخ باب ۱۰ آیت ۸	تبت کوہ ہمالیہ کے شمال میں ایک ملک ہے
لاشا(لیش)	قاضیون باب ۱۸ آیت ۱۲و۱۴	لاسہ تبت کا صدر مقام ہے
لادخ	تواریخ باب ۴ آیت ۲۱	لدّاخ کشمیر میں ایک شہر کا نام ہے

(۳) افغانوں کے بعض اقوام اور قبیلوں کے نام

ابراہیم زئی، موسیٰ زئی، اسماعیل زئی مریم زئی، اسحاق زئی، یوسف زئی، داؤد زئی، عیسیٰ زئی، مسیح زئی، ایسوڑی اور لودی ہے۔ بعض کا نام ابراہیم خیل، اسماعیل خیل، موسیٰ خیل، سلیمان خیل اور عیسیٰ خیل ہے۔

(۴) عام قاعدہ

یہ ہے کہ جب ایک قوم ایک ملک سے دوسرے ملک کو ہجرت کر جاتی ہے تو اپنے اصلی وطن کی یاد میں دونوں آباد ملک میں ان شہروں، قصبوں، پہاڑوں اور دروں کا نام یا دریاؤں کا نام رکھ دیتے ہیں جو ان کے اصل وطن میں تھے اور اس طرح اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں کہ گویا وہ اپنے وطن میں ہی ہیں۔ چنانچہ جب انگلستان کے انگریز امریکہ کو ہجرت کر گئے تو انہوں نے انگلستان کے شہروں کے نام امریکہ میں رکھ لئے یا افریقہ جنوبی میں گئے تو وہاں بھی یہی طرز عمل اختیار کیا۔

پس یہودیوں نے بھی افغانستان اور کشمیر میں آ کر کسی پہاڑ کا نام تخت سلیمان رکھا، کسی کا کوہ سلیمان رکھا اور کسی کا موسیٰ کا مصلّٰی رکھا، جو کاغان میں ہے۔ ایک پہاڑ کنعان میں نفرتی پہاڑ کہلاتا تھا، جو شام کے جنوب میں تھا۔ (تاریخ بائبل صفحہ ۲۹۱) وہی نام مانسہرا ضلع ہزارا میں ایک پہاڑ کا رکھا جسکو پھیڑا کہتے ہیں (یعنی نفرتی) کوہ مری جہاں حضرت مریم کی قبر موجود ہے۔ (وہاں مائی مرے کہلاتی ہے)

(۵) لباس

افغانوں کا لباس ڈھیلہ خلفہ یا کشمیریوں کا ڈھیلہ کرتا، پاؤں میں چپلی، سر پر ٹوپی، لمبے لمبے لٹکے ہوئے بال، ہاتھ میں عصا، چادر اور کمر باندھنا۔ یہ وہ لباس ہے جو کوئی ہمسایہ قوم استعمال نہیں کرتی۔ البتہ بنی اسرائیل کا یہی لباس اُن تصاویر میں دکھائی دیتا ہے جو قدیمی یہود میں موجود ہیں۔

(۶)اخلاق واطوار

اکثر افغان سخت گیر، تند خو اور جنگجو مشہور ہیں۔ بدل یا بدلہ لینا ان کے کلچر کا خاص حصہ ہے۔ پناہ اگر دشمن بھی مانگے تو دے دیتے ہیں۔ یہ بھی ان میں بنی اسرائیل سے آیا ہے۔

(۷)رسوم ورواج

گو بظاہر مسلمان ہیں اور قرآن کو خدا کا کلام مانتے ہیں مگر خود عملاً رواج پدری کے قائل اور پابند ہیں۔ جس میں اکثر حصہ یہود کا اور کچھ حصہ ہنود کا داخل ہے۔ مثلاً بعض افغان جو کاکڑ کہلاتے ہیں منگنی اور شادی ایک چیز خیال کرتے ہیں اور منگنی کے ایام میں بیوی سے ہم صحبت ہو سکتے ہیں۔ مگر دوسرے افغان ہم صحبت نہیں ہوتے مگر منگنی کو شادی کے برابر جانتے ہیں۔ اگر ایک بھائی فوت ہو جائے تو دوسرا بھائی اسکی بیوہ سے نکاح کر لیتا ہے اور اسکو اپنا حق خیال کرتا ہے۔ شادی میں دف داریہ اور ایک قسم کا ڈھول استعمال کرتے ہیں جسکو بغل میں دبا کر بجاتے ہیں۔ تُرئی اور ڈھول اور چنگ بھی انکا سامان تعیش ہے۔ مرد اور عورتیں شادی کے موقع پر ناچتے ہیں صرف یوسف زئی مرد نہیں ناچتے۔ علاقہ کندھار اور غزنی اور مہمند اقوام کے لوگ تجارت کرتے ہیں اور اکثر زراعت پیشہ ہیں۔

(۸) ان کا ہر قبیلہ خیل کہلاتا ہے جو عبرانی لفظ ہے اور نسل کو کول کہتے ہیں جو عبرانی لفظ ہے اور آگ کو اور کہتے ہیں جو کسدیہ کا پرانا لفظ ہے۔ وہ شہر جہاں حضرت ابراہیمؑ رہتے تھے اسکا نام اور تھا کیوں کہ وہاں بڑا آتشکدہ تھا۔ کشمیری اور افغانی زبان میں کثرت سے عبرانی الفاظ موجود ہیں مگر وہی جان سکتا ہے جو عبرانی جانتا ہو۔

(۹) جس طرح یہود اپنے انبیاء کی قبروں پر سجدے کرتے اسی طرح افغان بھی اپنے پیروں اور اولیاء کی قبروں پر مرادیں مانگتے ہیں۔

(۱۰)خط وخال

ایک یہودی ایک کشمیری اور ایک افغان اگر ایک تختہ پر کھڑے کر دئے جائیں تو ان کے قدو قامت شکل وشباہت اور خط وخال میں کوئی فرق نظر نہ آویگا۔لمبی ناک اور سرخ وسفید رنگت بعض سیاہ فام بھی ہوتے ہیں۔

(۱۱)افغان ماں جب بچے کو سلانے کی لوری دیتی ہے تو وہ یہودیوں کا خوشی کا نعرہ جو **ھلّلویا** ہے جس کے معنی ہیں اللہ اکبر۔وہ ھلی للّو کر کے کہتی ہے۔ھلی للّو گویا **ھلّلویا** سے بگڑا ہوا لفظ ہے جس طرح افغان اللہ اللہ کو الا الا کر کے نعرہ لگاتے ہیں۔

کیا یہ اسقدر ثبوت جو مختصر طور پر دیئے گئے ہیں،افغانوں اور کشمیریوں کو بنی اسرائیل ثابت نہیں کرتے ،جن کے پاس حضرت عیسیٰؑ آئے؟ جیسا کہ ان کا فرض رسالت تھا کیوں کہ وہ رسولاً الیٰ بنی اسرائیل تھے۔یقیناً کافی سے زیادہ ثبوت ہے۔

اب اگر یہ واقعات سب اس بات کا ثبوت ہیں کہ افغان اور کشمیری بنی اسرائیل ہیں اور بنی اسرائیل کے دس گم شدہ فرقے مشرقی ممالک میں چین تک پھیلے ہوئے ہیں تو حضرت عیسیٰؑ ضرور ان کی دعوت کے واسطے بموجب رسولاً الیٰ بنی اسرائیل اور بموجب اس قول کے کہ میں بنی اسرائیل کے خاندان کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے اکٹھا کرنے کے واسطے آیا ہوں، واقعہ صلیب کے بعد مشرق کی طرف آئے اور کشمیر میں بقیہ عمر گزار کر ایک سو بیس سال کی عمر میں فوت ہوئے اور یوز آسف نبی (یسوع یوسف نبی) ہی حضرت عیسیٰؑ ناصری ہیں اور بروایت کتاب اکمال الدین اسکی کتاب کا نام البشریٰ تھا،جسکو عبرانی میں بشوریٰ اور یونانی میں انجیل اور انگریزی میں گوسپل کہتے ہیں۔البشریٰ میں تمثیلی کلام جیسا کہ اناجیل مروجہ میں اکثر تمثیلوں میں کلام کیا گیا ہے،موجود ہے۔ پس وہی البشریٰ دوسرے لفظوں میں انجیل ہے جو اسکی کتاب ہے جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور کی خوشخبری دی گئی ہے۔حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش کے بعد ضرور یہود اور نصرانی

اور مجوسی اور ہنود داخل اسلام ہوئے۔ پس مشرق سے عیسائیت اسلام میں مدغم ہو گئی اور یہ لوگ مسلمان ہو گئے اور اسلام قبول کر کے بنی اسرائیل پھر سے حکومت کرنے لگے۔ جیسا کہ گزشتہ زمانہ میں ایران اور افغانستان اور ہندوستان میں افغانوں نے حکومت کی اور اس وقت بھی افغانستان میں افغان قوم کا بادشاہ حکمران تھا اور بہت افغان تو اب بھی حکومت کر رہے ہیں۔ افغان یقینی طور پر بنی اسرائیل ہیں جو ان کے بنی اسرائیل ہونے میں کلام کرتے ہیں اور ان سب واقعات کو نظر انداز کرتے ہیں جو ہم نے انکے اسرائیل النسل ہونے کے بارہ میں پیش کئے ہیں۔ ہاں ہم کو اس بات سے انکار نہیں کہ ان میں دوسری قوموں کی آمیزش نہیں۔ مثلاً ایک صاف اور شفاف چشمہ سے ایک دریا نکلتا ہے یعنی آغاز میں اس کا پانی صاف اور شفاف ہوتا ہے مگر رفتہ رفتہ جب وہ اپنے لمبے سفر میں سمندر کی طرف بڑھتا ہے تو راستہ میں کئی معاون پہاڑی ندی نالے آ ملتے ہیں۔ ان میں قسما قسم کا پانی ہوتا ہے۔ کہیں بارش کا سیلاب ہوتا ہے۔ اسمیں میدانوں کا گند مل جاتا ہے۔ کہیں گندے نالے مل جاتے ہیں تو اس صاف اور شفاف دریا کا رنگ اور مزہ بدل جاتا ہے مگر کوئی نادان یہ خیال کر لے کہ یہ اس صاف اور شفاف چشمہ سے نہیں نکلتا اور یہ وہ پانی نہیں ہے تو یہ اسکی غلطی ہے۔ ہاں وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ جوں جوں دریا آگے بڑھا اسمیں خارجی آمیزش ہو گئی ہے۔ اس آمیزش سے بیشک اس پانی کا رنگ اور مزہ تو بدل گیا مگر یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں کہ اسمیں وہ پانی نہیں جو منبع سے صاف اور شفاف نکلتا ہے۔ اسی طرح اور ٹھیک اسی طرح بنی اسرائیل کچھ تو مصر میں قبطی قوم سے چار سو سال کی رہائش میں رنگ لے چکے تھے، کچھ وادیٔ سینا کے چالیس سالہ سفر میں کچھ کنعان میں آباد ہو کر دوسری اقوام سے مل جل گئے تھے۔ کچھ عراق اور عرب اور فارس اور آرمینا میں صدیوں تک رہائش کے زمانہ میں حصہ لیا۔ کچھ افغانستان میں آ کر بُدھ اور ہندو قوم سے رنگ لیا۔ یہ رنگ کئی قسم کا تھا۔ مذہبی خیالات میں، رسوم میں، لباس اور اخلاق میں اور باہمی ازدواج سے خون میں بھی، مگر غلبہ ان کے خون میں اسوقت کے اسرائیلی خون اور اخلاق اور رسوم کا اب تک موجود ہے۔

باب پنجم: درباره وفات حضرت عیسیٰؑ ناصری علیہ السلام

فصل اوّل: ثبوت از دلائل قرآنیہ

1۔ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ سے فرمایا کہ:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ

(سورۃ آل عمران: آیت ۵۶)

ترجمہ: (اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ نے کہا۔ اے عیسیٰ میں تجھے (طبعی طور پر) وفات دوں گا اور تجھے اپنے حضور میں عزت بخشوں گا اور کافروں (کے الزامات) سے تجھے پاک کروں گا اور جو تیرے پیرو ہیں انہیں ان لوگوں پر جو منکر ہیں قیامت کے دن تک غالب رکھوں گا۔

(تفسیر صغیر حضرت المصلح الموعودؓ)

استدلال

یہ چار وعدے حضرت عیسیٰؑ سے خدا نے خود کئے۔ سب سے پہلے تیری موت طبعی موت ہوگی، کوئی اور تیری موت پر قادر نہ ہوگا۔ تیری روح وفات کے بعد میرے قرب میں مقربان بارگاہ میں داخل ہوگی اور عزت پائیگی اور یہودی تیری موت پر بذریعہ صلیب قادر نہ ہوں گے کہ تجھے لعنتی موت مار کر ملعون بنادیں اور راندۂ درگاہ کردیں۔ کافر لوگ تیرے خلاف جو بھی الزامات لگاتے ہیں میں تجھے بذریعہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بری قرار دونگا اور تیرے ماننے والا گروہ تیرے کافروں پر تا قیامت غالب آئیگا۔ چنانچہ یہ وعدے جیسا کہ خدا نے فرمائے بترتیب پورے ہوئے۔

(اول) تو جب خدا فاعل ہو اور ذی روح مفعول ہو اور توفی کا لفظ باب تفعل سے بطور فعل واقع ہو جیسا کہ **انی متوفیك** اور **فلما توفیتنی** میں واقع ہے۔ تو محاورات عرب کی رو سے اسکے معنی صرف موت اور قبض روح ہیں اور تیسرے معنی ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔

(دوم) مفسرین ہزار معنی از خود گھڑ لیں تو ان کو اختیار ہے مگر صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور خاص شاگرد **انی متوفیك** کے معنی **انی ممیتك** کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ معنی صحیح بخاری باب التفسیر زیر آیت **فلما توفیتنی** میں مذکور ہیں۔ پس اسکے معنی موت ہی ہیں اور کوئی اس کے معنی ہو نہیں سکتے۔

(سوم) قرآن کریم میں حضرت یعقوب اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہیں:

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ: آیت ۱۳۳)

ترجمہ: پس ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم (اللہ کے) پورے فرمانبردار ہو

حضرت یوسفؑ اپنے باپ دعا کی تعمیل میں دعا مانگتے ہیں:

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝ (سورۃ یوسف: آیت ۱۰۲)

ترجمہ: (جب بھی میری موت کا وقت آئے) مجھے اپنی کامل فرمانبرداری کی حالت میں وفات دے اور صالحین (کی جماعت) کے ساتھ ملا دے۔

پس حضرت یعقوب کے لفظ موت کا قائم مقام حضرت یوسف نے توفی رکھا جس کے معنی موت طبعی ہی ہوئے۔

2- **وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ**

(سورۃ النساء آیت: ۱۵۸)

ترجمہ: اور ان کے یہ بات کہنے کے سبب سے کہ اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ ابن مریم کو ہم نے یقیناً قتل کر دیا ہے (یہ سزا ان کو ملی ہے)

یعنی عیسیٰ ابن مریم کو جو اپنے آپ کو المسیح یا مسیح موعود اور خدا کا رسول کہتا تھا ہم نے قتل کرایا ہے ایسا قتل جو منافی رسالت اور صداقت عیسیٰ ابن مریم ہے۔ خدا نے جواب دیا کہ:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ (سورۃ النساء آیت:۱۵۸)

ترجمہ: حالانکہ نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب پر لٹکا کر مارا بلکہ وہ ان کیلئے (مصلوب کے) مشابہ بنا دیا گیا۔

یعنی یہود نے انکو قتل نہیں کیا یعنی وہ قتل جو بذریعہ صلیب واقع ہو اور مدعی رسالت کو کاذب اور لعنتی ثابت کر دے کیوں کہ صلیب پر اسکی کوئی ہڈی حتیٰ کہ صلب کی ہڈی جس سے موت یقینی ہو جاتی ہے، توڑی نہیں گئی البتہ وہ یہودیوں اور رومیوں کو مردہ سا نظر آیا۔

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ (آیت ۱۵۸) اور انہوں نے ہرگز اسے قتل نہیں کیا۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ (آیت ۱۵۹) بلکہ اللہ نے اسے اپنے حضور رفعت بخشی۔

(تفسیر صغیر حضرت المصلح الموعودؓ)

یعنی یقینی امر یہ ہے کہ انہوں نے اسکو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اسکو وہ موت دی جس سے اسکی روح خدا کے قرب میں عزت کا مقام پا چکی ہے۔

استدلال

حضرت عیسیٰؑ کو صلیب کا واقعہ ۳۳ سال کی عمر میں پیش آیا اور اس وقت صلیب پر یقیناً مرے نہ تھے بلکہ مردہ سے ہو گئے تھے جسکو لوگوں نے مردہ قرار دیا۔ درحقیقت وہ بیہوش تھے اور علاج سے اچھے ہو کر ۱۲۰ سال زندہ رہے اور اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے۔

3۔ خدا تعالیٰ سورۃ مائدہ کے آخر میں فرماتا ہے کہ ہم نے حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا یا قیامت میں پوچھیں گے کہ آیا تم نے عیسائیوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا مانو؟ تو وہ جواب دینگے کہ

جبتک میں ان میں رہا میں نے انکو وہی کہا جو مجھے آپ نے حکم دیا کہ خدا ایک ہے اسکی عبادت کرو:

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۚ (سورۃ المائدہ: آیت ۱۱۸)

ترجمہ: مگر جب تو نے میری روح قبض کر لی تو تُو ہی ان پر نگران تھا (میں نہ تھا)۔

(تفسیر صغیر حضرت المصلح الموعودؓ)

استدلال

اگر حضرت عیسیٰؑ آسمان پر گئے ہوں اور دوبارہ یہاں آ کر اپنی قوم کو شرک اور تثلیث میں گرفتار دیکھیں اور چالیس سال ان میں دوبارہ رہ کر انکو توحید کی تبلیغ کریں تو وہ کس طرح خدا کو کہہ سکتے ہیں کہ جب تک میں ان میں رہا وہ توحید پر قائم تھے اور مجھے ان کے شرک کا علم نہیں اور اگر انکو علم نہیں کہ عیسائی سب مشرک ہوئے تو یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس زمانہ میں ان سے جدا ہوئے جب عیسائی موحد تھے اور جب مشرک ہوئے تو حضرت عیسیٰؑ نے وہ زمانہ نہیں دیکھا اسواسطے ان کے مشرک ہونے سے بے خبر رہے۔

4۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ (سورۃ النساء: آیت ۱۶۰)

ترجمہ: اہل کتاب میں سے ایک بھی نہیں جو اس واقعہ پر اپنی موت سے پہلے ایمان نہ لاتا رہے۔ (تفسیر صغیر حضرت المصلح الموعودؓ)

یعنی ہر ایک اہل کتاب خواہ یہودی یا عیسائی ہو وہ حضرت عیسیٰؑ کی صلیبی موت پر ایمان رکھتا ہے۔ جب تک کہ انکو حضرت عیسیٰؑ کی طبعی موت نہ منوا دی جائے۔

استدلال

یہودی تو حضرت عیسیٰؑ کی صلیبی موت اسواسطے مانتے ہیں کہ تا کہ حضرت عیسیٰؑ کاذب اور لعنتی

ثابت ہوں اور عیسائی اسواسطے کہ صلیب پر موت ثابت ہوتو وہ انکے واسطے کفارہ قرار پائے۔ایک مؤمن کا فرض ہے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی صلیبی موت کی تردید کرے اور صلیب سے زندہ اترا ہوا ثابت کرے اور انکی ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات طبعی موت سے انکو منوا لے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کا یہی مشن ہے۔

5۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ

(سورۃ المائدہ: آیت ۷۶)

ترجمہ: مسیح ابن مریم صرف ایک رسول تھا، اس سے پہلے رسول (بھی) فوت ہو چکے ہیں۔

(تفسیر صغیر حضرت المصلح الموعودؓ)

استدلال

حضرت عیسیٰؑ سے ماقبل رسول حضرت آدمؑ سے حضرت یحیٰؑ بن ذکریا تک جو ہوئے وہ سب فوت ہو چکے ہیں لفظ الرسل میں کوئی رسول موت سے مستثنیٰ نہیں۔ پس حضرت عیسیٰؑ بھی فوت ہو گئے۔

6۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ (سورۃ آل عمران: ۱۴۵)

ترجمہ: اور محمدؐ صرف ایک رسول ہے۔ اس سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پس اگر وہ وفات پا جائے یا قتل کیا جائے تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے؟

یعنی محمدؐ صرف خدا کا رسول ہے اوراس سے ماقبل جس قدر رسول ہوئے ہیں سب فوت ہو چکے ہیں پس اگر وہ اپنی موت سے فوت ہو یا کسی اور کے ہاتھ سے قتل ہو گیا تو کیا تم مرتد ہو جاؤ گے۔

استدلال

آیت نمبر پانچ میں جو انبیاء حضرت آدمؑ سے حضرت یحیٰؑ تک تھے وہ فوت ہوئے۔اس آیت میں الرسل کی حد حضرت عیسیٰؑ کو شامل کرتی ہے پس وہ بھی فوت ہو چکے ہیں قتل کی تو خدا نے ماقتلوہ میں تردید کر دی تھی۔طبعی موت سے ہی فوت ہوئے۔

7- خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کی ماں

كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ (سورۃ المائدہ: آیت ۷۶)

ترجمہ: وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔

یعنی جب تک زندہ تھے، خوراک کے محتاج تھے۔

استدلال

چونکہ كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ صیغہ استمراری کا ہے تو اسکے یہ معنی ہیں اب نہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہے اور نہ اسکی ماں زندہ ہے اور نہ دونوں میں سے کوئی ایک خوراک کھاتا ہے۔پس دونوں فوت ہو چکے ہیں جو جسم کھانا کھانے کے محتاج ہوں وہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ سے لیکر اس زمانہ تک دوسو سال کے اندر ضرور فنا ہو جاتا ہے۔آجکل تو بمشکل کوئی ہوگا جو سو سال تک پہنچ سکے اور سو سال کے بعد تو شاید ہی کوئی انسان زندہ مل سکے۔پس حضرت عیسیٰؑ کا زندہ رہنا دو ہزار سال تک محض خوش اعتقادی ہے۔

8۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ۔

(سورۃ آل عمران آیت ۶۰)

ترجمہ: یاد رکھو عیسیٰ کا حال اللہ کے نزدیک یقیناً آدم کے حال کی طرح ہے۔ اسے یعنی آدم کو اس نے خشک مٹی سے پیدا کیا ہے۔

یعنی حضرت عیسیٰؑ خدا کے نزدیک اپنی مثال میں آدم کی طرح ہے جس کو اللہ نے مٹی سے پیدا کیا تھا۔

استدلال

جس طرح آدم اور ہر بنی آدم پیدا ہوتا ہے اور جیتا ہے اور مر جاتا ہے اور سو سال کے اندر اندر بے نام ونشان ہو جاتا ہے، یہی قانون حضرت عیسیٰؑ کے واسطے ہے۔ کیوں کہ حضرت عیسیٰؑ بھی ایک آدمی ہی تھے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اسواسطے زندہ رہے کہ ان کا باپ نہ تھا تو حضرت آدمؑ جن کی نہ ماں تھی اور نہ باپ۔ چاہیئے تھا کہ وہ ہرگز نہ مرتے۔ حضرت آدمؑ مر گئے ہیں تو حضرت عیسیٰؑ جو ابن آدم تھے یقیناً مر گئے ہیں۔

9۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ مِنَ اللّٰہِ شَیْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّهْلِكَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَ اُمَّهٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ؕ (المائدہ ۵:۱۸)

ترجمہ: تو (ان سے) کہہ دے اگر اللہ مسیح ابن مریم (کو) اور اس کی ماں (کو) اور (ان) تمام لوگوں کو جو زمین میں (پائے جاتے) ہیں ہلاک کرنا چاہے تو اس کے مقابلہ میں کون کسی بات کی طاقت رکھتا ہے۔

استدلال

خدا نے حضرت عیسیٰؑ اور اسکی ماں کو اسواسطے ہلاک کر دیا کہ وہ مخلوق تھے اور خدا نہ تھے اور اس زمانہ کے لوگ بھی ہلاک کر دیئے کیوں کہ وہ خدا کی مخلوق تھے۔ اگر وہ کسی اور کی مخلوق ہوتے تو خدا ان کو ہلاک نہ کر سکتا اور ان کا معبود انکو خدا کے ہاتھ سے بچا لیتا مگر حضرت عیسیٰؑ اوروں کو خدا کے ہاتھ سے کیا بچاتے جبکہ وہ اپنی ماں اور پھر اپنی جان کو موت سے بچا نہ سکے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ بھی انسان اور مخلوق اور رسول تھے مگر خدا نہ تھے، اگر حضرت عیسیٰؑ کو زندہ مانا جاوے تو خدا کی یہ دلیل جو حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کے خلاف ہے باطل ہو جاتی ہے۔

10- خدا تعالیٰ حضرت آدمؑ اور انکی نسل کو کہتا ہے:

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ۔ (سورۃ الاعراف: آیت ۲۶)

ترجمہ: (پھر) فرمایا اسی زمین میں تم زندہ رہو گے اور اسی میں تم مرو گے اور اسی میں سے تم نکالے جاؤ گے۔

استدلال

جب آدم اور نسل آدم کے ایام حیات بسر کرنے کا مقام صرف زمین ہے اور اسی زمین کی پیداوار پر انکا گزارا ہے اور یہیں وہ مر کر دفن ہوں گے اور یہیں سے انکا خروج مقرر ہے تو اسکے خلاف کوئی بنی آدم حضرت عیسیٰؑ ہو یا کوئی اور کب آسمان پر چڑھ سکتا ہے اور وہاں رہ سکتا ہے جبکہ آسمان بشر کے قیام کا مقام نہیں۔

11- خدا تعالیٰ حضرت آدمؑ سے فرماتا ہے:

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ۔ (سورۃ الاعراف آیت ۲۵)

ترجمہ: اور تمہارے لئے اسی زمین میں ٹھکانہ ہوگا اور کچھ مدّت تک فائدہ اٹھانا (مقدر) ہوگا۔
(تفسیر صغیر حضرت المصلح الموعودؓ)

استدلال

جب خدا نے حضرت آدم اور اسکی اولاد کا مستقر صرف زمین مقرر کیا ہے اور اسکے سامان زیست بھی یہاں ہی مہیا کئے ہیں تو حضرت عیسیٰؑ یا کوئی اور بشر کس طرح آسمان پر جا سکتا اور رہ سکتا ہے۔ اسکو سامان زیست وہاں کس طرح ملے گا۔

12۔ خدا تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتا ہے: (سورۃ الانبیاء: آیت ۳۵)

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝

ترجمہ: اور ہم نے کسی انسان کو تجھ سے پہلے غیر طبعی عمر نہیں بخشی۔ کیا اگر تو مر جائے تو وہ غیر طبعی عمر تک زندہ رہیں گے۔ (تفسیر صغیر حضرت المصلح الموعودؓ)

استدلال

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طبعی عمر ۶۳ سال تھی اور فوت ہو گئے تو حضرت عیسیٰؑ کی دو ہزار سال کی غیر طبعی عمر کس طرح ہو گئی۔ کیا یہ اس حکم ربی کے خلاف نہیں۔

13۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ (سورۃ الفرقان: آیت ۲۱)

ترجمہ: اور تجھ سے پہلے ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے تھے، وہ سب کے سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔ (تفسیر صغیر حضرت المصلح الموعودؓ)

استدلال

ہر رسول جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ہوا وہ کھانا کھاتا پانی پیتا اور لوگوں سے میل جول رکھتا یہ انکی زندگی کا ثبوت تھا۔ اگر حضرت عیسیٰؑ ناصری زندہ ہے تو آسمان پر بغیر کھانے اور پینے اور میل ملاپ کے کیسے جیتے ہیں۔ جو کھاتا نہیں اور پیتا نہیں اور لوگوں سے میل ملاپ نہیں کرتا تو ضرور وہ فوت شدہ ہے۔ اسکی زندگی کا کوئی ثبوت نہیں۔

14- خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنۡ نُّعَمِّرۡهُ نُنَكِّسۡهُ فِى الۡخَلۡقِ ؕ اَفَلَا يَعۡقِلُوۡنَ‏ ○ (سورۃ یٰسین: آیت ۶۹)

ترجمہ: اور جس کی ہم بہت زیادہ لمبی عمر کرتے ہیں اس کو جسمانی طاقتوں میں کمزور کرتے جاتے ہیں۔ کیا وہ سمجھتے نہیں۔

(تفسیر صغیر حضرت المصلح الموعودؓ)

استدلال

جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کو دو ہزار سال کی عمر دیتے ہیں وہ اگر عقل سے کام لیں تو سو سال کا انسان ایسا کمزور ہو جاتا ہے نہ تو اسکے پاؤں نہ اسکے کان نہ اسکی آنکھ نہ اسکی زبان اور نہ اسکے دانت اور نہ اسکا معدہ نہ اسکا دماغ ٹھیک کام دیتا ہے۔ تو جو دو ہزار سال کا انسان ہوگا اسکا کیا حال ہوگا! کیا وہ دنیا کو دعوت رسالت اور تبلیغ حق کر سکتا ہے! ہرگز نہیں! پس اسکو زندہ رکھنے سے کیا فائدہ مدّنظر ہو سکتا ہے۔

15- اَللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ ضُعۡفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ ضُعۡفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ ضُعۡفًا وَّشَيۡبَةً ‌ؕ

(سورۃ الروم: آیت ۵۵)

ترجمہ: اللہ وہی ہے جس نے تم کو اس حالت میں پیدا کیا کہ تمہارے اندر کمزوری پائی جاتی تھی۔ پھر کمزوری کے بعد تم کو قوت بخشی پھر قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا دیا۔

استدلال

یہ عام مشاہدہ اور روزمرہ کا قانون ہے جو ہر بنی آدم سے پیش آتا ہے اور بچپن سے پیری تک ساری عمر سو سال کے اندر ختم ہو جاتی ہے۔ پس کیا حضرت عیسیٰؑ اس قانون کی آیت کے ماتحت مستثنٰی ہیں کہ وہ جیسے تھے ویسے ہی آئیں گے۔ بقول قائلین حیات ۳۳ سالہ آسمان پر گئے اور ۳۳ سالہ ہی آئیں گے درمیان کا دو ہزار سال کا عرصہ سے وہ کیوں کر مستثنٰی ہو گئے۔

16۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔ (سورۃ البقرہ: آیت ۲۸۶)

ترجمہ: اور کہتے ہیں کہ ہم اس کے رسولوں میں سے ایک دوسرے کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے۔

یعنی تمام رسول بنی آدم بنائے اور وہ سب مخلوق تھے وہ سب متغیر اور فنا کی طرف قدم اُٹھانے والے تھے۔ وہ سب خدا کے مرسل تھے وہ سب فرض رسالت ادا کر کے فوت ہوئے ہم نے ان میں فرق نہیں رکھا تم بھی یہی عقیدہ رکھو سب کو مانو کسی ایک کا انکار بھی نہ کرو اور نہ اسکو خدا کہو اور نہ خدا کی صفت دو۔

استدلال

اگر حضرت عیسیٰؑ بھی ایک بشر رسول ہیں اور آدم کے فرزند ہیں تو وہ برخلاف جملہ رُسل کے غیر طبعی عمر کے خلاف ہوئے اور دو ہزار سال سے آسمان پر بیٹھے ہیں۔ ہر رسول دشمنوں سے زمین پر بچتا رہا مگر حضرت عیسیٰؑ برخلاف جملہ رسل کے آسمان پر پناہ گزیں ہوئے۔ یہ فرق بھلا کس طرح جائز ہے۔

17۔ حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں:

وَاَوۡصٰنِیۡ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمۡتُ حَیًّا ۪ۖ o وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِیۡ۔

(سورۃ مریم: آیت ۳۳-۳۲)

ترجمہ: اور جب تک میں زندہ ہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کی ہے۔ اور مجھے اپنی والدہ سے نیک سلوک کرنے والا بنایا ہے۔

استدلال

اگر حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں تو کیا وہ اس حکم الٰہی کی تعمیل کر سکتے ہیں۔ کیا وہ اوقات مقررہ پر بیت المقدس میں عبادت بجالا سکتے ہیں۔ کیا وہ اپنے مال یا علم یا کمالات سے مخلوق خدا کو نفع پہنچا سکتے ہیں۔ کسی نبی کا بیکار دو ہزار سال تک رہنا کیا معنی رکھتا ہے۔ جبکہ دنیا کی اقوام اس کے انفاس طیبہ اور برکات کی محتاج ہیں۔ بالخصوص ان کی اپنی قوم یہود و نصاریٰ جو خدا کے عظیم الشان نبی حضرت محمد ﷺ کی تکذیب میں گرفتار ہے اور چاہ ضلالت میں ہلاک ہو رہی ہے اور توحید کی بجائے شرک میں مبتلا ہے اور لکھوکھا مخلوق کو تباہ کر چکی ہے یہ سب اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔

18۔ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰؑ کا قول یوں درج ہے:

وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَیَوۡمَ اَمُوۡتُ وَیَوۡمَ اُبۡعَثُ حَیًّا۔

(سورۃ مریم: آیت ۳۴)

ترجمہ: اور جس دن میں پیدا ہوا تھا اس دن بھی مجھ پر سلامتی نازل ہوئی تھی اور جب میں مروں گا اور جب مجھے زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا (اس وقت بھی مجھ پر سلامتی نازل کی جائے گی)۔

استدلال

اگر حضرت عیسیٰؑ دو ہزار سال آسمان پر رہے تو اپنے ایام حیات کے ان واقعات سے یہ عرصہ

کیوں مستثنیٰ کر دیا! یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو یہ واقعہ پیش ہی نہیں آیا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کے حق میں بھی یہی الفاظ فرمائے ہیں:

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝

(سورۃ مریم: آیت ۱۶)

ترجمہ: اور جب وہ پیدا ہوا تب بھی اس پر سلامتی تھی، اور جب وہ مرے گا اور جب وہ زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا (تب بھی اس پر سلامتی ہوگی)۔

پس اگر اسکی زندگی کے حالات اور حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے حالات مساوی ہیں تو حضرت یحیٰؑ بھی اس جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر نہیں گئے تو حضرت عیسیٰؑ بھی اس جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر نہیں گئے۔ اگرچہ معراج کی رات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان دوم پر دیکھا۔ پس دونوں فوت ہیں اور انکی ارواح وہاں آسمان پر تھیں۔

19۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ۔ (سورۃ زخرف: آیت ۶۰)

ترجمہ: وہ (یعنی عیسیٰ) تو صرف ایک بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا تھا۔

استدلال

اگر حضرت عیسیٰؑ صرف ایک انعام یافتہ بندہ ہے تو جمیع انبیاء انعام یافتہ ہیں۔ پس حضرت عیسیٰؑ میں کون سی خصوصیت ہے کہ انکو بلا ثبوت زندہ آسمان پر مانا جاوے۔

20۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ أَحْمَدُ ۝ (سورۃ صف: آیت ۷)

ترجمہ: اور ایک ایسے رسول کی بھی خبر دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا، جس کا نام احمد ہوگا۔

استدلال

جو لوگ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ ہی کا دوسرا نام احمد ہے اس آیت سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں تو حضرت احمد موعود کے حق میں حضرت عیسیٰؑ کہتے ہیں کہ وہ اسوقت آویگا جبکہ میں دنیا سے گزر جاؤں اگر وہ موعود احمد حضرت محمدؐ ہیں اور وہ آ چکے ہیں تو ضرور وہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے بعد آئے۔ جیسا کہ بخاری میں حدیث ہے کہ **کلما هلك نبی فخلفه نبی** یعنی جب بنی اسرائیل میں سے ایک نبی فوت ہو جاتا تب دوسرا رسول قائم ہو جاتا۔ پس پہلے حضرت عیسیٰؑ مر جائیں تو پھر حضرت احمد آئیں گے اور اگر احمد آ گئے ہیں تو حضرت عیسیٰؑ انکے آنے سے قبل ہی فوت ہو چکے ہیں۔

21۔ بعض غیر احمدی کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کے حق میں آئی ہے:

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ

(سورۃ الزخرف: آیت ۶۲)

ترجمہ: اور وہ یعنی قرآن آخری گھڑی کا علم بخشتا ہے۔

یعنی حضرت عیسیٰؑ علم الساعۃ ہے اور قیامت سے ماقبل وہ بطور نشانی آویگا۔

استدلال

اگر حضرت عیسیٰؑ کو فرض کر لیں کہ وہ علم الساعۃ ہے تو خدا تعالیٰ اسی سورۃ کے آخر میں فرماتا ہے:

وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ (الزخرف: آیت ۸۶)

ترجمہ: اور قیامت کا علم صرف اس کو حاصل ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹایا جائے گا۔

یعنی وہ علم الساعۃ (حضرت عیسیٰؑ) خدا کے پاس ہیں اور انہوں نے دنیا میں پھر نہیں آنا۔ بلکہ تم

نے بھی وہاں اس کے حضور حاضر ہونا ہے۔اس آیت نے حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی امید پر پانی پھیر دیا۔

22- خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰٓاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ○ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً○ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ○وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ○ (سورۃ الفجر:۲۸۔۳۱)

ترجمہ:اے نفس مطمئنہّ !اپنے رب کی طرف لوٹ آ(اس حال میں کہ تو اسے)پسند کرنے والا بھی ہے اوراس کا پسندیدہ بھی۔پھر(تیرا رب تجھے کہتا ہے کہ)آ میرے (خاص)بندوں میں داخل ہوجااور(آ)میری جنت میں بھی داخل ہوجا۔ (تفسیر صغیر حضرت المصلح الموعودؓ)

استدلال

حضرت عیسیٰؑ بھی ایک اطمینان یافتہ انسان تھے۔جسکو عندالوفات یہ حکم مل چکا کہ میرے برگزیدہ بندوں میں داخل ہو۔جو حضرت محمدؐ رسول اللہ نے معراج کی رات آسمان پر دیکھے وہ سب ارواح تھے۔یہ خدا کا قرب حاصل ہوناہی وہ جنت ہے جوایک مؤمن کوملتی ہےاوران کومل چکی ہے۔پس اب انکو جنت سے دوبارہ واپس دنیا میں لانا آیت وَمَا هُمۡ مِّنۡهَا بِمُخۡرَجِیۡنَ کے خلاف ہے کہ جنتی جب ایک دفعہ جنت میں داخل ہوجاتا ہےتو پھر وہاں سے کبھی نہ نکلے گا۔

23- خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَا یَخۡلُقُوۡنَ شَیۡـًٔا وَّهُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ○ اَمۡوَاتٌ غَیۡرُ اَحۡیَآءٍ ۚ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ ۙ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ○

(سورۃ النحل آیت:۲۱،۲۲)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا جن (معبودان باطلہ) کو وہ پکارتے ہیں وہ کچھ (بھی) پیدا نہیں کر سکتے اور (اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ) وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں۔

وہ (سب) مردے ہیں نہ کہ زندہ اور وہ (یہ بھی) نہیں جانتے کہ کب (دوبارہ) اُٹھائے جائیں گے۔

یعنی وہ لوگ، جن کو تم خدا کے سوا معبود بنا رہے ہو، انہوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی بلکہ وہ خود پیدا شدہ مخلوق ہیں۔ وہ سب مرے ہوئے ہیں اور ان میں کوئی علامات حیات موجود نہیں، نہ انکو یہ علم ہے کہ وہ کب مبعوث ہوں گے۔

استدلال

اگر حضرت عیسیٰؑ بقول عیسائیوں کے معبودوں میں داخل ہیں تو نہ تو انہوں نے کوئی چیز پیدا کی جیسا کہ اہل حدیث کہتے ہیں کہ انہوں نے چمگادڑ بنا لئے، اور نہ وہ زندہ ہیں بلکہ مر چکے ہیں اور ان میں کوئی آثار حیات موجود نہیں ہیں۔

24- خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ رسولاً الیٰ بنی اسرائیل ہیں۔ (دیکھو سورۃ آل عمران آیت ۴۹) اگر وہ واقعی اور یقینی طور پر صرف بنی اسرائیل کی طرف رسول ہیں جیسا کہ آیت سورۃ صف میں حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کو کہتے ہیں:

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۝ (سورۃ الصّف: آیت ۷)

ترجمہ: اور یاد کرو جب عیسیٰ ابن مریم نے اپنی قوم سے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں اللہ کی طرف سے تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہوں۔ جو کلام میرے آنے سے پہلے نازل ہو چکا ہے یعنی تورات، اس کی پیشگوئیوں کو میں پورا کرتا ہوں۔

یعنی میں صرف تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں اور میری رسالت صرف تصدیق وتبلیغ توریت ہے۔انجیل متی میں ہے کہ میں صرف بنی اسرائیل کے خاندان کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو جمع کرنے آیا ہوں۔

(متی باب ۱۵ آیت ۲۴ انجیل یوحنا باب ۱۱ درس ۵۲)

استدلال

جولوگ حضرت عیسیٰؑ کو دوبارہ اسواسطے لاتے ہیں کہ وہ امت محمدیہؐ کے واسطے رسول ہوں اور انکی اصلاح کریں اور تصدیق اور تبلیغ قرآن کریم کریں۔ یہ کس آیت کی بنا پر ہے۔ہم کو تو قرآن کریم میں کوئی ایسی آیت معلوم نہیں۔

25- خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا۝

(سورۃ الاحزاب: آیت ۴۱)

ترجمہ: نہ محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ تھے نہ ہیں (نہ ہوں گے) لیکن اللہ کے رسول ہیں بلکہ (اس سے بھی بڑھ کر) نبیوں کی مہر ہیں اور اللہ ہر ایک چیز سے خوب آگاہ ہے۔

استدلال

جولوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی قسم کے نبی اور رسول کی آمد کے قائل نہیں وہ حضرت عیسیٰؑ نبی اللہ کو دوبارہ کس طرح لاتے ہیں کیا انکو آیت خاتم النبیین میں کوئی ایسی دلیل نظر آتی ہے کہ نیا رسول نہیں ہوسکتا ہے البتہ پُرانا رسول آسکتا ہے، یہ کہاں سے ثابت ہے؟

26۔ حضرت محمد ﷺ کو بڑا قلق تھا کہ کسی طرح قریش مسلمان ہو جائیں۔خدا تعالیٰ ان کے اس قلق کی طرف اشارہ کر کے فرماتا ہے:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝

(الشعراء:۴)

ترجمہ: شاید تو اپنی جان ہلاکت میں ڈالے گا کہ وہ کیوں نہیں مومن ہوتے۔

یعنی کیا تو اپنی جان کو ضائع کر دیگا کہ کیوں قریش ایمان نہیں لاتے جب قریش کو حضرت محمدؐ کے اس قلق کا علم ہوا تو انہوں نے کہہ دیا تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ تو آسمان پر چڑھ کر دکھا دے تو ہم ایمان لے آتے ہیں۔اگر حضرت محمدؐ رات کو معراج میں آسمان پر جا سکتے ہیں تو قریش کے سوال کو پورا کریں اور آسمان پر چڑھ کر دکھا دیں اور جو رات کو آسمان پر جا سکتا ہے وہ دن کو دوڑ کر چلا جاویگا اور اسکو یہ شرط پورا کرنا کوئی مشکل نہیں۔چاہئے تو یہ کہ وہ یہ جواب دیں کہ آؤ جمع ہو جاؤ میں کل آسمان پر چڑھ کر دکھا دونگا۔مگر وہ نہایت مایوس کن جواب دیتے ہیں هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا یہ امر میرے واسطے کیوں کر ممکن ہوسکتا ہے کہ میں تو بشر رسول ہوں کونسا بشر رسول آسمان پر گیا ہے کہ میں بھی جاؤں۔

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۹۴)

استدلال

گویا قرآن کے نزدیک آسمان ملک رسول کا مقام ہے اور زمین بشر رسول کا۔حضرت محمدؐ بشر رسولؐ تھے اسواسطے آسمان پر جانا بشر رسول کا کام نہ تھا اور ملک وہ نہ تھے کہ آسمان پر چڑھ جاتے۔ پس حضرت عیسیٰؑ بشر رسول ہو کر تو آسمان پر نہیں جا سکتے اور ملک رسول ہوں تو ہم کو علم نہیں۔البتہ یہ امر محتاج ثبوت ضرور ہے۔

27- خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ۝ أَحْيَاءً وَّأَمْوَاتًا ۔ (سورۃ المرسلات: آیت ۲۶-۲۷)

ترجمہ: کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کا سمیٹنے والا نہیں بنایا؟

(تفسیر صغیر حضرت المصلح الموعودؓ)

یعنی آیا ہم نے زمین کے اندر کشش ثقل نہیں رکھی کہ ہر ایک چیز کو اپنی سطح کی طرف کھینچتی ہے۔ خواہ جاندار ہو یا بے جان، اسے اپنے مرکز سے باہر جانے نہیں دیتی۔

استدلال

اسکا جواب تو یہ ہے کہ ضرور ایسا ہی ہے مگر جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کو زندہ زمین کے مرکز سے نکال کر آسمان پر لے جاتے ہیں وہ کشش کے اثر کو کس طرح زائل کرتے ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کو نہ زندہ جانے دیتی ہے نہ فوت شدہ کو اگر ایسا ممکن ہو جاوے تو پھر خدا کا استدلال کب قائم رہ سکتا ہے۔

28- خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ

(سورۃ الانبیاء: آیت ۹)

ترجمہ: اور ہم نے ان رسولوں کو ایسا جسم نہیں دیا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ غیر معمولی عمر پانے والے لوگ تھے۔ (تفسیر صغیر حضرت المصلح الموعودؓ)

استدلال

آدم اور اولاد آدم کا جسم خوراک کا محتاج ہے اور جو خوراک کھاتا ہے وہ ہر ایک منٹ فنا کی طرف قدم بڑھاتا ہے اور طبعی عمر گزار کر جو قریباً سو سال کے اندر اندر ہے مر جاتا ہے۔ پس کوئی آدمی ایسا نہیں کہ کھانا کھاتا ہو اور وہ غیر طبعی عمر دو ہزار سال کی پا سکے۔ پس حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں۔

29۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ (سورۃ روم: آیت ۳۱)

ترجمہ: اللہ کی پیدائش میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

(تفسیر صغیر حضرت المصلح الموعودؓ)

یعنی خدا تعالیٰ نے جس ہیئت پر انسان کو پیدا کیا ہے وہ یہی ہے کہ پانچ ہزار سال میں تو کوئی بشر ایسا ثابت نہیں جو دو سو سال تک جیتا ہو۔ پس حضرت عیسیٰؑ خلاف اس مشاہدہ کے کس طرح جدا خلقت کے مالک ہو سکتے ہیں کہ وہ دو ہزار سال سے الا ان کما کان زندہ رہ سکیں۔

استدلال

حضرت عیسیٰؑ کی دو ہزار سالہ زندگی ان کو اس قانون کے خلاف ثابت کرنا ہے جو کسی صورت میں صحیح نہیں۔

30۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ (سورۃ نور: آیت ۵۶)

ترجمہ: اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا۔

استدلال

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں جیسا کہ توریت استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸۔۲۰ میں وارد ہے اور قرآن کریم سورۃ احقاف میں فرماتا ہے:

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ ۔ (الاحقاف:۱۱)

ترجمہ: باوجود اس کے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ (یعنی موسیٰ) گواہی دے چکا ہے۔

یا سورۂ مزمل میں فرماتا ہے کہ:

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ○

(المزمل: آیت ۱۶)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہاری طرف ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر نگران ہے اسی طرح جس طرح فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔

یعنی ہم نے تمہاری طرف ایک رسول (حضرت محمدؐ) ایسا رسول کر کے بھیجا ہے جیسا کہ ہم نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون کی طرف رسول کر کے بھیجا تھا۔ گویا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثیل حضرت موسیٰؑ ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اور آپ کے خلفاء حضرت موسیٰؑ کی امت اور ان کے خلفاء کے مثیل ہیں۔ دونوں آیات میں لفظ کما بغرض مماثلت و مشابہت موجود ہے۔ حضرت موسیٰؑ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثیل ہیں اور اصل موسیٰؑ نہیں اسی طرح امت محمدیہ کے خلفاء امت موسویہ کے خلفاء کی مثل ہیں اور اصل نہیں۔ پس سلسلہ محمدیہ کے خاتم الخلفاء **حضرت احمد قادیانی علیہ السلام** مثل حضرت عیسیٰؑ نبی اللہ کے ہیں جو خاتم الخلفاء سلسلہ موسویہ ہیں اور اصل عیسیٰ ناصریؑ نہیں۔ آخری زمانہ میں جس مثیل حضرت عیسیٰؑ نے آنا تھا وہ آ گیا اور خود حضرت عیسیٰؑ نے نہ آنا تھا جو نہ آئے اور نہ کبھی آئیں گے۔ پس آپ لوگ قرآن کریم کے پاس عزت کیلئے مان لیں کہ امت محمدیہ میں حضرت عیسیٰؑ دوبارہ نہیں آ سکتے۔

۞

فصل دوم: ثبوت از احادیث نبویہ

1۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں یَا عِیسَیٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ فرمایا ہے۔یعنی اے عیسیٰ میں تیری روح قبض کر کے وفات دینے والا ہوں۔مولوی لوگ حضرت عیسیؑ کی حیات کے دلدادہ **توفی** کی گونا گوں تاویلات رکیکہ کر کے **توفی** کے معنی بگاڑنا چاہتے ہیں مگر حضرت عبداللہ بن عباسؓ پسر عم رسول اللہ اس کے معنے انی **ممیتك** کرتے ہیں یعنی **توفی** کے معنے صرف موت کرتے ہیں۔لہٰذا دوسرے سب معانی باطل ہیں اور امام محمد بن اسمٰعیل بخاری نے اپنی صحیح باب التفسیر میں یہی معنے صحیح قرار دیئے ہیں۔ (عسل مصفٰی طبع اوّل صفحہ ۱۹۰)

استدلال

گو یا حضرت عیسیؑ کو خدا نے پہلے وفات دیدی اور پھر انکا روحانی رفع ہوا۔نہ یہ کہ وہ زندہ آسمان پر جا چڑھے اور **توفی** کے معنے موت خود ابن عم رسول اللہ نے کر دیئے ہیں کسی اور مفسر کے لغو معانی کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

2۔ قرآن مجید میں سورۂ مائدہ کے آخری رکوع میں خدا نے جس طرح عیسیؑ کی وفات کے بعد ان کی امت کا بگڑنا ثابت کیا ہے،اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب میں قبر سے اُٹھونگا تو ایک گروہ میرے صحابہ کا فرشتے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے جائیں گے۔میں انکو کہوں گا کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں ان کو کیوں دوزخ میں لے جا رہے ہو؟ تو فرشتے کہیں گے کہ آپؐ کو کیا خبر ہے کہ آپؐ کے بعد انہوں نے کیا کیا! تو میں انکو وہی جواب دونگا جو میرے بھائی

حضرت عیسیٰؑ نے دیا کہ:

وَ كُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۝ (سورۃ المائدہ: آیت ۱۱۸)

ترجمہ: اور جب تک میں ان میں (موجود) رہا، میں ان کا نگران رہا۔ مگر جب تو نے میری روح قبض کر لی تو تُو ہی ان پر نگران تھا (میں نہ تھا)۔ (تفسیر صغیر حضرت المصلح الموعودؓ)

استدلال

دیکھو صحیح بخاری اس حدیث میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حالت اور حضرت عیسیٰؑ کی حالت یکساں بتائی ہے۔ جب اس حدیث میں **فلما توفیتنی** کے معنی یہ ہیں کہ جب تو نے مجھے وفات دیدی تو کیوں یہی معنی حضرت عیسیٰؑ کے حق میں قرآن میں قبول نہیں کئے جاتے کہ جب حضرت عیسیٰؑ مر گئے تو انکی امت بگڑ کر مشرک ہوگئی!

3- قرآن میں **يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ** کے بعد **رَافِعُكَ إِلَيَّ** آتا ہے جس کے معنی ہیں کہ میں تجھ کو اپنے قرب میں عزت کا مقام دینے والا ہوں۔ وہ مقام عزت حضرت عیسیٰؑ کی روح کو ملا نہ اس جسد خاکی کو کیوں کہ حدیث میں حضرت عباسؓ کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں یا عَمَّ ارفعکَ اللّٰہ اے چچا! خدا تجھے اپنے قرب میں عزت کا مقام دے۔ دوسری حدیث میں یہ دعا مؤمن کو سکھائی گئی اللّٰھُمَّ اغفرلی و ارحمنی وارْفَعنی واھدنی وارزقنی اے خدا مجھے اپنے قرب میں عزت کا مقام دے۔

(مستدرک حاکم جزء 1 صفحہ 405)

تیسری حدیث میں ہے کہ:

اِذا تواضع العبد رفعه الله اِلى السماء السابعة جس نے تواضع سے خدا کی خاطر کام

لیا تو خدا اسکو ساتویں آسمان پر عزت کا مقام دیتا ہے۔

(کنز العمال۔جلد 3 صفحہ 110)

استدلال

ان سب احادیث میں **رفع** کے معنے مقام عزت کا ملنا ہے نہ جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا ہے۔ پس **رَافِعُكَ** میں حضرت عیسیٰؑ کا روحانی رفع ہوا نہ جسمانی، جیسا کہ مولوی خود تراشدہ معنے کرتے ہیں۔

4۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک حدیث میں فرماتے ہیں:

لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور أنبيائهم مسجدا۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور)

یعنی خدا نے یہود اور عیسائیوں کو اسواسطے لعنتی کر دیا کہ وہ اپنے اپنے نبیوں کی قبروں پر سجدے کرتے ہیں۔

استدلال

یہود کے انبیاء کی قبریں تو یہود کو معلوم ہیں اور ہمارے مسلمانوں کے نزدیک بھی انبیاء بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ وغیرہ فوت شدہ ہیں۔ عیسائیوں کا تو صرف ایک ہی نبی حضرت عیسیٰؑ ناصری ہے۔ اگر وہ فوت شدہ نہیں تو عیسائی کس نبی کی قبر کو اپنا نبی جان کر سجدہ کرتے ہیں؟ پس اس حدیث کی رو سے حضرت عیسیٰؑ فوت شدہ ہیں اور قبر میں دفن ہیں اور عیسائی اسکو سجدہ کرتے ہیں۔

5۔ سیدنا حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ:

كَانَتْ بَنُو اِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَ اِنَّهُ لاَ نَبِيَّ بَعْدِیْ وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُون۔ (صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل)

یعنی امت موسویہ پر انبیاء سیاست کرتے تھے۔ جب کبھی ایک نبی فوت ہوجاتا تو دوسرا اسکی جگہ قائم مقام ہوجاتا۔ مگر میرے معاًبعد نبی نہیں ہوگا، ہاں خلفاء ہوں گے۔

استدلال

جب حضرت موسیٰ ؑ فوت ہوئے تو حضرت یوشع قائم مقام ہوئے اور جب حضرت داؤدؑ فوت ہوئے تو حضرت سلیمانؑ قائم ہوئے۔ جب حضرت یحیٰؑ فوت ہوئے تو حضرت عیسیٰؑ نبی ہوئے۔ تو جب حضرت عیسیٰؑ فوت ہوئے تو اس کے چھ سو سال بعد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نبی ہوئے۔ پس ایسا ہی ہوا۔ حضرت عیسیٰؑ حضرت محمد ﷺ کے ظہور سے قبل فوت ہو چکے ہیں۔ کلما ھلك نبی فخلفه نبی کا قاعدہ کلیہ ہے۔

6۔ حضرت محمد ﷺ نے جس وقت معراج میں حضرت عیسیٰؑ ناصری کو دیکھا تو ان کا حلیہ یوں بیان کیا کہ:

فامّا عیسیٰ فأحمر جعد عریض الصدر اسکے چہرے کا رنگ سرخ ہے۔ سر کے بال کنڈل دار ہیں اور چوڑا سینہ ہے۔ (بخاری کتاب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم)

جب خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دجال کے بالمقابل حضرت عیسیٰؑ موعود کو دیکھا تو اسکا حلیہ یوں بیان کیا تھا:

فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ كَأَحْسَنِ مَا تَرَى مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعَرَ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً

آپ کے چہرے کا رنگ گندمی تھا۔ گندم گوں لوگوں میں خوبصورت تھا۔ اسکے سر کے بال لمبے اور دونوں شانوں کے درمیان لٹک رہے تھے۔

یہ دونوں حلیے صحیح بخاری میں جدا جدا موجود ہیں۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب فی ذکر المسیح ابن مریم و المسیح الدجال)

استدلال

ایک شخص کے دو حلیے نہیں ہو سکتے۔ پس عیسیٰ ناصریؑ جدا شخص ہے اور آنے والا مسیح موعودؑ جدا شخص ہے۔ مؤخر الذکر حلیہ حضرت احمد قادیانی علیہ السلام مسیح موعود کا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

رنگم چو گندم است و بمو فرق بیّن ست   زانسان کہ آمدست در اخبار سرورم

ایں مقدمم نہ جائے شکوک است والتباس   سید جدا کُند ز مسیحائے احمرم

7۔ سیدنا آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم

(صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم)

خدا جانے اسوقت تمہاری کیسی ابتر حالت ہوگی جبکہ آنے والا ابن مریم تم میں نزول کرے گا۔ وہ تمہارا ہی امام ہوگا۔ اور تم مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوگا۔

استدلال

خود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آنیوالا عیسیٰ موعود یا مسیح موعودؑ یا ابن مریمؑ تم میں سے ہوگا اور تمہارا امام ہوگا۔ یہ لفظ **منکم** اس لفظ **منکم** کا قائمقام ہے جو آیت استخلاف میں وارد ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ   (سورة النور:56)

ترجمہ: اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے۔

یعنی یہ عیسیٰ موعود عیسیٰ ناصری نہیں ہوگا بلکہ اسکا سا ہوگا، اسکا مثیل ہوگا اور تم مسلمانوں میں ایک امتی شخص ہوگا۔

8۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج میں از روئے احادیث پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ کو دیکھا۔ دوسرے پر حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو دیکھا۔ تیسرے پر حضرت یوسفؑ اور چوتھے پر حضرت ادریسؑ اور پانچویں پر حضرت ہارونؑ اور چھٹے پر حضرت ابراہیمؑ اور ساتویں پر حضرت موسیٰؑ کو دیکھا۔ جس حالت میں یہ دوسرے انبیاء تھے اسی حالت میں حضرت عیسیٰؑ تھے۔ اگر وہ سب اس جسد خاکی کے ساتھ زندہ تھے تو حضرت عیسیٰؑ بھی زندہ تھے اور اگر وہ سب فوت شدہ ارواح تھے تو حضرت عیسیٰؑ فوت شدہ کی روح آسمان دوم پر تھی نہ کہ یہ خاکی جسم۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل الصحابہ باب المعراج)

استدلال

حضرت حافظ ابن قیم نے دوسری صدی میں اپنی کتاب زادالمعاد میں لکھا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس قدر انبیاء شب معراج میں دیکھے ہیں وہ سب ارواح تھے۔ کوئی بھی اس جسد خاکی کے ساتھ نہ تھا۔ پس حضرت عیسیٰؑ بھی فوت شدہ تھے۔ ان کی بھی صرف روح تھی۔

(زادالمعاد۔ جزء1 صفحہ 31 مطبوعہ بیروت۔لبنان)

9۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَاقْسم باللّٰہ مَا علی الْاَرْض مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ الْيَوْمَ تَأْتِي عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ وَهِيَ حَيَّةٌ يَوْمَئِذٍ (صحيح مسلم كتاب فضائل الصحابة باب قوله لا يأتي مائة سنة)

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج کے دن سے زمین پر کوئی جاندار نہیں ٹھہرا کہ جس پر سو سال گزر جاوے تو وہ اس دن زندہ ہو۔

استدلال

جب سو سال کے اندر وہ لوگ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھے سب فوت ہو جاویں گے تو حضرت عیسیٰ کس طرح ان زندہ لوگوں میں سے مستثنیٰ ہیں وہ بھی ضرور فوت ہو گئے۔

10۔ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للّٰہ تعالیٰ ریحا یبعثها علی رأس مأة سنة تقبض روح کل مؤمن۔

(مستدرک حاکم جزء 4 صفحہ 504)

یعنی اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آخر پر ایک ہوا بھیجتا ہے جس پر مؤمن کی روح قبض کر لیتا ہے۔

استدلال

اگر ہر صدی کے سر ایک خاص ہوا ہر بنی آدم کی روح قبض کرتی ہے تو حضرت عیسیٰ ناصری جو بنی آدم اور مومن تھے وہ کس طرح بچ سکتے ہیں وہ بھی مر گئے۔

11۔ جس طرح صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے کہ

لو کان موسیٰ حیاً لما وسعه الا اتباعی

اگر حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو وہ بھی میری اتباع کرتے۔

اسی طرح شرح فقہ اکبر میں صفحہ ۹۹ میں حدیث ہے کہ:

لوکان عیسیٰ حیاً لما وسعہ الا اتباعی

یعنی اگر حضرت عیسیٰؑ ناصری زندہ ہوتے تو وہ یعنی ضرور میری اتباع کرتے۔

استدلال

نہ حضرت موسیٰؑ زندہ ہیں اور نہ حضرت عیسیٰؑ ناصری، دونوں فوت شدہ ہیں۔

12- سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیّین لما وسعھما الا اتباعی۔

(ابن کثیر بر حاشیہ جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۴۶۔الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۴۔شرح مواہب الدینیہ جلد ۶ صفحہ ۳۷۴۔فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ وطبرانی کبیر)

یعنی اگر حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو وہ ضرور میری اتباع کرتے۔

استدلال

ان روایات نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ دونوں کو فوت شدہ قرار دیا ہے۔

13- سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

لو کان موسیٰ و عیسیٰ فی حیاتھما ما وسعھما الا اتباعی۔

(مدارج السالکین مصنفہ امام ابن قیم۔جلد ۲ صفحہ ۳۱۳۔بشارت احمدیہ مصنفہ سید علی حائری لاہوری صفحہ ۲۴۔براہین محمدیہ برحاشیہ بشارات احمدیہ صفحہ ۴۲)

یعنی اگر حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ بقید حیات ہوتے تو وہ ضرور میری اتباع کرتے۔

استدلال

اس حدیث کی رو سے بھی دونوں ہی فوت شدہ ہیں۔

14۔ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین و مائة سنة ۔

(اخرج الطبرانی فی الکبیر بسند رجالہ ثقات عن عائشة و حاکم و مستدرک۔ بحوالہ حجج الکرامة صفحہ ۴۲۸ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۲۔ مواہب الدینیہ جلد ا صفحہ ۴۲ وتفسیر جلالین زیر آیت یا عیسی انی متوفیک رواہ ابن عمر)

یعنی حضرت عیسیٰؑ کی کل عمر ایک سو بیس سال تھی۔

استدلال

حضرت عیسیٰؑ کو واقعہ صلیب ۳۳ سال کی عمر میں پیش آیا تھا۔ گویا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عیسیٰؑ کو صلیب سے زندہ بچکر بقید حیات رہنا بتلاتے ہیں اور ۸۷ سال اور زندہ رہکر کل عمر ایک سو بیس گزار کر طبعی موت سے فوت شدہ بتاتے ہیں۔

15۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین و مائة سنةولا ارانی الا ذاھبا علٰی رأس الستین۔ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۳۰ راوی فاطمة الزہرا)

یعنی حضرت عیسیٰؑ ایک سو بیس سال زندہ رہے اور میں کہتا ہوں کہ میں ساٹھ کی عمر پر جانے والا ہوں۔

استدلال

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف حضرت عیسیٰؑ کی کل عمر ایک سو بیس سال بتائی بلکہ اپنی عمر بھی ساٹھ کے قریب بتائی۔

16۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

ما بعث اللہ تعالیٰ نبیاً قط فی قوم ثم یقبض الا جعل بعدہ فترۃ وملا من تلک الفترۃ جھنم۔ (رواہ الطبرانی)

یعنی خدا تعالیٰ نے کسی قوم میں کوئی نبی ہرگز نہیں مبعوث کیا مگر اسکو وفات دیکر اسکے بعد فترت کا زمانہ مقرر کیا اور اس فترت کے زمانہ میں لوگوں سے دوزخ کو بھر دیتا ہے۔

(عسل مصفیٰ طبع اول صفحہ ۲۰۰۔)

استدلال

حضرت عیسیٰؑ نبی اللہ فوت ہوئے پھر اسکے بعد ۵۷۹ سال فترت کا زمانہ رہا جس میں عیسائی مشرک ہوگئے اور دوزخ کا ایندھن بن گئے۔

فصل سوم: ثبوت از سلف صالحین

اصحاب النبی کا پہلا اجماع

سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ۱۲ ربیع الاول ۱۰ ھ کو وفات پا گئے اور یہ خبر اہل مدینہ میں پھیل گئی تو حضرت عمر فاروقؓ کے کانوں تک بھی پہنچی۔ چونکہ آپ کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت تھی، اس خبر کو سن کر حواس باختہ ہو گئے اور تلوار نکال کر مدینہ طیبہ میں چکّر لگانا شروع کیا اور کہتے جاتے جس نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہوئے ہیں، میں اسکی گردن اسی تلوار سے اُڑا دونگا۔ جب یہ اطلاع کسی نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ کو دی تو وہ جلدی جلدی آئے اور حضرت عمر فاروقؓ کو ہاتھ سے پکڑ کر مسجد نبویؐ میں لائے اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ اذان دو۔ ہر طرف سے اصحاب مسجد نبویؐ میں جمع ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ممبر پر چڑھ کر خطبہ دینے لگے اور حضرت عمرؓ کو ممبر کے پاس بٹھایا اور فرمانے لگے :

فمن کان منکم یعبد محمدا صلی اللہ علیہ و سلم فان محمدا صلی اللہ علیہ و سلم قدمات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت۔ قال اللہ تعالیٰ (وما محمد الا رسول الی الشاکرین)

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الدخول علی المیت بعد الموت اذ اُدرج فی کفنہ)

یعنی جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوجتا تھا تو اسکو واضح ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فوت ہو چکے ہیں اور جو تم میں سے خدا کو پوجتا تھا تو اسکو واضح ہو کہ خدا زندہ ہے اور وہ مرتا نہیں۔ پھر فرمایا:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ

انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰۤی اَعۡقَابِکُمۡ ؕ وَمَنۡ یَّنۡقَلِبۡ عَلٰی عَقِبَیۡہِ فَلَنۡ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیۡـًٔا ؕ وَسَیَجۡزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیۡنَ○ (سورۃ آل عمران: آیت ۱۴۵)

ترجمہ: اور محمدؐ صرف ایک رسول ہے۔ اس سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پس اگر وہ وفات پا جائے یا قتل کیا جائے تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے؟ اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جائے، وہ اللہ کا ہرگز کچھ نقصان نہیں کر سکتا۔ اور اللہ شکر گزاروں کو ضرور بدلہ دے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ راوی حدیث کہتے ہیں:

واللہ لکان الناس لم یعلموا ان اللہ انزل ھٰذہ الاٰیۃ حتی تلاھا ابو بکر فتلقھا منہ الناس کلھم فما اسمع بشراً من الناس الا یتلوھا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ووفاتہ)

یعنی خدا کی قسم! لوگوں کو کوئی خیال تک نہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے یہ آیت بھی اُتاری ہے۔ ان کو اُسوقت یاد آئی جب ابوبکر الصدیقؓ نے پڑھ کر سنائی تو سب لوگوں نے ان سے سنی اور یاد کی پھر تو ہر ایک شخص یہی آیت دہراتا رہا۔

حضرت سعید بن مسیبؓ کہتے ہیں حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! مجھے اس آیت کا خیال تک نہ تھا مگر اسوقت جبکہ حضرت ابوبکرؓ نے پڑھ کر سنائی تب تو میرے پاؤں لڑکھڑائے اور میں زمین پر گرا۔ جب میں نے یہ آیت سنی تو یقین ہو گیا کہ واقعی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔

جب ابوبکر صدیقؓ نے اس آیت سے یہ نتیجہ بتایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس واسطے فوت ہو چکے کہ ان سے پہلے جس قدر رسول گزرے ہیں وہ سب فوت ہو گئے۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں اصحاب النبیؐ کو یقینی علم ہوتا کہ وہ زندہ ہیں اور آسمان پر ہیں تو وہ ضرور حضرت ابوبکرؓ کو کہتے کہ آپ کا استدلال غلط ہے۔ حضرت عیسیٰؑ بھی تو حضرت محمدؐ سے ماقبل رسول ہوئے وہ تو فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں۔ مگر کسی صحابی نے یہ عذر پیش نہ کیا جس سے صاف ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو اصحاب النبیؐ نے فوت شدہ یقین کیا۔ اگر دنیا میں کوئی اجتماع اجماع ہوسکتا ہے تو وہ یہی اجماع ہے جو حضرت عیسیٰؑ اور

جمیع رسل کی وفات پر قائم ہوا اور سب نے بالاتفاق تسلیم کیا کہ جمیع رسل اور انبیاء فوت ہو چکے ہیں۔

دوسرا اجماع

جب حضرت علی المرتضیٰؓ شہید ہوئے تو وہ دن ۲۷ ماہ رمضان المبارک ۳۵ھ تھا۔ تب ان لوگوں میں جو اس وقت جمع تھے، حضرت امام حسین علیہ السلام نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ آج کا دن وہ دن ہے جبکہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام فوت ہوئے اور ان کی روح آسمان پر اُٹھائی گئی۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

فقد قبض الليلة عرج فيه بروح عيسىٰ ابن مريم ليلة سبع و عشرين من رمضان ۔

(دیکھو طبقات کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۱)

یہاں بھی کسی نے نہ کہا کہ حضرت عیسیٰؑ تو آسمان پر زندہ موجود ہیں۔

اقوال سلف صالحین

(۱) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے انی متوفیك کے معنے انی ممیتك روایت کئے ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ المائدۃ)

(۲) حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے حضرت عیسیٰؑ کی عمر کل ایک سو بیس برس روایت کی ہے۔

(طبرانی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۰)

(۳) حضرت امام مالکؒ نے اپنی کتاب عتبیہ میں مات عیسیٰ (حضرت عیسیٰؑ مر گئے ہیں) کا عقیدہ ظاہر کیا ہے۔

(دیکھو اکمال الاکمال شرح مسلم جلد اول صفحہ ۲۶۵۔ اور کتاب مجمع البحار حصہ اول صفحہ ۲۸۶)

(۴) حضرت امام ابو حنیفہ کا انکار در بارہ وفات عیسیٰ ثابت نہیں بلکہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر میں صفحہ ۹۹ میں لوکان عیسیٰ حیاً لما وسعه اتباعی کی حدیث وفات کا ثبوت درج ہے۔

(۵) حضرت امام محمد شافعی یا امام ابو یوسف یا امام محمد یا احمد بن حنبل کا اس بارہ میں اختلاف ثابت نہیں۔

(۶) امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے دو احادیث روایت کی ہیں جن سے وفات عیسیٰ کا استدلال احادیث کے ذکر میں پیش کیا ہے۔

(۷) امام حافظ بن قیم نے زاد المعاد جلد اول صفحہ ۲۹ میں ایک تو یہ لکھا ہے کہ جمیع انبیاء جن کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج آسمان پر دیکھا تو وہ صرف ارواح تھے۔ ان کا خاکی جسم نہ تھا۔ دوم یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات بعمر ۳۳ سال محض نصاریٰ کا پراپیگنڈہ ہے۔ اسکی کوئی صحیح سند موجود نہیں۔ (جلد اول صفحہ ۱۹ از زاد المعاد)

(۸) امام ابن خرم نے انی متوفیك کے معنی میں فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں۔

و تمسك ابن مریم بظاھر الأیة وقال بموته۔

(دیکھو تفسیر جلالین معہ کمالین صفحہ ۱۰۹ مطبع مجتبائی دہلی)

(۹) علامہ جبائی زیر آیت فلما توفیتنی میں فرمایا کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو چکے ہیں۔

(تفسیر مجمع البیان۔تفسیر سورۃ المائدۃ آیت 118)

(۱۰) علامہ ابن جریر نے فرمایا کہ قد مات عیسیٰ۔ (دیکھو ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۱۰۶)

(۱۱) حضرت امام محمد ابن عربی بر حاشیہ عرائس البیان مطبع نولکشور جلد ۱ صفحہ ۲۶۲ پر فرماتے ہیں: وجب نزوله فی آخر الزمان متعلقة ببدن آخره۔

حضرت عیسیٰؑ آخری زمانہ میں دوسرے وجود میں نازل ہوگا۔ یعنی اسکا مثیل ہوگا۔

(۱۲) علامہ طبری نے اپنی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۷۳۹ پر حضرت عیسیٰؑ کی قبر کے کتبہ کا ذکر کیا ہے کہ اس پر تحریر ہے:[1] ھذا قبر رسول اللّٰہ عیسٰی ابن مریم۔

(۱۳) علامہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب ما ثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ صفحہ ۴۶/۱۱۸ پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی عمر ایک سو پچیس سال تھی۔

(دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۸ عاش عیسٰی خمس و عشرین سنۃ و مأۃ)

(۱۴) نواب صدیق حسن خان ساکن بھوپال نے حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۸ پر حضرت عیسیٰؑ کی عمر ۱۲۰ سال لکھی ہے۔ نیز ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۱۲ پر بھی یہ روایت موجود ہے۔

---

[1] اس بارہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا استدلال اس طرح ہے:
''صحیح بخاری صفحہ 339 میں یہ حدیث موجود ہے لعنۃ اللّٰہ علی الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد یعنی یہوداور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا یعنی ان کو سجدہ گاہ مقرر کر دیا اور ان کی پرستش شروع کی۔ اب ظاہر ہے کہ نصاریٰ بنی اسرائیل کے دوسرے نبیوں کی قبروں کی ہرگز پرستش نہیں کرتے بلکہ تمام انبیاء کو گناہ گار اور مرتکب صغائر و کبائر خیال کرتے ہیں۔ ہاں بلاد شام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی پرستش ہوتی ہے اور مقررہ تاریخوں پر ہزاروں عیسائی سال بسال اس قبر پر جمع ہوتے ہیں۔ سو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ درحقیقت وہ قبر حضرت عیسیٰؑ کی ہی قبر ہے جس میں مجروح ہونے کی حالت میں وہ رکھے گئے تھے۔ اور اگر اس قبر کو حضرت عیسیٰؑ کی قبر سے کچھ تعلق نہیں تو پھر نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کا قول صادق نہیں ٹھہرے گا اور ہرگز ممکن نہیں کہ آنحضرت ﷺ ایسی مصنوعی قبر کو قبر نبی قرار دیں جو محض جعل سازی کے طور پر بنائی گئی ہو۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی شان سے بعید ہے کہ جھوٹ کو واقعات صحیحہ کے محل پر استعمال کریں۔ پس اگر حدیث میں نصاریٰ کی قبر پرستی کے ذکر میں اس قبر کی طرف اشارہ نہیں تو ....اس قبر کا ہمیں پتہ دیویں جو کسی اور نبی کی کوئی قبر ہے اور اس کی عیسائی پرستش کرتے ہیں۔ اور یا اس بات کو قبول کریں کہ بلاد شام میں جو حضرت عیسیٰؑ کی قبر ہے ....وہ درحقیقت وہی قبر ہے جس میں حضرت مسیحؑ مجروح ہونے کی حالت میں داخل کئے گئے تھے۔ پس اگر یہ وہی قبر ہے تو خود سوچ لیں کہ اس کے مقابل پر وہ عقیدہ کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ چھت کی راہ سے آسمان پر پہنچائے گئے، کس قدر لغو اور خلاف واقعہ عقیدہ ٹھہرے گا....خود حضرت عیسیٰؑ نے آپ بھی فرما دیا کہ میں قبر میں ایسا ہی داخل ہوں گا جیسا کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں داخل ہوا تھا....نبی کی مثال غیر مطابق نہیں ہو سکتی۔ سو وہ بلاشبہ قبر میں زندہ ہی داخل کئے گئے اور یہ مکر اللہ تھا تا یہود ان کو مردہ سمجھ لیں اور اس طرح وہ ان کے ہاتھ سے نجات پاویں۔'' (ست بچن۔ روحانی خزائن۔ جلد 10 صفحہ 309۔310)

(۱۵) تفسیر محمدی جلد اول صفحہ ۲۴۷ پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے حضرت عیسیٰؑ کے فوت ہونے کا ذکر اس شعر میں وفد نجران کے سامنے کیا ہے:

جو پیو دے نال مشابہ بیٹا ہوندا شک نہ کائی　　　زندہ رب ہمیش نہ مرسی موت عیسیٰ نوں آئی

(۱۶) حافظ محمد لکھو کے والے نے اپنی تفسیر محمدی جلد اول صفحہ ۳۲۰ پر لکھا ہے:

یعنی جو یں پیغمبر گزرے زندہ رہیا نہ کوئی

(۱۷) مکرم شیخ محمد اکرم صابری صاحب اپنی کتاب ''اقتباس الانوار'' کے صفحہ ۵۲۰ پر تحریر کرتے ہیں: ''بعضے برآنند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت از بروز راست''

یعنی حضرت عیسیٰؑ کی روح حضرت مہدیؑ میں بروز کریگی۔ گویا امام مہدیؑ ہی عیسیٰ موعودؑ ہوگا۔

(۱۸) علامہ محمد عبدہ مفتی مصر نے اپنی تفسیر میں حضرت عیسیٰؑ کی وفات پر مکمل بحث کی ہے۔

(دیکھو تفسیر القرآن اردو حصہ سوم ترجمہ مولوی انشاء اللہ خان ایڈیٹر وطن لاہور)

(۱۹) علامہ رشید رضا نے اپنے رسالہ المنار مصر میں وفات عیسیٰ کو ثابت کیا ہے۔

(۲۰) علامہ شیخ محمود الشلتوت نے اپنے ماہواری الرسالہ مصر میں وفات حضرت عیسیٰؑ کو ثابت کیا ہے۔ یہ علامہ جامعہ از ہر مصر کے شیخ جامعہ ہیں۔

(۲۱) سر سید احمد خان صاحب نے اپنی تفسیر القرآن میں حضرت عیسیٰؑ کو وفات شدہ بیان کیا ہے۔ دیکھو تیسری جلد زیر آیت **یاعیسیٰ انی متوفیك**۔

(۲۲) علامہ خاقانی (غسل مصفیٰ طبع اول صفحہ ۳۶۰) پر کہتے ہیں:

کجا شد عیسیٰ مریم کہ مردہ زندہ میکردی　　　سلیمان خود کجا رفتہ کجا تخت سلیمانی
چو ختم الانبیاء ہم رفت دیگر کیست کو ماند　　　بجز ذات مقدس قادر و قیوم صمدانی

(۲۳) حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حوّا کجا آدم کجا عیسیٰ کجا مریم کجا
آن دانہ گندم کجا آخر فنا آخر فنا

(۲۴) مناجات صبوحی حضرت ابوبکرؓ میں فرمان ہے:

این موسیٰ این عیسیٰ این یحیٰ این نوح
انت یا صدیق عاصی تب الی المولی الجلیل

(۲۵) علامہ علمی کہتے ہیں:

حضرت موسیٰ نبی داؤد و عیسیٰ خاک میں لے کے توریت و زبور انجیل حق سے چل بسے
(عمل مصفیٰ طبع اول صفحہ ۱)

(۲۶) علامہ علمی پھر کہتے ہیں:

آدم کہاں حوّا کہاں عیسیٰ کہاں مریم کہاں ہارون اور موسیٰ کہاں اسبات کا ہے سب کو غم
(عمل مصفیٰ طبع اول صفحہ ۱)

(۲۷) ایک عربی خطبہ جمعہ میں ہے:

این اٰدم ادریس و نوح و خلیل
ھارون و موسیٰ عیسیٰ و ذکریاَ

(۲۸) کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے:

بدُنیا گر کسے پائندہ بودی
ابو القاسم محمدؐ زندہ بودی

خلاصہ یہ کہ انسان فانی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ انسان تھے اور آخر فوت ہوئے اور اسی ملک میں دفن ہوئے۔ ضروری نہیں کہ ہر مدفون کی قبر بھی معلوم ہو۔ اس کا سطح زمین پر زندہ موجود نہ ہونا اسکی موت کا ثبوت ہے۔ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے۔

قاضی محمد یوسف احمدی پشاور
مؤرخہ ۱۲ نومبر ۱۹۴۶ء

❀❀❀

خلاصۃ المدعا!

ہم نے یہ کتاب محض اس غرض سے تحریر کی ہے کہ افغان اور کشمیری اس گم شدہ بنی اسرائیل فرقوں کی اولاد ہیں اور حضرت عیسیٰؑ واقعہ صلیب سے نجات پاکر مشرق کی طرف تشریف لائے اور بالآخر کشمیر میں فوت ہوئے اور سری نگر محلہ خانیار روضہ بل میں دفن ہوئے۔ اور یسوع یوسف جوان کا یہودی نام تھا بگڑ کر کثرت استعمال سے یوز آسف ہو گیا اور یہی یوز آسف نبی کشمیر میں عیسیٰ رسول کے نام سے مشہور ہے۔ نہ حضرت عیسیٰؑ ناصری کبھی آسمان پر زندہ گئے اور نہ کبھی واپس تشریف لاویں گے۔ یہ غلط افواہ محض پادریوں کی مشہور کردہ ہے جسکی کوئی حقیقت نہیں۔

آنیوالا عیسیٰ موعود حضرت احمد قادیانیؑ عیسیٰ ناصریؑ کا مثیل اور مسلمانوں میں سے ایک فرد ہے جو آ گیا اور وہ حضرت احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے جنہوں نے دنیا کے سامنے دین اسلام کو اصلی شکل میں پیش کیا کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیین اور کامل شارع نبی ہیں اور قرآن شریف صرف کامل شریعت ہے اور موجودہ مسلمان تب حقیقی مسلمان ہو سکتے ہیں کہ وہ اس عقیدہ پر عملاً قائم ہو کر عمل پیرا ہوں۔ جو مسلمان حقیقی مسلمان بننے کا، صدق دل سے، حضرت احمدؑ یا اسکے خلیفہ کے ہاتھ پر اقرار کرتا ہے وہ احمدی کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ احمدیت اسلام کی صحیح شکل کا نام ہے۔

خاکسار

قاضی محمد یوسف احمدی پشاور

مؤرخہ یکم مارچ ۱۹۴۹ء

وَّاٰوَیۡنٰہُمَاۤ اِلٰی رَبۡوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیۡنٍ ○ (المومنون:۵۱)

ہم نے ان دونوں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریمؑ) کو (واقعہ صلیب کے بعد) ایک بڑے بلند سطح کے ملک میں پناہ دی جہاں فرحت افزا اور صحت بخش آرام گاہیں ہیں اور صاف شفاف پانی کے دریا بہتے ہیں۔

حضرت قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی رضی اللہ عنہ

سابق پراونشنل امیر صوبہ سرحد 1916ء تا 1963ء

نام کتاب : سیر کشمیر

رقیمہ : قاضی محمد یوسف فارُوقی احمدیؓ

سابق پراونشنل امیر صوبہ سرحد

سالِ اشاعت : جنوری 2016ء

پتہ :

14, William Harwey House,
SW19 6SQ London.

تعداد : 500

اہتمام اشاعت

زبیدہ ناہید بیگم ڈاکٹر بشیر احمد و بنت حضرت قاضی محمد یوسف فاروقی احمدیؓ

TRAVELS THROUGH KASHMIR

by

Qazi Muhammad Yousuf Farooqi Ahmadi

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
والسَّلامُ علٰی اَحۡمَد المَوعُوۡدِ

فہرست مضامین

❁

انتساب

اس کتاب بنام "سیر کشمیر" کو
حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
مقدس نام سے منسوب کرتا ہوں۔

کلام حضرت قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی رضی اللہ عنہ

چہ می پُرسی کہ من احمد کجا دیدم، چساں دیدم
تو مجھ سے پوچھتا ہے کہ میں نے احمدؑ کو کہاں دیکھا اور کیسے دیکھا
بہ ارضِ قادیاں دیدم نزدانش آسماں دیدم
میں نے اُسے قادیان کی سرزمین میں دیکھا جو آسمان کے نزدیک تھا

ہماں عیسیٰ نبی اللہ کہ مَردُم منتظر بودند
ایسا ہی عیسیٰ نبی اللہ جس کا لوگ انتظار کر رہے تھے
ظہورش دَر زمینِ ہند باصد عزّو شاں دیدم
جس کا ظہور سرزمین ہند میں بڑی عزّت وشان کے ساتھ دیکھا

مسیح ناصری، حضرت محمدؐ ماہ و خورشید اَند
مسیح ناصریؑ اور محمدؐ جو کہ چاند اور سورج ہیں
بہ ذات احمدِ موعود ہر دو ہمقراں دیدم
احمدِ موعود کی ذات کو اور حضرت محمدؐ کو ایک ہی جگہ دیکھا

نصاریٰ کذب میگویند کہ عیسیٰ بر فلک رفت ست
وہ کذب بولتے ہیں کہ عیسیٰ ؑ آسمان پر ہیں
منش در روضۂ بل مدفون بقربِ مُردگاں دیدم
میں نے اُسے روضۂ بل میں مُردوں کے ساتھ مدفون دیکھا ہے

(از درعدن فارسی صفحہ 118)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض حال

خاکسار نے اپنی زندگی میں پشاور سے لاہور، دہلی، آگرہ، علی گڑھ، الہ آباد اور کمار پٹی تک، جو مشرقی بنگال میں ہے، سیر کی۔ پھر دہلی سے علی گڑھ، آگرہ اور ممبئی تک سیر کی، پھر دہلی سے متھرا اور احمد آباد سے ممبئی تک سیر کی، اسی طرح لاہور سے شملہ، کوٹڑی اور سکیسر تک سیر کی۔ وہاں سے ایک طرف کراچی اور دوسری طرف کوئٹہ اور مستونگ دیکھے۔ دوبارہ پشاور سے سیدھا کوئٹہ گیا اور واپس آیا۔ پشاور سے سرینگر چار دفعہ گیا اور کشمیر کے مختلف شہر دیکھے۔ صوبہ سرحد کے سب اضلاع میں کئی بار گیا، ضلع ہزارہ کا بڑا حصہ دیکھا۔ گلیات ہزارہ سب دیکھے، مری کے اردگرد کے اطراف دیکھے۔ پشاور سے خیبر بارہا گیا اور کُرم تین دفعہ دیکھا۔

وادئ ٹوچی میں دُور تک گیا اور وہاں سے سپین ولم اور ٹل گیا تھا۔ پشاور سے کابل جا کر دیکھا اور کابل میں چارے کار اور کوہ نعمان اور دارا ایوان کی سیر کی۔ پشاور سے ملاکنڈ اور چکدرہ کی کئی بار سیر کی، چکدرہ سے براہ کوٹہ بلکہ درہ کوہ کالام اور درہ سیدو سے آگے دروش تک گیا۔ بادشاہ کلے، جہاں حضرت سید علی ترمذی عرف پیر بابا کا روضہ دیکھا اور رستم بازار سے براستہ مردان آیا۔ جس سے میرا شوق سیاحت و پسندیدگی نظارہ قدرت ظاہر ہے۔ خاکسار جب کابل گیا تھا تو اس وقت اخبار الفضل قادیان کو سیر کابل کے تفصیلی حالات لکھے تھے۔ اس وقت سیر کشمیر کے حالات کی تفصیل لکھنے کا ارادہ ہے، شاید پڑھنے کو کوئی مفید بات مل جائے۔

انما الاعمالُ بالنیّات۔ وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم۔

خاکسار

قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی

قاضی خیل ہوتی ضلع مردان - مورخہ 23 اکتوبر 1948ء

زبیدہ ناہید کی دعا

(یہ نظم حضرت والد صاحبؓ نے خاکسارہ کیلئے 1960ء میں لکھی تھی)

اللہ سب سے پیارا مجھے تیرا نام ہے
لب پر مرے سپاس تیری صبح و شام ہے

واحد ہے لاشریک ہے اے ذات ذوالجلال
تیرے لئے ہی سجدہ رکوع و قیام ہے

ایاك نعبدو تجھے کہتی ہوں روز و شب
ایاك نستعین میرے لب پر مُدام ہے

تو ہی ہمارا رب ہے، محمدؐ رسول ہیں
جو انبیاء کی مہر ہیں خیر الانام ہیں

ہم اس کے امتی ہیں، وہ ہے ہمارا راہبر
ہم مقتدی ہیں اور وہ ہمارا امام ہے

احمدؑ میرا امام ہے اور احمدی ہوں میں
صدق صفا پہ جم کے رہوں میرا کام ہے

ہر ابتلاء سے مجھ کو بچا لو میرے خدا
تو دستگیر رہ کہ میری عقل خام ہے

یا رب تیری پناہ میں رہیں میرے والدین
لطف و کرم کر ان پہ، تیرا لطف عام ہے
ہر شر سے میرے بھائی بہن تو بچا کے رکھ
یہ میری التجا تیرے در پر مُدام ہے
شوہر کا سایہ سر پہ میرے تا ابد رہے
جب تک نظامِ شمس کا قائم نظام ہے
یا رب تیری زبیدہؔ کی ہے تجھ سے التجا
میری دعائیں سُن کہ تیرا فیض عام ہے

(قاضی محمد یوسف فاروقیؒ –1960ء)

میرا پہلا سفر کشمیر

فصل اوّل۔مختصر حالات کشمیر

حدودِ اربعہ

کشمیر کا ملک پنجاب اور صوبہ سرحد کے مشرق میں واقع ہے۔اس کے مشرق میں Tibet تبت اور مغرب میں پنجاب اور صوبہ سرحد کا ضلع ہزارہ اور دیر سوات اور چترال ایجنسی، جنوب میں ریاست چنبہ اور ضلع گورداسپور اور شمال میں مشرقی ترکستان، پامیر اور افغانستان واقع ہے۔

طول وعرض

مشرق سے تبت تک قریباً ۳۰۰ میل کا فاصلہ ہے اور شمال سے جنوب تک قریباً چار سو پچاس میل کا فاصلہ ہے۔کُل رقبہ قریباً ۸۴۴۳۲ مربع میل ہے۔آبادی کا قریباً پچاسی لاکھ حصہ مسلمان ہے اور پندرہ فیصد ہندو ہیں۔جموں کی ریاست میں مسلمان ۶۰ فیصد ہیں۔

کشمیر وجموں

ریاست کشمیر میں ضلع سرینگر، ضلع اسلام آباد، ضلع مظفر آباد (حال پاکستان) اور ضلع بارہ مُولہ شامل ہیں۔ریاست جموں میں ضلع جموں، میر پور (حال پاکستان) اور اودھمپور رہیں۔ان کے علاوہ تبت خورد کے اضلاع اسکردو وغیرہ ہیں۔ان کے علاوہ چند ریاستیں بھی ہیں۔

نوعیتِ ملک

مشرق اور شمال کے اضلاع اور ریاست برفانی پہاڑ ہیں۔ دائمی برف ہے اور جنگلات ہیں۔ کوہِ قراقرم اور اس کی بلند چوٹی گارسٹن ہے جو ۲۸۲۷۸ فٹ بلند ہے اور چلاس میں ناگا پربت کی بلند چوٹی ہے جو ۲۶۶۲۰ فٹ بلند ہے اور دائمی برف سے ملبوس ہیں۔ پہاڑوں پر کثرت سے گلیشیر (پھسلنے والی برف) ہوتی ہے اور بکثرت جھیلیں ہیں۔ جن میں جھیل دونر یا مولر قریباً بارہ میل لمبی اور سات میل چوڑی ہے۔ بارہ مولہ تا سری نگر اور سری نگر تا کوہ بانیال صاف میدان ہے جس میں موقع بہ موقع پہاڑیاں ہیں۔ اسی طبقہ میں صحت بخش مقامات اور سیر گاہیں ہیں اور بارہ مولہ، سری نگر اور اسلام آباد کے شہر ہیں اور مشہور تاریخی مقامات ہیں۔

کشمیر کی وجہ تسمیہ

ہندو کہتے ہیں کہ کشمیر کاش دیو کی سکونت گاہ ہونے کی وجہ سے کشمیر کہلایا، مگر خود باشندگانِ کشمیر اس کا اصل نام کشیر بتاتے ہیں۔ کشمیر کے باشندے کاشر کہلاتے ہیں اور اس علاقے کی زبان کو کاشری زبان کہتے ہیں۔ چونکہ یہ ملک بنی اسرائیل کے دس گم شدہ فرقوں کی اولاد سے آباد ہے۔ اس واسطے بنی اسرائیل نے اپنے ملک شام کی یاد میں جس کا نام اشیر یا اشورؔ ہے جس کو انگریزی میں سیریا کہتے ہیں اور اردو میں شام کے نام سے مشہور ہے، اس ملک کا نام کشیر رکھا یعنی وہ ملک جو اشیر (شام) کے ساتھ کثرتِ مماثلت اور مشابہت رکھتا ہے۔ ک کا حرف تشبیہ کا ہے۔

جن لوگوں نے جنگِ یورپ ۱۹۱۴ء لغایت ۱۹۱۸ء یا جنگ یورپ ۱۹۳۹ء لغایت ۱۹۴۵ میں ملک شام اور کشمیر کو دیکھا تو وہ کہتے ہیں کہ دونوں ملک ایک سیدھ میں ایک طبقہ میں ایک آب و ہوا میں واقع ہیں۔ ایک ہی طرح کے پہاڑ، وادیاں اور دریا اور جنگلات اور پھل پھول ہیں۔ دونوں ممالک صحت افزا اور خوشگوار آب و ہوا کے حامل ہیں یعنی جس نے کشمیر کو کشیر کا نام دیکر ملک شام سے تشبیہ دی، اُس نے کوئی غلطی نہیں کی۔

تاریخی واقعات

راجہ سمہد یو کے زمانہ میں خدائی منشاء کے مطابق بدھ مذہب کے ایک شخص رنچن نامی نے کشمیر کی حکومت سنبھالی۔ اُسے شاہ میر اور عبدالرحمٰن (مبلغ) نے تبلیغ کی۔ 724ھ مطابق 1324ء میں راجہ رنچن نے مع خاندان دین اسلام قبول کرلیا اور اپنا اسلامی نام سلطان صدر الدین رکھا۔ یہی راجہ ریاست میں پہلا مسلم سلطان کہلاتا ہے (بحوالہ تاریخ احمدیت جموں وکشمیر صفحہ 10 از محمد اسد اللہ قریشی مربی سلسلہ احمدیہ) اس نے دو سال 7 ماہ تک حکومت کرنے کے بعد 1327ء میں وفات پائی۔ اور پھر کچھ عرصہ کیلئے ہندو راجہ تخت نشین ہوا جس نے اپنا لقب 'سلطان شمس الدین' قرار دیا اور یہ سلاطین کشمیر میں سے پہلا سلطان کہلایا۔

شاہ میر کے خاندان میں سے یکے بعد دیگرے بہت سے بادشاہ ہوئے جن کے نام یہ ہیں:

سلطان شمس الدین، جمشید، علاؤالدین، شہاب الدین، قطب الدین، سکندر علی شاہ، زین العابدین، حیدر شاہ، حسن شاہ، محمد شاہ، فتح شاہ، ابراہیم شاہ، نازکی شاہ، اسماعیل شاہ اور حبیب شاہ۔

ان مسلم بادشاہوں نے 1339ء سے لے کر 1561ء تک شان وشوکت سے حکومت کی اور ریاست کو ہر شعبہ میں ترقی کے بام عروج پر پہنچا دیا۔ پھر خاندان چک کی حکومت کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد مغل اور افغان بادشاہوں کی حکومت قائم ہوئی۔ اس طرح ریاست جموں وکشمیر میں مسلمانوں کی حکومت قریباً پانچ سو سال تک جاری رہی۔

شاہ میرؒ کی وفات 1350ء میں ہوئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا جمشید شمس الدین کے لقب سے بادشاہ ہوا۔ ایک سال کے اندر اس کو اس کے بھائی علی شیر نے قتل کر کے سلطان علاؤالدین کے لقب سے حکومت پر قبضہ کیا جو 1356ء میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا چوتھا بھائی قطب الدین کے لقب سے بادشاہ ہوا۔ یہ بادشاہ 1393ء میں فوت ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں کشمیر میں حضرت سید علی ہمدانی وارد ہوئے اور انہوں نے اس کے واسطے خانقاہِ مُعلیٰ بنائی۔

سلطان سکندر بت شکن چینی ترکستان سے اُس کے عہد میں آیا اور ۱۳۹۳ء میں کشمیر کو فتح کیا اور بُت توڑے اور بت شکن کہلایا۔ اسی نے وہ مشہور جامع مسجد بنائی ہے جس کے بڑے بڑے اونچے ستون ہیں اور کہتے ہیں کہ بے شمار ہیں۔ اسی مسجد کے دروازہ پر شاہ جہان بادشاہ حکمران ہندوستان کا ایک فرمان لکھا ہوا ہے جس میں ریاست ہائے کشمیر کے حق میں ہدایات ہیں۔ یہ مسجد بڑی عظیم الشان مسجد ہے۔ یہ بادشاہ ۱۴۱۶ء تک حکمران رہا، پھر فوت ہوا۔ اسی کے زمانہ میں امیر تیمور بادشاہ ۱۳۹۸ء میں سمرقند سے ہندوستان آیا تھا اور پھر واپس ہوا۔ سلطان سکندر بت شکن کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سلطان علی شاہ ۱۴۱۶ء میں بادشاہ ہوا۔ اس نے اپنے بھائی محمد خان کا پنجاب تک پیچھا کیا۔ پنجاب میں اس کو شیخا کھوکھر نے گرفتار کرلیا۔ پھر اُس کا کوئی پتہ نہ چلا کہ کیا ہوا۔ اس کے بعد سلطان ولی شاہ ولدِ سید زین العابدین محمد شاہ بادشاہ ہوا۔ یہ بادشاہ اپنی مخصوص صفات کی وجہ سے بڑا بادشاہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ ۱۴۲۲ء میں تخت نشین ہوا اور ۱۴۷۴ء میں فوت ہوا۔

سری نگر میں مقبرہ سلاطین ایک مشہور مقبرہ ہے اس میں یہ بادشاہ مع دوسرے بادشاہانِ کشمیر کے دفن ہے۔ سلطان زین العابدین کی وفات کے بعد اس کی اولاد اور خاندان میں حکومت ۱۵۳۸ء تک رہی۔ سلطان شمس الدین بن سلطان محمد شاہ کے بعد نازک شاہ تختِ کشمیر پر بیٹھا اور ۱۵۵۱ء تک حکومت کی، ان کے ایامِ حیات میں اہالیان کشمیر نے نصیر الدین ہمایوں بادشاہِ ہندوستان کو ترغیب دی کہ وہ ملک کشمیر پر چڑھائی کر کے اسے اپنے قبضے میں کرالے مگر اُس وقت وہ خود شیر شاہ کے ہاتھوں اِدھر اُدھر بھاگ رہا تھا کچھ عرصہ تک یہ خاندان حکمران رہا۔ قریبًا ۲۰۰ سال حکومت کر کے ختم ہوا اور حکومت غازی خان کے ہاتھ لگ گئی۔

شہنشاہ اکبر (جو ۱۵۵۶ء میں تخت نشین ہوا) نے اپنے جرنیل مان سنگھ کو ایک کثیر فوج کے ساتھ کشمیر روانہ کیا۔ شہنشاہ اکبر، پھر جہانگیر بادشاہ اور پھر شاہ جہان بادشاہ کئی بار کشمیر کی سیر کیلئے آئے۔ آخر تک کشمیر مغلوں کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ احمد شاہ ابدالی نے مغلوں کی بالا دستی ختم کی اور کشمیر کو فتح کر کے سلطنت کابل کا حصہ بنایا۔ بعد ازاں امیر دوست محمد خان کی حکومت میں رہا۔

کشمیر کا آخری گورنر محمد عظیم خان تھا جو ۱۸۲۳ء میں کشمیر سے نکل کر پشاور آیا اور حضرت سید احمد بریلوی کے مقابلہ میں اکوڑہ کے مقام پر لڑائی میں شامل ہوا اور یہاں مارا گیا۔

کشمیر پر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۱۸۲۰ء میں قبضہ کر لیا اور سکھوں کی حکومت کے زوال پر انگریزوں نے ۱۸۴۶ء میں کشمیر فتح کر لیا اور راجہ گلاب سنگھ والیٔ جموں کے ہاتھ ۷۵ لاکھ روپے میں فروخت کر دیا۔ اُس کے مرنے کے بعد مہاراجہ رمبیر سنگھ تخت نشین ہوا۔ اس کی وفات کے بعد مہاراجہ پرتاپ سنگھ ۱۸۸۵ء میں جانشین ہوا۔ اُس کے مرنے کے بعد مہاراجہ ہری سنگھ تخت پر بیٹھا۔

مہاراجہ ہری سنگھ حکمران کشمیر جو اس وقت برسرِ حکومت ہے یہ چوتھا مہاراجہ ہے۔ مسلمان ڈوگر حکومت کے ماتحت بے علم، بے ہنر، مفلوک الحال اور تختۂ مشق مظالم رہ رہے ہیں۔ ان کو حکومت میں کوئی نمایاں دخل نہیں۔ کشمیری پایۂ تخت میں برسرِ اقتدار نہیں ہیں۔ اذان اور دیگر مذہبی امور پر پابندی ہے۔ عام لوگ نہایت تکلیف اور دُکھ کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

❀❀

فصل دوم: کشمیر اور بنی اسرائیل

بنی اسرائیل

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کی حکومت کی بنیاد پڑی اور پانچ سو سال تک فلسطین میں حکومت کی۔ آخر ان میں عیش پرستی پیدا ہوئی اور کمزور بادشاہ پیدا ہوئے۔ کبھی بنی اسرائیل پر شام (سوریہ یا اسیر) کے بادشاہ چڑھ دوڑتے اور کبھی مصر کا فرعون لشکر کشی کرتا۔ بالآخر ان پر بابل کا بادشاہ بخت نصر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ صد سال قبل اپنے لشکر کے ساتھ چڑھ آیا اور بیت المقدس تباہ و برباد کر دیا۔ ہیکل کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ تمام افراد بنی اسرائیل کو زیر کر کے حجاز، یمن اور ایران میں لا کر قید کر دیا اور ستر سال بنی اسرائیل اسیر رہے۔ ستر سال کے بعد بزمانہ خورس شاہ ایران بنی اسرائیل کو آزادی ملی اور بخت نصر کی حکومت تباہ ہوگئی اور دونوں فرقے بنی اسرائیل کے واپس بیت المقدس آباد کرنے کے واسطے شام چلے گئے۔ باقی دس فرقے ایران کی مشرق کی طرف بڑھے اور بڑھتے بڑھتے افغانستان، ترکستان، کشمیر اور چین تک چلے گئے اور جنوب میں ساحل مالابار تک چلے گئے، اور ان ممالک میں آباد ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چودہ سو سال بعد حضرت عیسیٰ ناصری یہود کے مسیح موعود ہو کر مبعوث ہوئے اور انہوں نے تیس سال کی عمر سے دعوت رسالت شروع کی۔ تین سال تک کنعان میں تبلیغ کی، بنی اسرائیل نے ان کو قبول نہیں کیا۔ حکم صادر کروا کر آخر صلیب دی گئی۔ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ناصری کو بڑی حکمت سے صلیب سے زندہ بچا لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ ملک شام کو چھوڑ کر بنی اسرائیل کے باقی دس گمشدہ فرقوں کی طرف جائیں اور ان کو حق کی دعوت دیں۔ وحیٔ خدا کے حکم کے تحت حضرت عیسیٰ

علیہ السلام شام سے عراق اور عراق سے ایران، ایران سے افغانستان، افغانستان سے پنجاب اور کشمیر کی طرف بڑھے اور گم شدہ بھیڑوں کی تلاش میں سری نگر جا پہنچے۔

حضرت مریم علیہا السلام راستے میں کوہِ مری میں فوت ہوگئیں اور کشمیر پوائنٹ پر مائی مرے کا روضہ موجود ہے اور حضرت عیسیٰؑ کا گدھا حویلیاں سے پانچ میل آگے جا کر مر گیا، وہاں اس کی قبر موجود اور مشہور ہے جس کی اہل ہزارہ ایک ولی اللہ کی حیثیت سے عزت کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ ناصری علیہ السلام ۸۷ سال زندہ رہے اور اس طرح کل عمر ۱۲۰ سال پائی اور فوت ہوئے۔ سری نگر محلہ خانیار میں ان کی تدفین ہوئی ہے اور یہ روضہ حضرت یوز آصف (یسوع یوسف) کے نام سے مشہور ہے۔ بعض لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کو رسول کا روضہ کہتے ہیں۔

قرآن کریم

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:

وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ۝ (المومنون: ۵۱)

یعنی ہم نے حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کو (صلیب کی تکلیف کے بعد) ربوہ، ایک سطح مرتفع سرسبز و شاداب ملک (کشمیر) میں پناہ دی۔

ذاتِ قرار و معین سے مُراد صحت افزا، فرحت بخش نظارے اور آرام گاہیں ہیں اور معین صاف و شفاف پانی کے جاری چشمے اور تالاب ہیں۔

حدیث

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

''خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ناصری کو واقعہ صلیب کے بعد وحی کی کہ اے عیسیٰ تو اس ملک شام سے کسی اور ملک کی طرف چلے جانا تاکہ دوبارہ تجھے شام کے یہود شناخت نہ کریں اور مزید تکلیف نہ دیں۔'' (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۳۴)

قرآن کریم

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ (آل عمران:۵۰)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف رسول بھیجے گئے تھے۔

بنی اسرائیل کے کُل بارہ (۱۲) فرقے تھے۔ شام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دو فرقے آباد تھے۔ اس واسطے وہ اُن سے مایوس ہو کر باقی فرقوں کی تلاش میں نکلے۔

انجیل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے جمع کرنے کے واسطے آیا ہوں۔

(انجیل متی باب ۱۵ آیت ۲۴)

بنی اسرائیل کے واقعہ میں درج ہے کہ جب بنی اسرائیل آزاد ہوئے تو دو فرقے واپس شام چلے گئے اور باقی دس فرقے ایران کے مشرق کی طرف بڑھے اور افغانستان، ایران، کشمیر اور چین چلے گئے۔ جنوب میں ساحل مالا بار چلے گئے اور ان ملکوں میں رہائش اختیار کی۔

ملک تبت کے شہر ہمس میں ایک بدھ خانقاہ سے ایک روسی سیاح (نوٹووچ) کو عبرانی زبان میں کچھ الفاظ ملے جن کا ترجمہ اُس نے مختلف زبانوں میں شائع کیا۔ اس کا اُردو ترجمہ سراج الدین صاحب ایڈیٹر اخبار ''چودھویں صدی'' نے راولپنڈی میں ۱۹۰۱ء میں شائع کیا اور اس کا نام حیات مسیح رکھا۔ اس میں حضرت عیسیٰ ناصری ؑ کے ہندوستان آنے اور یہاں دفن ہونے کا ذکر موجود ہے۔

روضۃ الصفا نامی فارسی تاریخ کی کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات میں مصنف لکھتا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نصیبین کے بادشاہ نے دعوت دی تھی کہ میرے ملک میں

آ جائیں۔ چنانچہ آپ وہاں گئے۔ یہ شہر بیت المقدس سے بجانب شمال مشرق میں ہے اور تقریباً پانچ سومیل کے فاصلہ پر عراق کے شمال میں واقع ہے۔

کشمیر کے باشندے اور افغان دونوں اپنے آپ کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ یہود کشمیری اور افغان شکل وشباہت اور خدّ وخال میں آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ افغانوں اور کشمیریوں کی زبان میں کافی الفاظ عبرانی کے استعمال ہوتے ہیں بلکہ اسرائیلی شہروں، پہاڑوں اور بلندیوں کے نام نیز مردوں اور عورتوں کے نام بھی آپس میں ملتے ہیں۔

(تفصیل کیلئے ہماری کتاب ''عیسیٰ درکشمیر'' ملاحظہ ہو)

کشمیر میں مسلمان کثیر تعداد میں ہیں جو بذریعہ تبدیلیٔ مذہب آئے ہیں۔ کچھ بنی اسرائیلی ہیں۔ باہر سے آمدہ قریشی، سید، مغل وغیرہ آباد ہیں۔ کشمیر میں کوئی ذات پات نہیں۔ خاکسار (حضرت قاضی محمد یوسف فاروقیؓ۔ناقل) ۱۹۲۵ء میں گورنمنٹ ہاؤس پشاور میں آنریبل سر نارمن بولٹن چیف کمشنر صوبہ سرحد کے ساتھ ناظر مقرر رہا اور اس سلسلہ میں موسم سرما میں ۱۵ ستمبر تا یکم مئی پشاور میں قیام پزیر رہا اور یکم مئی تا ۱۵ ستمبر ضلع ہزارہ میں جہاں گلیات ہیں، میں بمقام نتھیا گلی رہا کرتا تھا۔

سال ۱۹۲۸ء میں ۹؍جولائی کو حسب معمول جب ہم لوگ گلیات (نتھیا گلی) میں، میرزا اسد اللہ جان صاحب احمدی وکیل مردان کے ساتھ جو قانون کی تعلیم حاصل کر رہے تھے، بغرض سیر آئے تو ارباب محمود جان ساکن غریب آباد تہکال بالا ضلع پشاور بھی گلیات آئے ہوئے تھے۔ نصف حصہ آخر ماہ جولائی میں سر نارمن ولٹن نے بغرضِ آرام کشمیر جانے کا ارادہ کیا۔ کچھ ملازمان سرینگر روانہ ہوئے۔ خاکسار نے بھی ارادہ کیا کہ ان فرصت کے ایام میں ہم بھی کشمیر کی سیر کریں۔ عزیزم مرزا اسد اللہ جان صاحب اور ارباب محمود جان بھی متفق ہوئے۔ پس ارباب محمود جان کو تو چیف کمشنر کے نوکروں کے ساتھ روانہ کر دیا کیونکہ سیف اللہ جان اردلی اُس کا قریبی رشتہ دار تھا اور اس نے بھی

سرینگر جانا تھا۔ وہ ہم سے پہلے سرینگر چلے گئے۔[1]

۲۱ رجولائی ۱۹۲۸ء بروز ہفتہ خاکسار اور عزیزم مرزا اسداللہ جان نتھیا گلی سے براہ راست گھوڑا گلی (۵ میل)،ڈاکہ گلی وکوزہ گلی (۲ میل)، چھانگلا گلی (۳ میل)، خیر اگلی (ڈھائی میل) ،باڑ پاک (ڈیڑھ میل) دریا گلی ،کوہ مری پہنچے اور مسلم ہوسٹل کے پاس گورنمنٹ ہائی سکول میں برادر مولوی عبدالرحمن خاکیؔ صاحب احمدی کے مہمان ہوئے۔نتھیا گلی سے کوہ مری تک ۲۰ میل کا فاصلہ ہے۔

۲۲ رجولائی اتوار کو وہاں قیام کیا۔ برادر محترم خان بہادر رحمۃ اللہ صاحب احمدی گیرزن انجینئر پی ڈبلیوڈی صوبہ سرحد رخصت پر کوہ مری میں مقیم تھے اور ملتے رہے۔

۲۳ رجولائی کوسنی بینک مری میں ایک لاری میں ڈاکخانہ کے پاس دوسیٹیں کرایہ پر لیں اور شام کے قریب براہ گولڈنہؔ، چھیکا گلی،ٹوپا، رواتؔ، پھگواڑی،کوہالہ پہنچے جو کوہ مری سے ۳۵ میل آگے لبِ دریائے جہلم واقع ہے۔

کوہالہ میں ڈاک بنگلہ اور مختصر بازار ہے۔ پولیس چوکی ہے۔صوبہ سرحد اور پنجاب کے حدود یہاں آ کر ختم ہوتے ہیں۔ پہاڑی پر تھانہ ہے۔اخوند قوم کی آبادی ہے۔ براہِ بکوٹ گورنمنٹ ہاؤس نتھیا گلی دس میل کوہالہؔ سے اور براستہ مری ۴۵ میل ہے۔

کوہالہ کا بازار اکثر دوست محمد خان صاحب کی ملکیت ہے۔رات کو کوہالہ میں ٹھہرنا پڑا۔ہم رات کو سونے ڈاک بنگلہ میں چلے گئے۔رات کی ابتداء میں گرمی تھی۔رات کے آخر میں بارش ہوئی اور

---

[1] جب مرزا کریم بخش جو ڈائریکٹر تعلیم سرحد تھے کو معلوم ہوا کہ میں سرینگر جا رہا ہوں تو انہوں نے اپنے دوست ڈاکٹر عبدالواحد صاحب سیالکوٹی مقیم سرینگر کے نام خط دیا جس میں ان کے پاس ٹھہرنے کی سفارش تھی۔ڈاکٹر موصوف امیرا کدل میں رہتے تھے۔بکوٹ کا رہین دوست محمد خان میرا دوست تھا اس کا بیٹا آزاد خان جمعدار بھی میرا واقف تھا اور حضرت فقیر اللہ صاحب ایک بزرگ ۱۹۰۱ء کے قریب بکوٹ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہیں۔انہوں نے خان محمد مجیب خان صاحب نائب تحصیلدار ڈونگا گلی کے سامنے حضرت احمد مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی تصدیق کی تھی۔بعد از وفات بکوٹ میں دفن ہیں۔

صبح سردی ہوئی۔ یہاں کا سطح مرتفع 50.2 فٹ بمشکل ہوگا۔صبح ڈاک بنگلہ کے خانساماں نے خاکسار کو پہچان لیا کہ میں گورنمنٹ کا ناظر ہوں۔ بڑی عزت اور ادب سے پیش آیا۔ چائے انڈے اور پیسٹری لایا اور معذرت کی کہ آپ کو رات کو تکلیف ہوئی ہوگی۔ خاکسار نے اظہارِ اطمینان کیا اور چلتے وقت اس کو کچھ نقدی بطور انعام دی۔

کوہالہ میں آتے ہی ایک دوکاندار کو کہا کہ ہمارے واسطے ایک مرغ ذبح کر کے گھی میں بھون کر کھانا تیار کر دے۔

۲۴ر جولائی بروز منگل صبح کے وقت ہم نے ڈاک بنگلہ میں چائے پی اور ڈاک بنگلہ سے اُتر کر بازار میں دکاندار سے مُرغ برتن میں رکھوایا اور لاری میں سوار ہوئے اور دریائے جہلم سے پار ہوکر حدودِ ریاست کشمیر میں داخل ہوئے۔ یہاں پر ہم نے ٹیکس ادا کیا۔

دریائے جہلم چشمہ ویری ناگ سے پہاڑ کے دامن سے نکلتا ہے اور قاضی گنڈ، اسلام آباد، سری نگر اور بارہ مولا اوڑی دومیل ہوکر یہاں کشن گنگا سے ملکر کوہالہ آتا ہے اور وہاں سے ریاست پونچھ کے کنارے کنارے پنجاب کو کشمیر سے جُدا کرتے ہوئے جہلم جا نکلتا ہے اور پنجاب کا میدان طے کر کے بمقامِ شورکوٹ دریائے راوی و چناب سے جا ملتا ہے۔ آگے بڑھ کر بمقام اوڑی دریائے سندھ میں شامل ہوتا ہے۔

کوہالہ کے مقام پر اس پر ایک مضبوط لوہے کا پُل ہے جس کو پار کر کے بجانب کشمیر دو ریاستوں کے حدود آ کر ملتے ہیں۔ دائیں طرف ریاست پونچھ اور بائیں طرف ریاست کشمیر ہے۔ کوہالہ سے دریا کے ساتھ ساتھ سڑک آگے بڑھتی ہے تقریباً ۲۱ میل چلے تو دومیل کی آبادی آ جاتی ہے۔

یہاں ایبٹ آباد، مانسہرہ، گڑھی حبیب اللہ سے ہوتے ہوئے مظفر آباد جو سڑک آتی ہے اس پر بھی بمقام مظفر آباد کشن گنگا لوہے کا پُل ہے پھر دومیل آگے جا کر بمقام دومیل بھی دریائے جہلم پر لوہے کا پُل ہے۔ دومیل کا سطح مرتفع ۲۳۳۰ فٹ ہے۔

دومیل کے مقام پر دو دریا آپس میں ملتے ہیں۔ دریائے جہلم مشرق سے اور دریائے فرنا شمال

سے آ کر ملتا ہے۔ یہ مقام ہے جہاں دونوں دریاؤں کا پانی دور تک جُدا جُدا چلتا ہے۔ دومیل سے بجانب جنوب کاغان سے آمدہ دریائے کنھار آتا ہے۔ دومیل سے کوہالہ تک بجانب سرحد ضلع وہزارہ علاقہ بوکی واقع ہے۔ بوکی سے ریاست میں آنے کیلئے رسیوں کے کھرل میں جو انتہائی خطرناک ہیں، گزرنا پڑتا ہے۔ ہمارے ایک ہم جماعت سلطان علی خان ۱۹۰۳ء میں اس پُل سے گزرتے ہوئے دریا میں گرے اور اپنے مولا سے جا ملے۔

دریا کے پار ایک جزیرہ پر اکبر بادشاہ کا قلعہ آباد ہے جو ابتدائے زمانہ سے ویران ہو رہا ہے۔ دومیل میں مختصر بازار ہے اور کھانا کھانے کی دوکانیں ہیں۔ صاف اور ستھرے ہوٹل بھی ہیں۔ ہم کو یہاں اچھا کھانا ملا۔ جس وقت ہماری لاری کسٹم ہاؤس میں محصول ادا کر رہی تھی اس وقت مرزا اسد اللہ جان ایک دیوار پر بیٹھ کر کوہالہ سے لائے ہوئے مُرغ کا گوشت کھا رہے تھے۔

کسٹم ہاؤس میں لاری کا محصول ادا کیا جاتا ہے۔ اسلحہ کے لائسنس کی تجدید کی جاتی ہے اور فالتو سامان پر ٹیکس لیا جاتا ہے۔ محصول یا ٹیکس ادا کرنے کے بعد لاری کو آگے جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔

مدراس کا پادری

ایک دیسی پادری مدراس سے آیا تھا اور کشمیر بغرضِ سیر جانا چاہتا تھا۔ جب دومیل پہنچے اور اس نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سفید سفید برف دیکھی تو پوچھنے لگا کہ یہ سفید سفید چیز کیا ہے؟ اس کو بتایا گیا کہ یہ برف ہے۔ وہ یہ نظارہ دیکھ کر محوِ حیرت ہوا۔ اس کے واسطے برف کا نظارہ نئی چیز تھی۔

انگریز نما نوجوان

گڑھی حبیب اللہ کی طرف سے آنے والی لاری میں ایک نوجوان آیا جو انگریزی لباس میں ملبوس تھا، وہ ہمارے ساتھ سرینگر جانے والی لاری پر سوار ہوا۔ وہ سری نگر کا باشندہ تھا اور محکمہ جنگلات کشمیر میں ملازم تھا۔ محترم ڈاکٹر عبدالواحد صاحب کا صاحبزادہ تھا۔

گڑھی کے بعد چناری ہے۔ چناری گڑھی سے ۱۶ میل دور ہے اور سطح مرتفع سمندر سے 2750 فٹ

بلند ہے۔ اوڑی ایک وسیع میدان ہے جو سڑک سے بجانب جنوب واقع ہے اور عمدہ مکانات کی آبادی ہے۔ تحصیل ہے۔ پولیس کا تھانہ ہے، عمدہ بازار اور ہوٹل ہیں۔ دریا شمال کی جانب بہتا ہے۔ اوڑی سے دو میل آگے جنوب کو ایک راستہ پونچھ کو جاتا ہے اور کشمیر کی سڑک گھوم کر مہورہ کی طرف بڑھتی ہے۔

مہورہ

اوڑی سے قریباً ۸ میل دور واقع ہے۔ یہاں بجلی گھر ہے اور یہاں سے بجلی ایک طرف اوڑی کو اور دوسری طرف بارہ مولا، سرینگر، اسلام آباد کو دی جاتی ہے۔ رامپور کے پاس دریائے جہلم سے ایک نہر کاٹ کر رامپور کے مقام پر دولکیروں کی صورت میں بنی ہوئی نہر میں پانی لایا گیا ہے جو رفتہ رفتہ پہاڑ کے ساتھ بلند ہوتا جاتا ہے اور مہورہ تک پہنچ کر چار سو فٹ کی اُونچائی تک پہنچتا ہے۔ وہاں سے پانی گرا کر بجلی پیدا کی جاتی ہے اور بڑی ارزاں نرخ پر لوگوں کو مہیا کی جاتی ہے۔

نہر کا نچلا فرش تختوں کا بنا ہوا ہے۔ دائیں بائیں دیواریں تختوں کی ہیں اور پانی نہایت حفاظت سے گزرتا چلا جاتا ہے۔ نہر کے فرش کو ستونوں کا سہارا دیا گیا ہے تاکہ ایک سطح پر پانی جا سکے۔

رامپور

رامپور مہورہ سے پانچ میل دور ہے اور سطح سمندر سے 4835 فٹ بلند ہے۔ یہاں نہایت خوشگوار موسم ہے درختوں کے گھنے سائے میں بڑی عمدہ اور صاف فضا نے اس کو صحت افزا مقام بنا رکھا ہے۔ بڑے ہی دلکش نظارے ہیں۔ پاس ہی سے دریا گزرتا ہے۔

پرانا مندر

رامپور سے آگے بارہ مولہ سے پہلے ایک پُرانا مندر لب سڑک کھڑا ہے جو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ابھی تعمیر ہو کر تکمیل کو پہنچا ہے۔ سنگ تراشی کا ایک عمدہ نمونہ ہے اور اسی قسم کے مندر اور اس کے کھنڈرات اسلام آباد کی سڑک پر اور پہلگام سڑک کے قریب نظر آتے ہیں۔ بڑی صفائی سے پتھر

تراشے ہیں۔ بہر حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کے زمانہ کی یادگار ہیں۔ آرکیالوجی کے ماہر سیاح کہتے ہیں کہ یہ مندر حضرت سلیمانؑ کے ہیکل کی نقل ہیں اور غالباً بنی اسرائیل نے بنوائے ہیں۔ رامپور سے بارہ مولہ ۱۴ میل کے فاصلہ پر ہے اور سطح مرتفع ۵۲۰۰ فٹ بلند ہے۔

بارہ مولہ

بارہ مولہ کا شہر دریائے جہلم کے دونوں طرف آباد ہے۔ ایک طرف اب شہر کشمیر ہے، نئی وضع کی آبادی ہے۔ مدرسے، ہسپتال، ڈاک بنگلے، مشن ہاؤس، بازار ہوٹل اور پختہ مکانات دومنزلہ سہ منزلہ، کشادہ سڑکیں اور باغات ہیں۔ دوسری طرف پرانا شہر پرانی آبادی ہے۔ تباہ شدہ لمبا بازار اور تنگ راستے ہیں۔ دونوں طرف کی آبادی کا ملاپ ایک پُل کے ذریعے ہوتا ہے۔ ایک کشتیوں کے پل کو گزرنے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ قریباً ۱۵۰۰ ہزار ڈوگرا آباد ہیں یہاں ایک قسم کا سیاہ توت کھایا جو چھوٹی انگلی کے برابر موٹا اور کھٹا میٹھا تھا۔ نمک ملا کر کھایا جاتا ہے۔

یہاں سے سری نگر ۳۵۔۴۰ میل دُور ہے۔ سڑکوں کے دونوں اطراف سفیدے کے بلند اور خوبصورت درخت ہیں۔ قابل دید نظارہ ہے اور یہ نظارہ بارہ مولہ سے قاضی گنڈ تک چلا جاتا ہے۔

پٹن

راستہ میں پٹن نامی قصبہ آتا ہے یہ ایک مشہور تجارتی قصبہ ہے۔ جب ۸ میل سرینگر رہ جاتا ہے تو سڑک سے جانب جنوب ایک سڑک ٹنگمرگ اور گلمرگ کو نکل جاتی ہے۔ ۸ میل اور آگے جا کر سرینگر کے حدود شروع ہو جاتے ہیں۔

❀❀

فصل سوم: سری نگر

ہم سری نگر میں ۴ بجے شام ۲۴ جولائی منگل کے دن داخل ہوئے۔ہم نے لب دریا امیرا کدل ڈاکٹر عبدالواحد صاحب کے ہاں قیام کیا۔ سرینگر راولپنڈی سے دوسومیل کے فاصلے پر ہے اور جموں سے بھی دوسومیل کے فاصلہ پر ہے۔ اس کا سطح مرتفع ۵۲۰۰ فٹ ہے۔

دریائے جہلم آبادی کے بیچ میں سے گزرتا ہے۔ صفا کدل کے قریب درمیان میں بند دیا گیا ہے۔ اس لئے پانی نہایت سکون و آرام سے گزرتا ہے۔ دریا سے بجانب راولپنڈی سابق شاہی محلات ہیں جہاں عدالتیں ہیں اور دفاتر ہیں۔ پبلک آبادی ہے اور باغات ہیں، بنگلے ہیں، پولیس کا ٹریننگ سکول ہے زنانہ تفریح گاہ ہے، نمائش گاہ ہے سرکاری لائبریری اور عجائب گھر ہے۔ بڑی بڑی اور اُونچی عمارتیں ہیں، دکان اور مکان ہیں۔ قیمتی سامان بغرضِ فروخت موجود ہے۔

دریا پر سات پل ہیں جو کدل کہلاتے ہیں۔ پہلا پل امیرا کدل، دوسرا حبہ کدل، تیسرا فتح کدل چوتھا زین کدل، پانچواں علی کدل، چھٹا نیا کدل، ساتواں صفا کدل کہلاتا ہے۔ ان سب پلوں کے نیچے سے کشتیاں، شکارے اور چھوٹے بوٹ گزرتے ہیں۔ دریا کے دوسری جانب امیرا کدل کا بازار اور چوک ہوٹل اور دکانیں، سنیما، عدالتیں اور دفاتر ہیں۔ تار گھر اور ڈاکخانہ و موٹر سٹینڈ ہے، پرتاپ باغ ہے ریس کورس اور نیڈوہوٹل ہے۔ برٹش ریزیڈنٹ کا مکان ہے اور بڑا عمدہ بازار ہے۔ شہر کے اندر نہریں ہیں جن میں سے ہاؤس بوٹ اور شکارے (Gondola) اور کشتیاں چلتی ہیں اور شہر کے مختلف اطراف اور باغات اور جھیل ڈل کو جاتی ہیں۔

شہر کے دو حصے ہیں۔ ایک انگریزی طرز کی آبادی ہے اور دوسری پرانے طرز کی آبادی ہے جو انگریزی طرز کی آبادی ہے وہ صاف اور عمدہ ہے اور جو پرانے طرز کی آبادی ہے اس میں نہایت

تنگ و تاریک کوچے، سڑکیں اور مکانات ہیں۔

صفائی کا معیار قابل تحسین نہیں ہے۔ قدم قدم پر مزارات ہیں۔ قبر پرستی، پیر پرستی عام ہے۔ قبروں کے تعویز گلی کوچوں میں بکھرے پڑے ہیں۔ نہایت خوشخط اور نستعلیق آیات اور ادبیات فارسی کی تحریریں ہیں۔ قبریں نامعلوم ہیں۔ قبرستان اُجڑے پڑے ہیں۔ قبروں کی کوئی عزت نہیں، نہ ہی کوئی حفاظت ہے۔ اگر ایک خانقاہ میں ایک طرف مسجد ہو اور دوسری طرف خانقاہ ہو تو مسجد ویران اور خانقاہ مزین ہوتی ہے۔

شہر کی آبادی آٹھ لاکھ ہوگی اور اکثر آبادی مسلمان ہے۔ ہندو بھی آباد ہیں۔ کشمیری پنڈت آسودہ حال ہیں۔ شہر میں قریبًا تین سینما ہیں۔ ایک دریا سے مغرب کو اور دو مشرق کو واقع ہیں۔ شہر کی زمین نشیب ہے اور دریا کے دونوں طرف بند بندھا ہوا ہے۔ دریا شہر کی سطح پر چل رہا ہے۔

ہمارا میزبان

جس وقت ہم نتھیا گلی سے روانہ ہونے والے تھے تو محترم خان بہادر کریم بخش صاحب ڈائریکٹر تعلیمات صوبہ سرحد سے ذکر کیا کہ ہم سرینگر جا رہے ہیں اور وہاں کوئی واقف نہیں ہے۔ ہماری گزارش پر انہوں نے ازراہ نوازش اپنے ایک دوست ڈاکٹر عبدالواحد صاحب سیالکوٹی کے نام خط لکھ کر دیا۔ آپ بازار امیرا کدل میں دکان کرتے تھے اور لب دریا جہلم پل امیرا کدل کے قریب دس قدم کے فاصلہ پر ان کا مکان تھا۔

حسن اتفاق سے دومیل سے ڈاکٹر صاحب موصوف کے صاحبزادہ صاحب ہمارے رفیق سفر ہوئے۔ اُن سے دوران گفتگو تعارف ہوا۔ وہ ہم کو بوقت ورود سری نگر، جو عصر کا وقت تھا، سید ھالاری کے اڈّے سے مکان پر لے گئے۔ دوسری منزل میں مردانہ نشست گاہ تھی جس میں ہمارا قیام تجویز ہوا۔ اس نشست گاہ کا رُخ جانب دریا تھا۔ رات کو دریا کی سیر اچھی طرح سے ہو سکتی تھی۔ ملاح جب رات کو بعد از فراغت طعام تفریحی گانے گاتے تو ہم اس سے لطف اندوز ہوتے۔

ہمارے محترم ڈاکٹر صاحب شام کو گھر آئے۔ہمیں پنجابی اور کشمیری کھانے کھلائے ۔ آلو گوشت،حلوہ اور بھتہ کھلایا۔

دردگردہ

خاکسار کو اپریل ۱۹۲۸ءکو بمقام پشاور مسجد احمدیہ بوقت عصر دردِ گردہ کا پہلا حملہ ہوا جو صرف ایک گھنٹہ رہا۔ پھر دوبارہ سرینگر میں ۲۴ اور ۲۵ جولائی کی رات کو نصف شب شدید دردِ گردہ کا حملہ ہوا۔ بار بار ٹیس اُٹھتی اور سخت بے چین کرتی ۔ساری رات کرب اور اضطراب میں گزری۔

جمعرات ۲۵ جولائی ۱۹۲۸ءکو ڈاکٹر صاحب کو خبر ہوئی۔ آپ تشریف لائے اور ہر ممکن کوشش سے آرام پہنچایا مگر تکلیف بڑھتی رہی ۔۲۶ جولائی کو بھی سخت تکلیف رہی۔محترم ارباب عجب خان صاحب بھی دریافت کرنے آ پہنچے اور تیمارداری میں لگ گئے۔

جمعہ ۲۷ جولائی کو مرزا اسداللہ جان صاحب اور ارباب صاحب نے فرمایا کہ آپ کو ہم کشمیر کی سیر کرواتے ہیں،چلیں اٹھیں ہمت کریں۔ چنانچہ درد کو قدرے خفیف پا کر اُٹھا ایک سوٹا ہاتھ میں پکڑا اور دونوں طرف سے اُن دونوں کے کاندھوں کا سہارا لیکر نیچے اُترا۔ دریا میں شکارا کرایہ پر لیا اور سیر کو روانہ ہوئے۔

شکارا

شکارا ایک مختصر سی کشتی ہوتی ہے جس پر چھت بنائی جاتی ہے اُس پر دونوں جانب اور فرش پر کشمیری کپڑے پر سرخ ،زرد اور سبز رنگ کے دھاگوں سے کڑھائی ہوتی ہے ۔ تکیے، دری اور پردے پر بھی گلکاری کی ہوتی ہے اور اسے ایک ملاح چلاتا ہے۔

ملاح

ملاح اکثر چائے کے برتن ساتھ رکھتے ہیں اور شہر جا کر چائے پکاتے ہیں اور کشتی میں وقتاً فوقتاً خود پیتے ہیں۔ کشتی چلانے کے خوب ماہر ہوتے ہیں۔

ہاؤس بوٹ

ایک بڑی کشتی ہوتی ہے کسی میں دو کمرے اور باورچی خانہ ہوتا ہے اور کسی میں سونے کا ایک کمرہ اور کھانے کا کمرہ ہوتا ہے ایک کشتی میں ایک خاندان سما سکتا ہے۔ موسم کے حساب سے کرایہ لیتے ہیں۔ بعض کشتیاں ایک مقام پر کھڑی رہتی ہیں اور ہوٹل کا کام دیتی ہیں چنانچہ امیرا کدل کے پل کے پاس ایک کشتی ہے جس میں بارہ کمرے نیچے کی منزل میں ہیں اور چھ کمرے اوپر کی منزل میں۔ اس کشتی کا نام کشمیر ہوٹل ہے۔

موٹرلانچ

جس کشتی میں موٹر لگی ہو، اس کو موٹر لانچ کہتے ہیں۔ بڑی تیز چلتی ہے اکثر ان میں سے سرکاری ہیں۔ دریائے جہلم کا وہ حصہ جو امیرا کدل کے جانب مشرق واقع ہے، جس طرف سے دریا آتا ہے وہ لاتعداد شخص ہاؤس بوٹوں اور شکاروں سے بھرا ہوا رہتا ہے۔ ان میں سے کئی تو لاکھوں کی قیمت کے ہیں۔ بڑے خوبصورت اور آرام دہ ہیں اور خوب آراستہ ہیں۔ حکومت کے محلات کے لئے محافظین اور سرکاری موٹر لانچ صف آراستہ ہیں۔ امیرا کدل کے پُل کے نیچے کثرت سے شکارے بغرض سیر موجود رہتے ہیں۔

ملاحوں کا گانا

رات کو کھانا کھانے کے بعد دریا کے درمیان کسی ایک کشتی میں ملاح جمع ہو جاتے ہیں، بڑی سُریلی آواز میں گانا گاتے ہیں اور ڈھول، داریا بانسری وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ موسیقی کا سب سامان وہی ہے جو افغانوں میں رائج ہے۔

ریزیڈنسی

گورنمنٹ آف انڈیا کے واسطے سری نگر میں ایک انگریز ریزیڈنٹ رہتے ہیں۔ ان کا مکان جو

ریزیڈنسی ہوتا ہے، نیڈو ہوٹل کے بالمقابل ایک خوبصورت بنگلہ ہے۔ سر نارمن بولٹن چیف کمشنر اسی مکان میں مقیم تھے۔

کارپٹ فیکٹری

سری نگر میں قالین بنانے کا ایک انگریزی کارخانہ تھا، جس کا منیجر ایک انگریز تھا جو سر نارمنؔ بولٹن کا دوست تھا۔ ہم گورنمنٹ ہاؤس کے واسطے اس کارخانہ سے قالین منگواتے تھے۔ ایرانؔ کے قالین کی نقل پر بائینڈنگ کرتے تھے۔

شہر میں ہم نے امیرا کدل کا سارا علاقہ دیکھا۔ باغات دیکھے، دریا کی سیر کی، مہاراجؔ گنج کا بازار دیکھا، خانیار کا علاقہ دیکھا، فتح کدل گئے۔ پتھر مسجد دیکھی، خانقاہ معلیٰ دیکھی۔ حضرت یوز آصف نبی کا روضہ اور باغات دیکھے۔ وزیر باغ اور پرتاپ باغ دیکھے جہاں عام طور پر لوگ سیر کو جاتے ہیں۔ عصر کے وقت وہاں کثرت سے لوگ ہوتے ہیں۔

خانیار کے علاقہ میں حضرت شاہ محمد فاضلی رحمہ اللہ علیہ کا روضہ تھا۔ یہ حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مدفون بغداد کی اولاد میں سے ہیں۔ پشاور کے حضرت سید حسین اور سری نگر کے شاہ محمد فاضلؔ دونوں بھائی ہیں۔

سید محمد فاضلؔ اور ان کی اکثر اولاد ایک ہی مقبرہ میں دفن ہیں اور اُن پر ایک بڑی خانقاہ بنی ہوئی ہے۔ یہ خانقاہ خانیار میں ہے۔

شجرۂ نسب

سید عبداللہ
سید حسن شاہ (مدفون پشاور)
شاہ محمد فاضل (مدفون خانیار سری نگر)
سید شاہ محمد غوث (مدفون لاہور)
سید زین العابدین (سلطانہ پورہ ہزارہ)
سید عبدالقادر عرف سید بادشاہ
سید عبداللہ
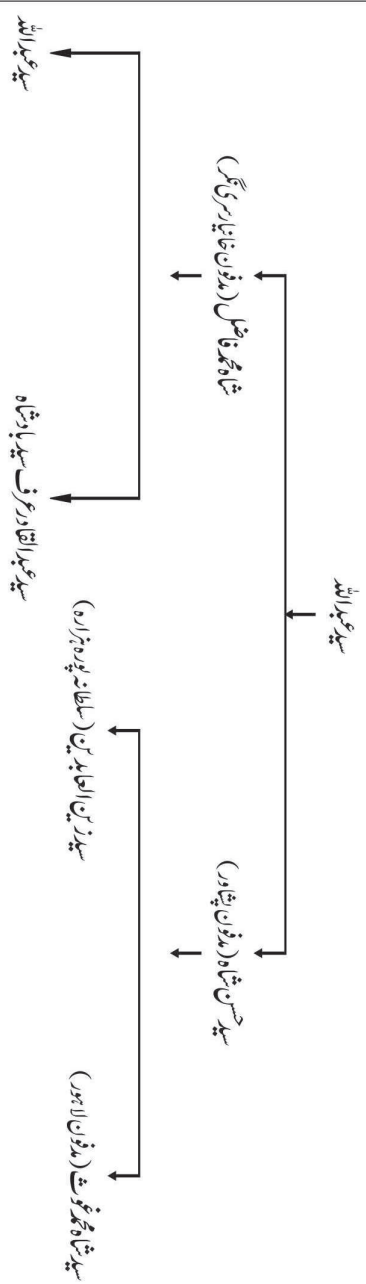
حضرت یوز آصف نبی

حضرت یسوع یوز آصف نبی جس سے مُراد حضرت عیسیٰ ناصرتی ہیں، روضہ بل میں مدفون ہیں اور ان کے روضہ میں سید نصیر الدین کا بھی مزار ہے۔ ہم ایک دن ان کے روضہ پر گئے اور وہاں فاتحہ پڑھی۔ جب روضہ سے باہر نکلے تو ایک کشمیری نوجوان قریباً ۳۵ سالہ بغل میں کوئی درسی کتاب تھی، سفید لباس میں ملبوس سر پر سفید لٹھے کی ٹوپی تھی، قریب کی مسجد سے نکلے۔ ہم دونوں روضہ کی طرف دیکھ رہے تھے جس کے بارے میں مجاور کہتے ہیں کہ کسی زمانہ میں یہاں سے مُشک وغیرہ کی بُو آتی تھی۔ اس نوجوان نے فارسی میں ہم سے پوچھا:

کشمیری نوجوان	:	شُما از کجا آمدید (آپ کہاں سے آئے ہیں)
خاکسار	:	ما از پشاور آمدیم (ہم پشاور سے آئے ہیں)
کشمیری نوجوان	:	این روضہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام را زیارت کردید (کیا آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روضہ کی زیارت کی؟)
خاکسار	:	شُما احمدی است؟ (کیا آپ احمدی ہیں؟)
کشمیری	:	نے من سنی المذہب حنفی ہستم (نہیں میں سنی المذہب حنفی ہوں)
خاکسار	:	مردم می گویند کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بر آسمان رفتہ است (لوگ تو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر گئے ہیں؟)
کشمیری	:	نے غلط می گونید او فوت کردہ است وعین قبر اوست (نہیں وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ یہی ان کی قبر ہے)

ہم خدا تعالیٰ کو گواہ بنا کر قسم کھا سکتے ہیں کہ ہماری اور کشمیری نوجوان کی یہی گفتگو ہوئی۔ ممکن ہے الفاظ قدرے مختلف ہوں مگر مفہوم سوال اور جواب کا یہی تھا۔ معلوم ہوا کہ کشمیری اس عقیدہ پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کا روضہ ہے۔ اس گفتگو کے بعد ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔

مسجد جامع شاہ سکندر بت شکن

یہ ایک بڑی عظیم الشان مسجد ہے جس میں ایک دالان مغرب کو ہے ایک جنوب کو اور ایک مشرق کو۔ دروازہ مسجد جنوب کو ہے۔ صحن میں ایک بڑا تالاب ہے جس کے ارد گرد پھلدار درخت ہیں۔ برآمدہ میں بڑے بڑے ستون ہیں جو دیکھنے والے کو تعجب میں ڈالتے ہیں۔ دروازہ مسجد پر شاہ جہان شہنشاہِ ہندوستان کا فرمان لگا ہوا ہے۔ جس میں حاکم کشمیر اور عوام کے واسطے مفید ہدایات درج ہیں۔ یہ مسجد ایک نشیب زمین میں واقع ہے۔ چاروں طرف کی زمین قریباً 8 فٹ بلند ہے۔

مقبرہ سلاطین

یہاں کشمیر کے بادشاہوں کی مزاریں ہیں اور بعض اولیاءاللہ بھی یہاں مدفون ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان زین العابدین بادشاہ کا مزار بھی یہاں ہے۔ مقبرہ نہایت خستہ حالت میں ہے۔

دربارِ خانقاہ معلّیٰ

لب دریا یہ ایک بت خانہ تھا جس کو گرا کر اس کے اوپر ایک خانقاہ بصورت مسجد بنالی گئی۔ اس میں لوگ نماز ادا کرتے ہیں اور خدائے واحد کی عبادت ہوتی ہے اور اسکی مغربی دیوار کی طرف ہندو اپنی عبادت کرتے ہیں۔ شمالی گوشہ میں ایک کوٹھری ہے جس میں تبرکات حضرت سید علی ہمدانی، جن کو کشمیری شاہ ہمدان کہتے ہیں، محفوظ ہیں۔ عمارت پر بڑا خوبصورت گلکاری کا کام ہوا ہے۔ اس کے باہر صحن میں متفرق مزار ہیں۔ پرانا قبرستان معلوم ہوتا ہے۔

پتھر مسجد

فتح کدل میں جہانگیر بادشاہ کی بنائی ہوئی مسجد ہے جو پتھروں سے بنی ہے۔ چند سال سے اسے بھی واگزار کر دیا گیا ہے۔ اس کے باہر کے احاطہ میں کشمیر مسلم کانفرنس کا دفتر اور اسلامیہ سکول ہے۔ مسجد قابل مرمت ہے۔ خاکسار نے نماز جمعہ فتح کدل میں پڑھی اور بعد از نماز پھر سیر کو نکلے۔

مولوی عبداللہ وکیل

فتح کدل میں مولوی عبداللہ صاحب کا مکان ہے، وہاں گئے۔ گھر پر اُن سے ملاقات نہ ہوسکی۔ البتہ ان کے مکان پر مردانہ میں مولوی محمد علی صاحب وکیل لاہور کے رفقاء میں سے مولوی عبدالحق صاحب مبلغ انجمن اشاعت اسلام لاہور مع چند رفقاء مقیم تھے۔ ان کے ساتھیوں میں سے ایک نومسلم نوجوان شیخ محمد امین نامی تھے جو قریباً بیس سالہ ہوں گے۔ وہ بخار میں مبتلا تھے۔ دوران گفتگو فرمانے لگے کہ میں تو کسی قادیانی کی شکل وصورت بھی دیکھنا گوارا نہیں کرتا چہ جائیکہ اس سے گفتگو کرنا پسند کروں۔ خاکسار نے فوراً کہا کہ باوجود اسقدر تعصب کے پھر بھی ایک نہیں، تین تین قادیانی احمدیوں سے ملاقات فرما چکے ہیں۔ اس پر وہ نادم ہو گئے۔ مولوی عبدالحق صاحب نے کہا کہ ان کو بخار ہو رہا ہے گویا بخار میں ہزیان بک رہے ہیں۔

اس ملاقات کے بعد دو تین دفعہ اُن سے دریائے جہلم کی سیر میں ملاقات ہوئی۔ پاس سے گزرتے ہوئے سلام کر کے مسکراتے۔ مولوی عبداللہ صاحب دوسرے دن ڈاکٹر صاحب کے مکان پر بغرض ملاقات تشریف لائے اور ایک گھنٹہ تشریف رکھ کر رخصت ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد ایک دن خاکسار بذریعہ ٹرین لاہور سے قادیان جا رہا تھا۔ جب ایک درمیانہ درجہ میں چڑھا تو وہاں سب افراد مولوی محمد علی صاحب کے رفقاء تھے جن میں ملک کندل خان ساکن سفید ڈھیری، ڈاکٹر نظام الدین نانوتوی اور چند پشاور کے غیر مبائع حضرات تھے۔ شیخ محمد امین صاحب بھی موجود تھے جنہوں نے خاکسار کو پہچانا اور بڑے تپاک سے گلے ملے اور حاضرین سے کہا:

''یہ قاضی محمد یوسف صاحب ہیں۔''

اُن کو معلوم نہ تھا کہ یہ باقی حضرات مجھ کو جانتے ہیں اور پھر تعارف کروایا۔ امرتسر پہنچ کر وہ اُتر گئے کیونکہ ان کے پاس قادیان کا ٹکٹ نہ تھا۔ بعد میں وہ (شیخ صاحب) محمد علی صاحب سے ناراض ہو کر اُن سے الگ ہو گئے، خدا جانے پھر کیا ہوا۔

ڈاکٹر عبدالواحد صاحب اور قبر مسیح ناصری

جب ہم سیر سے واپس آئے تو شام کو ہمارے میز بان ڈاکٹر عبدالواحد صاحب نے دریافت کیا کہ کہاں کہاں کی سیر کی۔ جب ہم نے حضرت مسیح ناصری کے مزار پر جانے کا ذکر کیا تو ڈاکٹر صاحب فرمانے لگے کہ:

''یہ سب میرزا صاحب اور قادیانیوں کا بنایا ہوا قصہ ہے۔''

خاکسار نے عرض کی:

''ڈاکٹر صاحب حضرت احمدؑ قادیانی تو فرماتے ہیں کہ مجھ کو خدا نے بتایا ہے کہ از روئے قرآن کریم اور احادیث صحیحہ اور دلائل عقلیہ حضرت عیسیٰ ناصری بمع جملہ انبیاء فوت ہو چکے ہیں اور کوئی مخالف ان کو زندہ آسمان پر اس جسد عنصری کے ساتھ ثابت نہیں کر سکتا۔ اور یہ بات حق اور سچ ہے۔ رہی یہ بات کہ سری نگر محلہ خانیار روضہ بل میں حضرت یوز آسف نبی ہی حضرت عیسیٰ ناصری ہیں، اس بات کے واسطے وہ دلائل اور شواہد اناجیل اور قرآن کریم اور احادیث اور کتب تاریخ سے پیش کرتے ہیں۔ اگر یہ قبر مسیح ناصری کی ثابت نہ بھی ہو تو بھی حضرت عیسیٰ کی موت تو حیات سے نہیں بدل سکتی۔ کس قدر انبیاء گزرے جن کی قبریں لوگوں کو معلوم نہیں۔ تو کیا وہ سب زندہ ہیں؟ نہیں اور یقیناً نہیں۔ کیا ایک خاکی انسان دو ہزار سال سے بلا تغیر و تبدل زندہ آسمان پر چڑھ کر بیٹھ سکتا ہے اور پھر وہ ویسے کا ویسا واپس آئے گا، آپ تو ڈاکٹر ہیں!''

ڈاکٹر صاحب یہ تقریر سُن کر خاموش ہو گئے اور پھر نہ بولے۔

❁❁

فصل چہارم: سیر باغات و مضافات سری نگر

۲۸ رجولائی کو ہم تانگا میں سوار ہو کر امیرا کدل سے گزر کر ڈل گیٹ پہنچے۔ وہاں سے چشمہ شاہی ،نشاط باغ اور شالا مار تک گئے۔ چشمہ شاہی ایک بلند مقام پر واقع ہے۔ سہ منزلہ مکان ہے۔ اوپر کے حصہ میں چشمہ ہے جو اکبر بادشاہ کے زمانہ میں پایا گیا۔ یہ پانی نہایت شیریں اور ہاضم ہے۔ اوپر سے نیچے کی طرف پانی اترتا ہے۔ اس کے دونوں طرف مختصر سا چمن ہے اور گلاس کے درخت ہیں اور ایک منزل سے دوسری منزل تک اترنے کے واسطے زینہ ہے۔ قریب ہی باغات اور مکانات تعمیر ہو رہے ہیں۔ ایک دکان سے ہم نے انجیر خریدے جو تازہ سبز رنگت اور انڈے کے برابر موٹے اور نہایت لذیذ تھے۔

نشاط باغ

چشمہ شاہی سے دو میل اور آگے نشاط باغ ہے جو بہت بڑا اور وسیع باغ ہے۔ اس کی پُشت پر مشرق کی طرف پہاڑ میں سے ایک پانی کی نہر نکلتی ہے اور منزل بہ منزل نشیب کو اُترتی ہے۔ ہر منزل پر ایک آبشار بنایا گیا ہے اور ہر دو منزلوں کے درمیان کا حصہ نہر کے دونوں طرف پھولوں اور درختوں سے مزین ہے۔ دونوں طرف پھلدار درختوں کے باغات ہیں جن میں سیب اور ناشپاتی اور بگو گوشہ اور دوسرے میوہ جات ہیں۔ سب سے بلند طبقہ پر عمارت آباد ہے۔ وہاں بڑا میدان ہے جس میں شہتوت کے درخت اور چنار ہیں اور ہر طبقہ دوسری منزل سے قریباً دس فٹ نیچے ہے۔ قریباً بارہ منزلیں ہیں اور آخری طبقہ مغرب کو دروازہ کے قریب ہے جو سطح زمین سے اسقدر بلند ہے کہ مغرب کی جانب سامنے ڈل جھیل موجیں مارتی ہوئی صاف نظر آتی ہے۔ یہ باغ آصف جاہ برادر ملکہ نور جہان نے ۱۰۴۴ھ میں تعمیر کیا تھا اور نورالدین جہانگیر کو بہت پسند آیا تھا۔

ڈل جھیل

غالباً ۵ میل شمالاً جنوباً اور تین میل شرقاً و غرباً ہے۔ صاف اور شفاف پانی ہے۔ کسی جگہ 8-10 فٹ سے لیکر 20 فٹ تک گہرا پانی ہے۔ ڈل میں بنفشہ کثرت سے پایا جاتا ہے۔ کشمیری اسے پکا کر کھاتے ہیں۔ آٹھ دس فٹ سے لیکر بیس فٹ تک گہرا پانی ہے۔ بعض مقامات پر اس میں جزیرے ہیں اور جزیروں میں کھیت اور آبادیاں بھی ہیں۔ شکارا کے ذریعہ اس کی سیر کی جاتی ہے۔ ڈل جھیل کے گرد جگہ جگہ آبادیاں ہیں۔ جھیل کثرت سے کنول کے پھولوں کی وجہ سے قابل دید ہے۔

تیرنے والے کھیت

لکڑی کے تختے جوڑ کر یا گھاس کے گٹھے جوڑ کر کوئی تیس چالیس فٹ لمبے اور آٹھ فٹ چوڑے کھیت بنائے ہوئے ہیں۔ جن پر باغبان لوگ سبزیاں، ترکاریاں، مولی، گاجر کشنیز، پیاز، شلغم، مٹر، فرنچ بین وغیرہ بوتے ہیں اور کشتی کے ذریعہ اُن سے سبزی جمع کر کے شہر میں لاتے ہیں اور فروخت کرتے ہیں اور آٹا، دال چاول، گوشت، چائے اور ضروریات زندگی لے جاتے ہیں۔ ایک ایک رہائشی کشتی کے ساتھ اس طرح کے بیس کھیت بندھے ہوتے ہیں۔ جہاں کشتی جائے وہاں ساتھ لے جاتے ہیں۔ یہ بات صرف کشمیر کے ڈل سے مخصوص ہے کہیں اور نظر نہیں آئی۔

شالامار باغ

یہ باغ نشاط باغ سے پہلے بنا ہے، نشاط باغ اس کے بعد بنایا گیا ہے۔ دونوں ایک ہی طرح کے باغ ہیں۔ شالامار نشاط سے چھوٹا ہے۔ یہ مغل بادشاہوں کی یادگار ہے اور جہانگیر بادشاہ کی طرف منسوب ہے۔ سال تعمیر ۱۰۳۱ھ ہے۔ باغ کی تجدید ۱۰۴۳ھ میں ہوئی۔ ہم کو دونوں باغوں میں مالی نے کچھ پھول اور کچھ تازہ پھل تحفتہً دیئے اور ہم نے ان کو مناسب انعام دیا۔ ارباب محمود خان نے بتایا کہ خواجہ کمال الدین صاحب وکیل نشاط باغ میں مقیم ہیں۔ میں بوجہ ناسازیٔ طبیعت ملنے نہ جاسکا اور عزیز اسد اللہ خان بھی میرے پاس ہی رہے۔ ارباب صاحب جا کر مل آئے۔

ہارون وہ مقام ہے جو شالا مار سے بھی تین میل آگے ہے مگر وہاں نہ جا سکے۔ ہارون میں بلندی پر ایک جھیل ہے جس سے سری نگر میں پانی لایا گیا ہے۔

ہری کا پربت

ہری کے پربت پر جس کو کوہ نارائن کہتے ہیں، ایک قلعہ اکبر بادشاہ کا بنایا ہوا ہے جس میں راجہ کی فوج رہتی ہے۔ اس قلعہ کے دو احاطے ہیں۔ پہلا احاطہ تو بہت وسیع ہے۔ اس کے اردگرد چار دیواری ہے جو آج کل صرف چار پانچ فٹ بلند ہے۔ اس کے اندر باغات ہیں۔ آبادی اور کھلے میدان ہیں جن میں بعض بزرگوں کے مزارات ہیں اور ایک اونچے مقام پر حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ کشمیری علیہ الرحمۃ اور حضرت داؤد خاکی کا روضہ اور ان کے متعلقین کی قبریں ہیں۔ ایک ہی خانقاہ اور مسجد ہے۔ اس سے اوپر اصل قلعہ ہے جس کے اِردگرد ایک بڑی اور مضبوط فصیل ہے۔

پہلے احاطہ کے اندر جانے کے واسطے ایک بہت بڑا دروازہ ہے جس پر فارسی میں قلعہ کی تعمیر کے بارہ میں سنگ مرمر کے پتھروں پر اشعار کندہ ہیں۔ یہ قلعہ دور سے نظر آتا ہے اور سب سری نگر اور مضافات پر حکمران ہے۔

داراشکوہ کی مسجد

حضرت داؤد ثانی کے روضہ کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں داراشکوہ خلف الرشید شاہ جہاں بادشاہ کی مسجد ہے اور اس کے ساتھ ملحقات ہیں۔ سب سنگین پتھروں سے بنے ہوئے ہیں مگر قطعی غیر آباد اور خستہ حالت میں ہیں۔ قابل عزت مقام ہے۔

کوہ سلیمان

ایک پہاڑی ہے جو ڈل گیٹ کے پاس ہے۔ کوئی سات ہزار فٹ سطح سمندر سے اونچی ہوگی۔ اس کے اوپر ایک بلند چوٹی پر قبلہ رُو ایک مختصر سی عمارت ہے جس کے اندر ایک بُت رکھا ہوا ہے اور اس اُونچے حصہ کے پاس کسی مہمان کو جانے نہیں دیتے۔ البتہ اس کے نیچے پہاڑ سطح ہے اور اس پر تخت بنے ہوئے ہیں جن کے چبوترے کے اِردگرد گلدار کندہ پتھر لگے ہوئے ہیں۔ ایک تخت کا

حاشیہ اُکھیڑ کر پتھر سطح پر بکھیر دیئے ہیں لیکن دوسرے تخت ابھی محفوظ ہیں۔اس کوشنکر آچار یہ کہتے ہیں جو ہنود کا مشہور مشنری گزرا ہے۔مسلمان اس کو تخت سلیمان کہتے ہیں ۔اس پہاڑ پر بجلی کی روشنی موجود ہے۔یہ مقام بھی اکبر بادشاہ کے قلعہ ہری پربت کی طرح چاروں اطراف پر حکمران ہے۔

نسیم باغ

یہاں سے ڈل کا نظارہ قابل دید ہے۔ڈل کی دوسری جانب مغرب کی طرف نشاطؔ باغ کے بالمقابل نسیم باغ اور چار باغ ہے۔نسیم باغ میں ایک مسجد اور خانقاہ ہے جس میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ایک بال ہے۔لوگ اس کی زیارت کرنے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مسجد اورنگ زیب بادشاہ نے بنوائی ہے۔کشمیر میں مساجد اور خانقاہیں زیادہ ہیں۔مسجد کو کشمیر میں خدا پرست کم اور پیر پرست یا قبر پرست زیادہ عزت دیتے ہیں۔29 جولائی اتوار کے دن جب ہم نسیم باغ شکارا میں پہنچے تو شکارا کو ڈل کے کنارے کھڑا کیا اور ایک بڑے چوکور پتھر پر بیٹھ گئے جو مالٹا کے درخت جتنا اُونچا اور 8x6 اس کا رقبہ تھا۔ہم نے دوکاندار کو چائے لانے کو کہا۔ چائے کے منتظر بیٹھے تھے کہ مسجد کی جانب سے ایک نوجوان کشمیری سفید لباس میں ملبوس آیا۔اس کے سر پر سفید پگڑی تھی۔سفید چہرہ اور سبز آنکھیں وسروقد۔میں نے اس کو افغان سمجھا۔وہ ہمارے پاس پہنچا اور اُس نے ہم کو اردو میں مخاطب کیا۔السلام علیکم کہا اور گفتگو شروع کی۔دوران گفتگو اس نے پوچھا کہ:''کیا آپ نے موئے مبارک کی زیارت کی؟''

خاکسار نے جواب دیا کہ نہیں۔ساتھ ہی اُس سے دریافت کیا کہ اس بات کا باوثوق ثبوت کیا ہے کہ یہ واقعی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہے۔اس نے ایک بے سند روایت شروع کی۔خاکسار نے کہا کہ یہ صرف کہانی ہے اور اسکو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک کہنا خوش اعتقادی ہے۔اس نے جھٹ کہا کہ سال گزشتہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح امام جماعت احمدیہ کشمیر تشریف لائے تھے۔انہوں نے موئے مبارک کی زیارت کی۔آپ اس کو موئے مبارک تسلیم نہیں کرتے۔میں حیرت میں پڑ گیا کہ کسی غیر احمدی کے سامنے تو یہ بات کوئی

اہمیت نہیں رکھتی۔اس نے ہمارے سامنے یہ بات کس طرح بطور حجت پیش کی اوراس کو کیسے معلوم ہوا کہ ہم احمدی ہیں اوراس دلیل کو مان لیں گے۔غالباً یہ مجاوِرلوگ بڑے تیز فہم ہوتے ہیں۔ہماری کسی بات سے اس نے معلوم کرلیا ہوگا ورنہ وہ عالم الغیب تو نہ تھا۔

سیّاح

اسی باغ میں زمین پر ایک طرف چادر پر ایک نوجوان سیاح پنجاب کا باشندہ لیٹا ہوا تھا اور کسی کتاب کا مطالعہ کررہا تھا۔اس سے گفتگو شروع کی معلوم ہوا کہ وہ ایک پڑھا لکھا نوجوان ہے اوراس کو شوق سیاحت بھی ہے اور نسخے جمع کرنے کا بھی شوق ہے۔چنانچہ اس نے میری دردگردہ کے بارہ میں چند نسخے بھی بتائے اگرچہ میں نے استعمال نہ کئے۔

کشمیریوں کی پکنک

غالبًا اتوار کے دن دفاتر میں چھٹی تھی۔کچھ نوجوان بغرض پکنک نسیم باغ آئے ہوئے تھے۔چند درختوں کے سایہ میں دریاں بچھا کر قوال بھی بیٹھے ہوئے تھے۔موسیقی کا سامان سامنے پڑا تھا اوران کے سامنے ایک خوبصورت نوعمر لڑکا پیشواز اور گھنگرو پہنے ہوئے اور سر پر عورتوں کی طرح لمبے لمبے بال بکھیرے ہوئے ناچ رہا تھا۔اگر سر پر پگڑی نہ ہوتی تو ہم اُسے آفریدیوں کی محفل سمجھتے جو نوعمر لڑکوں کو نچاتے ہیں۔اُن لڑکوں کو لختے کہتے ہیں۔

نسیم باغ سے چند قدم آگے چنار باغ ہے جہاں نہیں گئے۔شکارا میں بیٹھ کر امیراکدل واپس آئے۔ڈل گیٹ کے آس پاس بڑی کثرت سے ہاؤس بوٹ کھڑے ہوتے ہیں۔گویا میلہ ہے یا کشتیوں کا ایک شہر ہے۔

۲۹ جولائی کی شام کو واپسی

چیف کمشنر کے ملازموں نے بتایا کہ لارڈ صاحب واپس جانے کا بندوست کررہے ہیں۔ہم نے بھی دوسرے دن پیر یعنی ۳۰ جولائی کیلئے دونشست محفوظ کرانے کیلئے ارباب محمود جان کو سرکاری

ملازموں کے ساتھ پشاور بھیجا۔ خاکسار اور اسد اللہ جان صبح لاری میں بیٹھے اور صوبہ سرحد کا رُخ کیا۔ رات ہم چناری پہنچے، وہاں رات بسر کی اور دوسری صبح ۳۱ جولائی کو دومیل پہنچ کر ہم نے دوسری لاری لی جو ایبٹ آباد جارہی تھی۔ اُس میں دو نشستیں کرایہ پر لیں اور دومیل سے آگے دوسری گاڑی جو ایبٹ آباد جاتی تھی، اس میں نشست کروالی۔ دومیل سے آگے بڑھ کر شہر مظفر آباد آیا۔ دریائے جہلم کے پُل سے مظفر آباد تک راستہ آباد ہے اور تین عمارتیں ہیں۔ عدالتیں اور تحصیل ہیں۔ یہ ضلع کا صدر مقام ہے۔

شہر مظفر آباد

سڑک کے جانب شمال بلندی پر آباد ہے۔ ایک لمبا اور تنگ بازار ہے، اکثر دوکاندار ہندو ہیں۔ مسلمان صرف ہوٹل والے اور معمولی سودا بیچنے والے ہیں۔ اچھا آباد شہر ہے۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو ساتھ ہی دریائے کشن گنگا بہتا ہے اور اس پر عبور کرنے کے واسطے پُل ہے جو لوہے کا ہے۔ وہاں سے دومیل تک سڑک چڑھائی پر ہے اور بڑی خراب سڑک ہے۔ کچھ خطرناک بھی ہے۔ بلندی پر چوکی ہے وہاں سے اُترائی شروع ہوتی ہے۔ کوئی دس میل تک اُترائی ہے۔

برارکوٹ

ریاست کشمیر کی حد برارکوٹ پر ختم ہوتی ہے جو گڑھی حبیب اللہ سے دومیل دُور ہے۔ یہاں صوبہ سرحد سے آمدہ افراد سے محصول لیا جاتا ہے۔ اس کے پاس دریائے کنہار بہتا ہے۔ اس کی دوسری جانب علاقہ پٹن ہے جو ضلع ہزارہ میں شامل ہے۔

گڑھی حبیب اللہ

برارکوٹ سے آگے گڑھی حبیب اللہ ہے۔ یہ ایک عمدہ صحت بخش مقام ہے۔ تھانہ اور ڈاک بنگلہ لب دریا ہے دریا کا پانی بڑا خوشگوار اور لذیذ ہے۔ دریا پر لوہے کا پُل ہے اور تھانہ کے سامنے چند

دکانیں ہیں جن میں چائے اور کھانا مل سکتا ہے۔گڑھی حبیب اللہ خان تھوڑے سے فاصلہ پر دامن کوہ میں آباد ہے اور بلند مقام ہے۔اس میں داخل ہوتے ہی دائیں جانب خان گڑھی کالج اور بنگلہ ہے۔جب خان محمد اکرم خان کو خان کی پگڑی پہنائی جارہی تھی،اس وقت ہم آنریبل کرنل چیف کمشنر کے ساتھ بطور ناظر گئے تھے۔وہاں ہم نے خان بہادر محمد حسن خان،خان محمد اکرم خان اور خان محمد اسلم خان کو دیکھا۔یہ ۱۹۲۶ء کا واقعہ ہے۔ان کا ڈرائیور ہمارا خوب واقف تھا۔گڑھی میں ایک لمبا اور کھلا بازار ہے۔جس میں اشیاءضرور یہ مل سکتی ہیں۔ہائی سکول ہے،ہسپتال ہے۔گڑھی حبیب اللہ میں طوطوں کی مسجد کے سامنے مولوی عبداللہ صاحب ایک معمر بزرگ رہتے تھے۔اُنہوں نے ہم سے گفتگو کی۔ہم نے اُن کو حضرت احمد علیہ السلام کی صداقت اور نبوت کے جاری رہنے کے متعلق بتایا۔بہت ہی نیک اور پارسا بزرگ تھے۔

کوہِ بٹ راسی

گڑھی سے دو میل آگے جا کر چڑھائی شروع ہوتی ہے۔کئی بل کھا کر پہاڑ پر لاری چڑھ جاتی ہے۔خوب سرسبز پہاڑ ہے۔قریباً چار ہزار فٹ اُونچا ہے۔اس کی دوسری طرف ضلع پھگلہ ہے جو سڑک کے ایک طرف ہے۔یہاں سید عبدالرحیم شاہ صاحب احمدی رہتے ہیں اور مولوی عبدالرؤف صاحب مبلغ ہزارہ بھی یہاں کے باشندہ تھے،جنہوں نے بڑی تبلیغ کی۔

مانسہرہ

کشمیر کی سڑک پر گڑھی حبیب اللہ ہے۔بیس میل پر مانسہرہ آجاتا ہے۔یہ ایک بڑا آباد قصبہ ہے۔اچھا بازار ہے۔یہاں تحصیل ہے اور عدالتیں ہیں۔ہائی سکول ہے،لڑکیوں کا سکول ہے۔سواتی خان یہاں رہتے ہیں۔برادر عزیز پیر محمد زمان شاہ صاحب نانوتوی احمدی یہاں وکالت کرتے ہیں اور چند اور احمدی بھی یہاں سکونت پذیر ہیں۔یہاں پیر صاحب کو ملے،ان کے پاس آرام کیا اور پھر عصر کو ایبٹ آباد روانہ ہوئے اور ۳۰ جولائی کو ایبٹ آباد میں شب باش ہوئے۔

ایبٹ آباد

ایبٹ آباد ضلع ہزارہ کا مرکزی شہر ہے۔ ۵ میل طول ۳ میل عرض کی وادی ہے جو چاروں طرف سے پہاڑوں سے گھری ہے۔ زمانہ سابق میں یہاں جھیل تھی جس کے آثار اب بھی پائے جاتے ہیں۔ اس کا پانی ایک طرف دھمتوڑ اور دوسری طرف اس میدان میں جاتا تھا۔ بعد میں یہ زمین نکل آئی تھی جو بڑی قیمتی زمین ہے۔ اس کا اکثر حصہ شیخ البانڈی، نواں شہر کا کول اور اپر ملکپورہ اور چھنگلی کی آبادیوں نے گھیر لیا ہے۔ قابل زراعت زمین بہت کم رہ گئی ہے۔ یہ سطح سمندر سے ۴۱۰۰ فٹ بلند جگہ ہے۔ گرمیوں میں صحت افزا مقام ہے۔ سرحد کے اکثر باشندے گرمیوں میں یہاں اور کوہ مری میں آ کر رہتے ہیں۔

یکم اگست ۱۹۲۸ء کو ایبٹ آباد سے نتھیا گلی روانہ ہوئے اور پانچ میل دھمتوڑ تک تانگا میں پھر آگے نتھیا گلی تک ۱۵ میل گھوڑوں پر سوار ہو کر گئے اور ظہر کے قریب وہاں پہنچے۔ چیف کمشنر صاحب بھی دوسرے دن کشمیر سے گلیات پہنچ گئے۔ یہ سفر بخیریت تمام طے ہوا۔ کشمیر کی سرسبز وادی سرسبز اور شاداب پہاڑ اور کثرت اشجار اور پھول اور پھل اور دریا اور چشمے اور خوشگوار ہوا صحت بخش مقامات ہیں اور عجیب نظارہ پیش کرتے ہیں۔

کشمیر میں ڈوگرا راجہ کی حکومت ہے، جو کہ ملک کی تجارت اور عہدوں اور آمد کے ذرائع پر قابض ہیں۔ مسلمان اکثر زمیندار ہیں۔ ملازمت، تجارت اور حکومت میں انکا حصہ بہت کم ہے۔ ملک کا مالک راجہ ہے۔

کشمیری بہت ہوشیار اور ہنرمند قوم ہے۔ ان کے ہنر کا ثبوت اخروٹ کی لکڑی پر کاریگری ہے جس سے وہ ہر چیز بنا لیتے ہیں۔ چاندی کے برتن بڑے عمدہ بناتے ہیں۔ لکڑی پر چاندی کے ورق لگا کر عمدہ گلکاری کرتے ہیں۔ ابریشم اور اون سے بے نظیر شال اور کپڑے اور گرم لباس کے واسطے کشمیرہ، لاتل، بوسکی، ابریشم اور پشمینہ کی چادریں قابل تحسین بناتے ہیں۔ قیمتی پتھروں پر کام

کر سکتے ہیں۔خوش نویسی میں ایک کمال حاصل ہے۔قدیم قرآن اور درسی کتب اکثر کشمیریوں کی قلم سے لکھے ہوئے ہیں۔کشمیر کے ہر کوچہ اور ہر بازار میں جگہ جگہ مزار ہیں۔لوگ قبر پرست اور پیر پرست ہیں۔ان میں شیعہ بھی ہیں۔

کشمیریوں نے ہر جگہ کشمیر، پنجاب آ جائیں یا لاہور، امرتسر، سیالکوٹ، راولپنڈی، پشاور میں بہت ترقی کی ہے۔اوّل درجہ کے پہلوان بن جاتے ہیں مثلاً غلام محمد گاما (رستم زمان)، اوّل درجہ کا شاعر مثلاً ڈاکٹر سر محمد اقبالؔ، اوّل درجہ کا ڈرامہ نویس مثلاً آغا حشرؔ کاشمیری، اوّل درجہ کا لیکچرار وغیرہ وغیرہ۔

تجارت، وکالت، ٹھیکیداری خوش نویسی، الغرض ہر بات میں کمال حاصل کر سکتے ہیں۔قدرت نے کشمیریوں کو عمدہ دماغ عطا کیا ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی عطا فرمائے۔آمین۔

نقل کردہ: زبیدہ ناہید

۲۴؍اکتوبر ۲۰۱۲ء

❁❁

میرا دوسرا سفر کشمیر

فصل اوّل: تمہید بارۂ وجوہات سفر

جنوری 1935ء میں ہماری مسجد احمدیہ پشاور میں سمندرؔ نامی ایک مڈل کلاس تک تعلیم یافتہ، بہ تلاشِ روزگار کرنوؔل متصل گڑھی حبیب اللہ ضلع ہزارہ، برادر پیر محمد زمان شاہ صاحب احمدی وکیل مانسہرہ سے میرا ذکر سن کر آنکلا اور مہمان خانہ میں قیام کیا۔ بیکار اور نادار تھا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ وہ آوارہ گرد بھی تھا۔ اس کو جب بے وقت آدھی رات مہمان خانہ میں آنے سے روکا تو ایک رات وہ بلا اجازت میرے پاس ہمارے مردانہ نشست گاہ میں آ گیا۔ نوکر نے دروازہ کھول دیا تھا۔ اُس نے صبح ہمارے مہمان میاں شہاب الدین صاحب احمدی ساکن سُرخ ڈھیری تحصیل مردان کی کوٹ کی جیب سے ۸ روپے نکال لئے۔ اُس پر اس کو مسجد احمدیہ پشاور اور ہمارے مکان میں آنے سے روکا گیا۔ وہ قریب ہی ہمارے مخالف گروہ غیر مبائعین کی انجمن میں گیا اور وہاں جھوٹا الزام لگا کر کہا کہ درس القرآن کے دوران قاضی محمد یوسف صاحب نے (نعوذ باللہ) سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی توہین کی ہے، اس واسطے میں انہیں چھوڑ کر آ گیا ہوں۔ حاجی محمد رمضان کوہاٹی جو مبائع ہیں اور اُس وقت غیر مبائعین کے سیکرٹری تھے، دریافت حال کے واسطے آئے۔ ان کو سب واقعات صحیح بتائے گئے۔ مگر میر مدثر شاہ صاحب مبلغ انجمن اشاعت اسلام لاہور مقیم پشاور نے (جو واقعات گھڑنے میں یدطولیٰ رکھتے تھے) سمندر کی طرف سے یہ غلط واقعہ بڑھا چڑھا کر اخبار پیغامِ صلح میں شائع کروانے کیلئے ارسال کر دیا۔ وہاں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے بسبب مولوی محمد علی صاحب وکیل کے خسر ہونے اور ایک متعصب غیر مبائع ہونے کے اس پر ایک سخت اشتعال انگیز مقالہ لکھا اور اخبار پیغام صلح میں شائع کروا دیا اور عامۃ الناس کو میرے خلاف سخت مشتعل کیا۔ خاکسار نے

اخبار الفضل قادیان، اخبار سیاست لاہور اور بذریعہ لوکل اشتہارات اس کی تردید کی، مگر غیر احمدیوں کے اخبارات زمیندار لاہور، اخبار ایمان، اخبار انقلاب، اخبار دینہ میں اس کی خوب اشاعت ہوئی اور جلتی آگ پر تیل کا کام ہوا۔

صوبہ سرحد کے علاوہ غیر مبائعین کے پراونشنل مجلس احرار کے مولوی غلام غوث ہزاروی، جو بدکلامی، بدزبانی اور کذب بیانی میں اوّل درجہ پر تھے، انہوں نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر ہزارہ اور پشاور کی مساجد میں جلسے کر کے خوب تشہیر کی۔ حتیٰ کہ مجلس احرار کے ارکان سید الطاف حسین پسر سید حسن خان کو چہ گلبادشاہ پشاور سیکرٹری نشر واشاعت احرار اور حکیم مولوی فضل حق اور مولوی عبد القیوم پوپل نے ایک ان پڑھ نوجوان احراری عبدالعزیز کو میرے قتل پر آمادہ کیا۔

اتوار کے دن ۹ جون ۱۹۳۵ء کو جب میں گھر سے نکلا۔ راستہ میں ارباب محمد عجب خان صاحب احمدی ساکن تہکال بالا اور میاں محمد یوسف صاحب احمدی ساکن محلہ کوٹلہ فیل باناں شہر پشاور میرے ساتھ مل گئے اور ہم دروازہ ہشت نگری کے پاس کسٹم ہاؤس میں جناب شیخ اللہ بخش صاحب احمدی کسٹم آفیسر اور برادر مولوی عبدالکریم صاحب احمدی کی بیمار پُرسی کیلئے گئے۔ راستہ میں مولوی عبدالقیوم نے جاتے وقت دیکھ لیا تھا اور بازار میں ہمارے آنے کے انتظار میں قاتل عبدالعزیز کو ایک پستول اور دو درجن کارتوس دیکر پاس بٹھائے رکھا۔ جس وقت ہم قصہ خوانی آئے تو انہوں نے عبدالعزیز کو ہمارے پیچھے لگا دیا۔ جب ہم قصہ خوانی میں وہاں پہنچے جہاں شہداء ۱۹۳۰ء کی یادگاریں ہیں، تو عبدالعزیز نے خاکسار پر پستول چلانے کی کوشش کی مگر قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کی گولی پستول کی نالی میں پھنس کر ٹیڑھی ہو گئی اور وہ باوجود کوشش کے پستول نہیں چلا سکا۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت احمد جری اللہ کے ایک غلام کو آگ کے ذریعہ ہلاکت سے سلامت رکھا۔ خاکسار نے اُس کو پکڑا اور پستول لے لی اور ارباب محمد عجب خان صاحب نے اُس کو گرفتار کروا دیا۔ عدالت نے ملزم کو ۹ سال کی سزا دی جو بالآخر ے سال قید میں تبدیل ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے اغیار پر میری بے گناہی ثابت کر دی اور دشمن ناکام و نامراد ہوا۔ الحمد للہ۔ خاکسار کچھ دن قادیان جا کر رہا بعد ازاں ماہ اگست ۱۹۳۵ء میں کشمیر جانے کا ارادہ کر لیا۔

فصل دوم: میرا دوسرا سفر کشمیر

خاکسار ۱۵ر اگست کو پشاور سے بذریعہ ریل راولپنڈی پہنچا اور راجہ بازار سے لاری میں نشست لی اور کوہ مری کے راستہ کشمیر روانہ ہوا۔ اس دفعہ میں بالکل تنہا تھا۔ صرف میرے اللہ کا فضل میرے ساتھ تھا۔

کوہ مری راولپنڈی سے جانب شمال پہاڑوں کے اندر ایک بلند پہاڑی پر واقع ہے۔ یہ راولپنڈی سے تقریباً ۴۰ میل دُور ہے۔ چونکہ حضرت مریم علیہ السلام (والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی یہاں قبر ہے جو لوگوں میں روضہ مائی مرےؔ کے نام سے مشہور ہے، اس واسطے یہ پہاڑ کوہ مِری کہلاتا ہے۔ مریم عربی ہے اور میریم عبرانی۔ ضلع ہزارہ میں اس کا تلفظ مرےؔ ہے۔ پشاور میں مریان ہے۔ انگریزی میں میری ہے۔ یہ پہاڑ سطح سمندر سے قریباً ۷۵۰۰ ہزار فٹ اُونچا ہے۔ سرد مقام ہے خوب سرسبز ہے۔ پنجاب کا صحت افزا مقام ہے۔ اس کے نواح میں سنی بنک، چکہ گلی، گھڑیال، ٹوپہ، گھوڑا گلی، گولڈ کٹ، کوہ مری کے علاوہ آبادیاں ہیں جہاں کثرت سے فوجی اور ملکی لوگ رہتے ہیں۔

ہر مقام پر بازار ہیں۔ کوہ مریؔ میں سب سے زیادہ آباد بازار اور دوکانیں ہیں اور تفریحی سامان تقریباً ہر دکان پر موجود ہے۔ راولپنڈی سے کوہ مری جاتے ہوئے راستہ میں نور پور شاہاں میں حضرت شاہ عبداللطیف برمی کی زیارت ہے۔ دس میل کے فاصلے پر محصول چوکی ہے۔ ذرا آگے سینی ٹوریم ہے اور اس کے آگے چھتر ہے۔ پھر گھوڑا گلی ہے۔ یہاں دری کا کارخانہ ہے اور انور سلطان محمد صاحب کے مکانات ہیں۔

کوہ مری سے ۴۵ میل دور دریائے جہلم پر کوہالہ کا پل ہے۔ ایک طرف دریائے جہلم بہتا ہے

دوسری طرف گلیات کے پہاڑوں کا نشیب شروع ہوتا ہے۔

کوہالہ کا پل

ایک طرف پنجاب اور صوبہ سرحد کی حدود آ کر ختم ہوتی ہیں۔ دوسری طرف دریا کے پار کشمیر اور پونچھ کی ریاستوں کی حدود ملتی ہیں۔ پہلے سفر میں اس کا ذکر آ چکا ہے۔ راولپنڈی سے یہ مقام ۶۵ میل ہے اور سری نگر سے ۱۳۵ میل ہے۔

دومیلؔ

یہ مقام کوہالہ سے ۲۱ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں مظفر آباد اور ہزارہ سے آمدہ سڑک ملتی ہے۔ دو سڑکیں اور دو دریا جہلم اور قرنا یہاں ملتے ہیں۔ اس مقام کا دوسرا نام دومیلؔ ہے۔ اس کا ذکر پہلے سفر میں آ چکا ہے۔ ہماری لاری والے نے محصول ادا کیا۔ ہم یہاں کچھ کھانے کیلئے اُترے اور کھانے سے فارغ ہو کر آگے روانہ ہوئے۔

گڑھی

یہ کشمیر کی گڑھی ہے۔ یہاں ملکانوں کی رہائش گاہ ہے۔ دریا کے دوسری طرف یہ گاؤں آباد ہے۔ آر پار جانے کے واسطے ایک تختوں کا پُل ہے جو ہوا میں معلق ہے اور رسّوں کے ذریعہ باندھا گیا ہے۔ صرف انسان گزر سکتے ہیں۔ یہ منازل سفر کشمیر میں سے ایک منزل ہے۔ سڑک پر کچھ دوکانیں بھی ہیں۔

چناری

یہ بھی منازلِ سفر کشمیر میں سے ایک منزل گاہ ہے جو کوہالہ سے ستر میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور سری نگر سے قریباً ۲۵ میل مغرب کی طرف ہے۔ اس کا ذکر سفر اوّل میں آ چکا ہے۔ یہاں ذرا آگے مشرق کو عام سڑک سے ایک سڑک ریاست پونچھ کو جدا ہوتی ہے۔ وہاں سے سڑک ایک پہاڑی کے

گردچکر کھا کر مہورہ کی طرف بڑھتی ہے۔

مہورہ

یہاں کشمیر کا بجلی گھر ہے۔ یہ اوڑی سے قریباً دس بارہ میل مشرق کی طرف ہے۔

رامپور

یہ ایک صحت افزا مقام ہے۔ اس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ یہ مہورہ سے کوئی دس میل آگے ہوگا۔

بارہ مولا

یہاں وہ تنگ راستہ، جس کے ایک طرف پہاڑ ہے اور دوسری طرف دریا بہتا ہے، ختم ہو جاتا ہے اور میدان کھل جاتا ہے۔ سطح مرتفع 5200 فٹ بلند ہو جاتی ہے۔ اس وادی کے سرے پر بارہ مولا کا شہر آباد ہے۔ بارہ مولا کا ذکر پہلے سفر میں آ چکا ہے۔ یہاں صرف اس قدر عرض ہے کہ اس بار خاکسار نے دریا پار جا کر شہر کو پھر سے دیکھا۔ رات یہاں گزاری۔ دوسری صبح یہاں سے سری نگر کو روانہ ہوا۔ یہ قریباً چالیس میل کا سفر ہے یہ راستہ بڑا پرلُطف اور خوشگوار ہے۔ دونوں طرف سفیدے کے درخت قطار میں ہیں، جو آسمان کو چھوتے ہیں۔ ہر ٹیلہ سبز اور ہرا ہے اور ہر طرف خودرو پھول نظر آتے ہیں۔ راستہ میں جہاں آبادی آتی ہے وہاں دکانیں اور مکانات بنے ہوئے ہیں۔

❁❁

فصل سوم: سری نگر دارالحکومت کشمیر

سری نگر

سری نگر، کابل اور کوئٹہ تینوں سطح سمندر سے پانچ ہزار دو سو فٹ اونچائی پر واقع ہیں۔ آب و ہوا قریباً یکساں ہے۔

دفتر اخبار 'اصلاح'

سری نگر سے اخبار 'اصلاح' شائع ہوتا ہے جس کا انتظام جماعت احمدیہ کشمیر کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا دفتر بازار کے پچھلی طرف ہے۔ خاکسار نے پشاور سے روانہ ہوتے وقت ایڈیٹر صاحب کو بذریعہ خط اور تار اطلاع دی تھی۔ جس وقت میں سری نگر سے پہنچا تو لاری سے امیرا کدل میں اُترا اور سیدھا دفتر اخبار 'اصلاح' میں پہنچا۔ دفتر ان دنوں مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ مولوی ظہور حسین صاحب مولوی فاضل ساکن قادیان وہاں مقیم تھے۔ مولوی دل محمد صاحب بھی کشمیر میں قیام پذیر تھے۔ خاکسار نے دو تین دن دفتر اخبار اصلاح میں قیام کیا۔ اُس کے بعد امیرا کدل کے پل کے پاس مشرق میں ایک بڑی کشتی جو بطور ہوٹل استعمال ہوتی ہے، اُس میں ایک کمرہ کرایہ پر لے لیا۔ کمرہ میں ایک چار پائی، میز اور ایک کرسی تھی۔ فرشی دری بھی موجود تھی۔ احباب سری نگر کی معرفت ایک کشمیری احمدی لڑکا بطور خادم مل گیا جو بازار سے سودا سلف لانے میں مدد دیتا۔ دریا کے درمیان یہ قیام گاہ تھی۔ مچھر اور کھٹمل بھی تھے، تاہم بڑے آرام سے رہا۔ خاکسار احباب کشمیر کے حسن سلوک اور غریب نوازی کا انتہائی شکر گزار ہے۔

نماز جمعہ کے لئے خانقاہِ معلیٰؒ کے قریب برادرِ خورد صدرالدین صاحب احمدی شال مرچنٹ کے

مکان پر جایا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک مکان انجمن کے واسطے کرایہ پر لے رکھا تھا اور نمازیں وہاں ادا کی جاتی تھیں۔ کئی جمعے خاکسار نے وہاں پڑھائے۔ خواجہ صاحب نے ایک دو مرتبہ مہمان نوازی کی اور کشمیری بھتہ کھلایا جو بہت عمدہ اور لذیذ تھا۔ خواجہ صاحب خوش اخلاق اور مہمان نواز انسان ہیں۔ خواجہ صاحب نے خاکسار کو کئی تحائف دیئے۔ فجزاءاللہ احسن الجزاء۔

خاکسار کشتی میں قیام کے دوران پنجاب ہوٹل سے کھانا کھایا کرتا تھا۔ جہاں احمدی مسافر عام طور پر کھانا کھاتے تھے۔ اخبار اصلاح کا عملہ بھی وہاں سے ہی کھانا کھاتا تھا۔ مالکان ہوٹل غالباً گجرانوالہ کے تھے اس لئے پنجاب کے مسافروں کے ساتھ محبت سے پیش آتے تھے۔ کشمیر میں عام خوراک چاول ہے۔ روٹی صرف پنجاب ہوٹل سے ہی ملتی تھی۔ کشمیری دکاندار ڈبل روٹی اور میٹھے کلچے بھی بیچتے ہیں۔

قیام سری نگر

جن ایام میں خاکسار سری نگر میں مقیم تھا تو کبھی چشمہ شاہی، شالا مار باغ، نسیم باغ اور کبھی کوہ سلیمان اور کبھی خانیار میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روضہ، کبھی پتھر مسجد چنار باغ اور کبھی مقبرہ سلاطین کشمیر، خانقاہ معلیٰ اور کبھی شہر کے بازاروں کی سیر کرتا۔ وزیر باغ اور عجائب گھر اور حکومت کے کتب خانہ بھی جاتا اور کبھی شکارے میں سیر کرتا۔ کبھی ڈل کی سیر کو چلا جاتا۔ اکثر پرتاپ باغ میں شام کے وقت سیر کرنے کا موقع ملتا رہتا۔

نئے مقامات

اس دفعہ تختِ سلیمان اور جھیل ہارون کی سیر کا موقع ملا۔ پہلے سفر میں یہ مقامات نہیں دیکھ سکا تھا۔ تخت سلیمان کا ذکر پہلے سفر میں آچکا ہے۔

ہارون

یہ مقام شالامار باغ سے دومیل آگے ہے۔ایک پہاڑ کے دامن میں بلندی پر بند باندھاہےاور جھیل بنائی گئی ہے۔اس سے سری نگرشہر کیلئے پینے کا پانی مہیا کیا جاتا ہے۔چونکہ دریا کا پانی قابل استعمال ہے۔جھیل سے اُتر کر نیچے میدان میں پھولوں سے ترتیب شدہ باغ ہے جو اچھا خوبصورت، سایہ داراور دلکش مقام ہے۔

روضہ بل

جس جگہ خانیار میں حضرت یوز آصف نبی کی قبر ہےاس مقام کوروضہ کہا جاتا ہے۔اس دفعہ جب خاکسارروضہ بل پہنچا تو قبرمسیح سے کچھ فاصلے پر ایک جگہ رہٹ ہےاس پر ایک عظیم الشان درخت ہے جو غالباً چنار یا کوئی اور درخت ہے۔اس کے نیچے سایہ میں ایک شخص نے دھاگے پھیلا رکھے تھےاور اُن پر کچھ پھیر رہا تھا۔خاکسار کو بمع ایک دوست کے آتا دیکھ کراس نے پہچانااوردور سے ہی السلام علیکم کہا۔خاکسار نے جواباً وعلیکم السلام کہا۔اُس نے پشاوری زبان میں خوش آمدید کہا۔خاکسار نے خوش باشد کہااور جواباً وعلیکم السلام کہا۔اُس نے کہا کہ کیا آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روضہ کی زیارت کرنے آئے ہیں؟ خاکسار نے کہا۔ہاں تب اُس نے کہا کہ آپ مجھے نہیں جانتے مگر میں آپ کو جانتا ہوں۔آپ کو پشاور میں ایجرٹن ہسپتال کے پاس فضل قادر درزی کی دوکان کے پاس سے گزرتے ہوئے کئی دفعہ دیکھا ہے۔میں کوچہ مروی محلہ کا رہنے والا ہوں اور یہاں ہر سال گرمی سرینگر میں گزارنے آتا ہوں۔ساتھ میں کوئی نہ کوئی کام بھی کرتا ہوں تا خرچ باہر سے نکل سکے۔مولوی عبد الکریم صاحب احمدی میاں فضل قادر صاحب کی دوکان پر آیا کرتے تھے۔انہیں بھی جانتا ہوں۔ سلام کر کے وہاں سے رخصت ہوااور حضرت عیسیٰؑ کی قبر کی زیارت کی۔معلوم ہوا کہ جناب ڈاکٹر نواب علی خان صاحب احمدی پونچھی جو بکٹ گنج مردان میں مقیم ہیں وہ بھی زیارت کر کے گئے ہیں۔آپ روضہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غلام گردش پر پنسل سے اپنی آمد کا ذکر لکھ گئے تھے۔

لارڈ اردن

مجاور نے بتایا کہ لارڈ اردن وائسرائے ہند کشمیر آئے تھے۔ انہوں نے آ کر یہاں حضرت عیسیٰ ناصری علیہ السلام کی قبر کی زیارت کی اور مہاراجہ ہری سنگھ کو حکم دے گئے تھے کہ آس پاس کا علاقہ خرید کر صاف کروا دو اور یہاں ایک باغ بنوا کر اس میں پھول لگوا دو۔ نیز قبر کی از سر نو تعمیر کروا دو تا کہ زائرین اور سیاحوں کو دلچسپی پیدا ہو۔ مگر مہاراجہ نے اس حکم کی تعمیل میں کوئی دلچسپی نہ لی۔

رعناداری

رعناداری میں شیخ عبدالرحمن صاحب احمدی بی اے سابق مہر سنگھ نے ایک بالا خانہ میں مدرسہ کھلوا رکھا تھا۔ پاس ہی عیسائیوں کے مشن کا احاطہ تھا اور مشن ہائی سکول تھا۔ آس پاس کے لوگوں پر عیسائیت کا گہرا اثر تھا۔ شیخ صاحب جوان دنوں قادیان سے ایام گرما گزارنے آئے تھے، انہوں نے رعناداری میں درس القرآن قائم کیا اور وہاں کے کمہاروں اور باشندوں سے واقفیت پیدا کی۔ وہ بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیتے اور بڑوں کو عیسائیت کے خلاف تعلیم دیتے نیز عیسائیوں سے مباحثات کرتے۔ کئی دفعہ خاکسار بھی ان کے ساتھ رعناداری جاتا رہا اور کمہاروں کو تبلیغ کرتا رہا۔ کمہار چائے کی دعوت خوب کرتے ہیں۔

اس راہ سے ایک راستہ جامع مسجد شاہ سکندر کو جاتا ہے۔ دوسرا راستہ اکبر بادشاہ کے قلعہ اور نسیم باغ کو جاتا ہے۔ خاکسار کئی مرتبہ اس راستہ سے قلعہ اور خانیار کی طرف اور نسیم باغ کو گزرا۔ جامع مسجد اور روضہ بل کو بھی اسی راستہ سے گیا۔

اصحاب احمد

سیدنا حضرت احمد علیہ السلام کے اصحاب میں سے حضرت خلیفہ نور الدین احمد رضی اللہ عنہ ساکن جموں اپنے بیٹے خلیفہ عبد الرحیم صاحب کے مکان پر ملتے رہے۔ آپ ایک پرانے اور قابل قدر

صحابی تھے اور خاکسار کے آغاز بیعت ۱۹۰۲ء سے ہی واقف کار تھے۔فضل احمد صاحب مستری جو ایک مخلص احمدی تھے، ان کا فرنیچر کا کارخانہ تھا، ملتے رہتے تھے۔اب وہ دونوں صاحب فوت ہو چکے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور جنت نصیب کرے۔آمین۔

قادیان کے مبلغ

مکرم مولوی دل محمد دل صاحب ساکن قادیان مولوی فاضل بھی ان دنوں کشمیر میں تھے۔

پرتاپ باغ میں تبلیغ

امیرا کدل میں پرتاپ باغ مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی یاد میں بنوایا گیا جس کی لمبائی زیادہ ہے اور چوڑائی کم ہے۔ یہاں لوگ شام کو سیر کرنے جاتے ہیں۔اس کے مختلف طبقات ہیں۔مولوی ارجمند خان صاحب افغان احمدی جو قادیان میں دارالعلوم احمدیہ کے پروفیسر ہیں ان دنوں کشمیر آئے تھے۔اس باغ کے ایک طبقہ میں تبلیغ کرتے دوسرے طبقے میں مولوی دل محمد صاحب تبلیغ کرتے۔ خاکسار کبھی ایک چمن میں اور کبھی دوسرے میں ان کے کام کو دیکھتا تھا۔میر واعظ محمد یوسف کشمیری آل انڈیا کشمیر کانفرنس کا مخالف تھا۔راجہ کا طرفدار اور احمدیت کا بھی مخالف تھا۔آل انڈیا کشمیر کانفرنس کے صدر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ امام جماعت احمدیہ تھے۔

میر واعظ کے مُرید ہماری تبلیغ کی مخالفت کرتے۔ایک دن میر واعظ کے مُرید مولوی ارجمند خان صاحب کی مخالفت میں شور کرنے لگے۔خاکسار نے ان کے پاس جا کر اُن سے کہا کہ یا تو مولوی صاحب کی باتیں سنکر اس کا جواب دو یا پھر اس جگہ کو چھوڑ کر چلے جاؤ لیکن وہ دونوں باتوں کو نہ مانے۔تب خاکسار نے ان کو غصہ سے کہا شور مت مچاؤ اور چلے جاؤ تو وہ کہنے لگے کہ یہ سرحد نہیں کشمیر ہے اور ہمارا ملک ہے۔سرحد کا نام سنتے ہی بہت سارے گلگت کے باشندے جو پاس ہی پرتاپ کالج میں پڑھتے تھے اور سامنے بورڈنگ میں رہتے تھے وہ سب میرے ارد گرد جمع ہو گئے اور جو وہاں موجود نہ تھے ان کو بھی انہوں نے جلدی سے بلوا لیا اور مخالفین کو وہاں سے بھگا دیا۔جب

مخالفین بھاگ گئے تو چند طلباء میرے اور مولوی ارجمند خان صاحب کے ساتھ ساتھ پنجاب ہوٹل میں آئے اور دریافت کرنے لگے کہ آپ سرحد میں کہاں کے باشندے ہیں؟ خاکسار نے بتایا کہ پشاور کا۔ تب وہ سلام کرکے چلے گئے۔

یادرہے جس طرح ہم صوبہ سرحد کو سرحد کہتے ہیں، اہل کشمیر بھی گلگت کو سرحد کہتے ہیں۔ چونکہ میرا لباس چترالی پٹی کا تھا اس لیے انہوں نے مجھے گلگت کا سمجھا۔ دراصل یہ خدا کے کام ہیں جس سے چاہے کام لے۔

خواجہ محمد اسماعیل صاحب احمدی ساکن سری نگر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے زمانہ میں اخبار 'بدر' میں عرصہ تک کشمیری زعفران اور دوسری اشیاء کا اشتہار دیا کرتے تھے۔ بڑے مخلص احمدی تھے۔ خدا تعالیٰ نے اُن پر فضل کیا۔ وہ اتنے دولت مند ہوگئے کہ کشمیر میں بالخصوص امیرا کدل میں سب سے بڑا شاندار ہوٹل جس کا نام میجسٹک ہوٹل تھا، اُن کی ملکیت تھا۔ اس ہوٹل میں کثرت سے کمرے بنے ہیں جن میں مسافر کو ہر طرح کا آرام ملتا ہے۔ بڑا عمدہ انگریزی طرز کا انتظام ہے۔ احباب کو اُن سے کچھ شکایت ہونے لگی اور ان کے اخلاص میں کمی نظر آئی۔ خاکسار نے خواجہ صدرالدین کی تحریک سے اُن سے ملاقات کی اور وہ میری تحریک سے نماز جمعہ میں ایک دو دفعہ آئے۔ یہ شخص مخلص، شریف الطبع اور مہمان نواز ہیں انہوں نے میری مہمان نوازی کی۔ ہم ان کے اخلاص اور مہمان نوازی کے مشکور ہیں۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب احمدی ساکن راجیکی نے بھی ان کی مہمان نوازی اور اخلاص کا خاص ذکر کیا ہے۔ اُن سے خواجہ محمد اسماعیل صاحب نے جب بھی گفتگو کی ہمیشہ خاموشی سے سنتے اور اُس پر غور فرماتے۔

❀❀

فصل چہارم: بعض مزید واقعات

صفا کدل

ایک دن ہم صفا کدل گئے جو سرینگر کے سات پلوں میں سے ایک پُل ہے یہاں یارفندی مسافروں اور تاجروں کی قیام گاہ ایک بڑی سرائے میں ہے جو یارفندی سرائے کہلاتی ہے۔ یہاں وہ چینی ترکستان کا سامان لاکر فروخت کرتے ہیں اور ہندوستان کا مال اپنے وطن لے جاتے ہیں۔ایک احمدی مبلغ کیلئے اہل ترکستان کو تبلیغ کرنے کا عمدہ موقع ہے گویا ہمارے گھر میں ترکستان کے چینی موجود ہیں۔خاکسار صفا کدل کے بازار میں سے گزر رہا تھا کہ ایک سپاہی کمزور بدن کا پولیس کی وردی پہنے ڈیوٹی پر کھڑا تھا۔ایک شخص نے اس کو منہ پر تھپڑ رسید کیا۔ وہ سپاہی خاکسار سے مخاطب ہوا کہ دیکھو خان صاحب یہ مجھ کو مارتا ہے میں نے ہنس کر کہا کہ چلو تھانہ میں رپورٹ کریں اور پولیس سے مدد مانگیں۔میرا مدعا یہ تھا کہ تم خود پولیس کے سپاہی اور سرکاری نوکر ہو اور تمہارا یہ حال ہے کہ خود اپنی جان کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ اسقدر بزدل ہو تو آپ نے کسی اور کی کیا مدد کرنی ہے۔اس کے مقابلہ میں سرحد کا سپاہی کس قدر رعب دار اور مضبوط ہوتا ہے کہ کسی کی کیا مجال کہ اُس کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھے۔

یارفندیوں کو تبلیغ

خاکسار یارفندی سرائے میں گیا اور وہاں لوگوں سے ملا۔اُن کی اشیاء تجارت دیکھیں۔میرے دل میں گزرا کہ اگر کوئی مبلغ اصل غرض تبلیغ کے واسطے سری نگر آ گئے تو اس کو ضرور اس سرائے میں اپنی منزل گاہ مقرر کرنا چاہیئے اور یارفندی تاجروں سے واقفیت پیدا کرے اور ان کو چائے یا کھانا پر مدعو کر کے ان کو حضرت احمد علیہ السلام کی آمد کا پیغام سنانا چاہیئے۔اس طرح ہمارے لئے چینی ترکستان اور حدودِ چین میں منگولوں تک پہنچ ہو سکتی ہے۔

فصل پنجم: سیر گلمرگ

گلمرگ

ایک دن ایک پارٹی جن میں احمدی اور کچھ غیر احمدی تھے ایک موٹر کرایہ پر لائے اور گلمرگ تک آنے جانے کا انتظام کیا۔ خاکسار بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا۔

سری نگر سے بارہ مولا کی سڑک پر آٹھ میل گئے تو جنوب کی طرف سڑک جدا ہوگئی اور ۱۵ میل اور آگے گئے تو گُلمرگ آیا۔ یہ گلمرگ پہاڑ کے دامن میں ایک موضع ہے جس میں کچھ دکانیں اور چائے کے ہوٹل ہیں اور ضروریات کے سامان بھی ہیں۔ یہاں گھوڑوں کا اڈا اور موٹر کھڑی کرنے کے لئے گیراج ہیں۔ ہم نے موٹر کھڑی کر کے گھوڑے کرایہ پر لئے۔ گلمرگ قریباً ۶۰۰۰ فٹ بلندی پر ہوگا۔ قریباً ایک گھنٹہ چڑھائی کا سفر کر کے گلمرگ جا پہنچے۔ گلمرگ میں ایک بڑا وسیع میدان ہے جس کے وسط میں بازار ہے۔ کنارے پر ہوٹل، مسجد اور مہمان خانہ ہے۔ گلمرگ کافی بلندی پر واقع ہے۔

مسجد اور مسافر خانہ

بڑی وسیع مسجد ہے۔ گلمرگ میں مسافروں کے قیام کے واسطے قیام گاہیں ہیں جہاں مسافر ٹھہرتے ہیں۔ کسی نے بڑا کارِ ثواب اور عمدہ کام کیا ہے فجز اہ اللہ تعالیٰ۔ انگریزی طرز کے ہوٹل بھی ہیں۔ عام لوگوں کے واسطے کھانے کی دکانیں ہیں۔ ہم نے بازار کے اِردگرد کی سیر کی۔ گلمرگ میں ہی دردِ گردہ کا دورہ ہوا۔ بازار میں ایک ہوٹل تھا۔ اس میں ایک ہندوستانی خانساماں تھا جو پشاور اکثر آیا کرتا تھا اور خاکسار کو جانتا تھا۔ اُس نے چار پائی پر بستر ڈال کر خاکسار کو لٹایا، دودھ گرم کر کے اُس میں گھی ڈالکر پلایا اور پاؤں دبانے پر آدمی مقرر کیا۔ خود بھی دبا رہا تھا۔ حتیٰ کہ درد کا اثر کم ہوا اور

خاکسار شکریہ ادا کر کے رخصت ہوا۔

بابا پیام الدین ریشی

ہمارے ساتھی کسی سے سُن کر آئے تھے کہ گلمرگ کے قریب جنگل میں حضرت بابا پیام الدین کی زیارت ہے، اس کو دیکھنا ہے۔ خاکسار بھی چلنے پر آمادہ ہوا۔ گھوڑے لئے اور کشمیر ہوٹل کے پاس سے جو سڑک بنی ہوئی تھی اس طرف روانہ ہوئے۔ دو میل سے کچھ زیادہ گئے ہوں گے کہ جنگل میں ایک مقام آیا جہاں حضرت بابا پیام الدین ریشی کا روضہ ہے۔ اس مقام کا نام رنبود ہے۔ ریشی صاحب یہاں ہی زندگی میں گوشہ نشین رہے اور یہیں وفات پا کر دفن ہوئے۔ آپ کی وفات ۸۹۰ ہجری میں ہوئی۔ آپ کے روضہ پر مکان بنا ہوا ہے اور چھت کے نیچے قبر ہے۔ قبر پر لکڑی کا خول چڑھا ہوا ہے۔ جس پر کشمیری شال اور بنارسی کپڑے پڑے ہوئے ہیں۔ سرہانے پگڑی کشمیری شال میں بندھی ہوئی موجود تھی اور قبر کے گرد لکڑی کا جنگلہ تھا۔ ارد گرد غلام گردش ہے۔ خاکسار نے زیارت کی، دعا کی اور واپس نکل آیا۔

کھلن برگ

گلمرگ سے مغرب کی جانب ایک پہاڑی ہے اس کو کھلن مرگ کہتے ہیں۔ اس کے آس پاس برف رہتی ہے۔ لوگ وہاں برف سے کھیلنے کیلئے جاتے ہیں۔ انگریز سکیٹنگ کرنے جاتے ہیں۔ مگر خاکسار وہاں نہ گیا۔ وہاں کی بلندی نو ہزار فٹ سے کچھ اوپر ہے۔ دو چار میل کا فاصلہ ہوگا۔ بعد از نماز ظہر وہاں سے روانہ ہوئے اور مختصر راستہ سے پیدل اترے۔ گھوڑوں سے پہلے اُتر آئے۔

فیروز نالہ

گلمرگ کے پہاڑ پر ایک فیروز نالہ ہے جس میں ریچھ اور شیر کا شکار ملتا ہے۔ شکاری شوق سے وہاں جاتے ہیں۔ سرکار کو شکار کی فیس ادا کر کے لائسنس بنانا پڑتا ہے۔ ہم وہاں نہ گئے ہم واپس ٹنگمرگ پہنچے اور موٹر میں سوار ہو کر شام کو سرینگر پہنچے۔ ❁❁

فصل ششم: اسلام آباد

غالباً مولوی عبدالاحد صاحب اور کوئی اور صاحب ہماری ہمراہی میں سرینگر سے اسلام آباد کی نیت سے روانہ ہوئے۔

پانپور

سرینگر سے سات یا آٹھ میل سڑک پر جنوب کی طرف آگے بڑھے تو وہ کھیت نظر آئے جو گاؤں پانپور کے لوگوں کی ملکیت ہیں۔ ان کھیتوں میں زعفران بوئی جاتی ہے۔ ان دنوں میں پودے ابھی بہت چھوٹے تھے۔ پانپور میں سنی بھی ہیں مگر کٹر شیعہ یہاں رہتے ہیں۔ شاید بعض احمدی بھی یہاں رہتے ہوں۔ لوگوں میں یہاں کے شیعوں کے متعلق بڑے خطرناک قصے مشہور ہیں مگر ہم نے وہاں کچھ ایسا نہیں دیکھا۔ اگرچہ ہمارا قیام وہاں بمشکل ایک گھنٹہ کا ہی تھا۔

پرانے مندر

پانپور سے آگے لب سڑک پرانے مندروں کے کھنڈرات ہیں جن کی سنگ تراشی بڑی قابل دید اور خوبصورت ہے۔ جس طرح کے مندر بارہ مولہ کے مضافات میں تھے، ویسے ہی مندر یہاں بھی ہیں جو حضرت عیسیٰ ناصریؑ کے زمانہ سے قبل کے ہیں۔ پتھر بڑی صفائی سے تراشے ہوئے ہیں۔

بیج بارہ

سرینگر سے تیس میل دور اور اسلام آباد سے دس میل کے اندر لب سڑک ایک آباد قصبہ ہے جس کو بیج بارہ کہتے ہیں۔ یہ ایک گھنے درختوں اور باغوں سے آباد مقام ہے اور لبِ سڑک بازار ہے اور یہاں چند ریشی حضرات اور بعض ہنرمند لوگ رہتے ہیں۔ لاری یہاں سے عند الضرورت تیل حاصل کرتی ہے۔ یہاں چند احمدی احباب بھی رہتے ہیں۔ یہاں ریشی خاندان کے بزرگان کی

زیارات ہیں۔اسلام آباد کےقریب ایک چوراہا آتا ہے۔جہاں سےایک سرینگراور دوسری طرف سے جموں کوراستہ جاتا ہے۔پھرایک طرف شوپیان کوراستہ جاتا ہے دوسری طرف اسلام آباد قریباً دو میل دوری پرآتا ہے۔اسی مقام سےقریب ایک سڑک پہلگام کوجاتی ہے جو یہاں سے پچاس میل دُور ہے ۔ چوراہے پر سرکاری عمارات ہیں۔جہاں غالباً سرکاری ڈاک بنگلہ ہے اس کے اردگرد احاطہ ہے۔شہرخاصا بڑا ہے۔دُور دُور تک پھیلا ہوا ہے۔اس شہر کے بازار میں ہر قسم کا مال موجود ہے۔

ایک مقام پرایک بڑی نہرایک چشمہ سےنکلتی ہے۔اُس کےسامنے مندراور تالاب ہیں جن میں ہندواور مسلمان نہاتے ہیں۔اُن میں بڑی مچھلیاں بھی پائی جاتی ہیں۔

بازار سےآگے جاکرایک گندھک کا چشمہ ہےجس میں سے گرم پانی نکلتا ہے اُس میں جلد کی بیماریوں کے مریض نہاتے ہیں۔غسل خانے موجود ہیں۔اس کے پاس ہی ایک مقبرہ ہےجس میں ایک بڑے کمرے کے اندر پانچ ریشی حضرات مدفون ہیں۔بعض اوردوسرے لوگ اُن کے قرب و جوار میں دفن ہیں۔ہم نے ان مزاروں پرفاتحہ پڑھی۔

اچھ بل

اسلام آباد کےمضافات میں بجانبِ مشرق سات میل دُور ایک موضع اچھ بل ہے۔ہم بذریعہ تانگہ وہاں گئے۔ایک آباد قصبہ تھا بازار مختصر تھا۔گاؤں کےمشرق کی طرف میدان تھا۔جن میں کثرت سےتوت اور چنار کے درخت تھے۔عمدہ ٹھنڈا سایہ تھا۔کچھ مسافر یہاں وہاں خیموں میں بغرض تبدیلئ آب و ہواسکونت پذیر تھے۔سامنے دامن کوہ میں سے ایک نہر کے برابر آبِ رواں صاف شفاف اورخوشگوار پانی نکل رہا تھا۔ایک حصہ باغ کے اندر چکرلگا کرایک تالاب میں پڑتا تھا اوروہاں سے باہر نکلتا تھا۔ایک حصہ بصورت نہر جانب شمال ایک باغ میں تالاب میں جاتا تھا جس میں کثرت سے مچھلیاں پالی ہوئی تھیں ۔ پاس ایک تالاب میں چھوٹی مچھلیاں تھیں یہ مچھلیاں جال سے پکڑ کرٹوکا کے ذریعہ کاٹ کر بڑی مچھلیوں کوکھلا دی جاتی تھیں۔وہاں معلوم ہوا کہ چھوٹی مچھلی بڑی

مچھلی کی خوراک ہے۔

اس جگہ جہانگیر بادشاہ نے چار دیواری بنائی ہے۔اس کے اندر باغ ہے چمن اور تالاب ہیں۔ قابل دید سیر گاہ ہے۔مغلوں کا نظارہ قدرت کی قدر کرنا قابل تحسین امر تھا۔اب وہ بادشاہ تو نہ رہے مگران کی یادگاریں بنی ہیں۔یہاں وہ چشمہ ہے جہاں سے دریائے جہلم نکلتا ہے۔یہاں کچھ عرصہ آرام کیا۔مالی پھول اور کچھ پھل لایا۔اس کو انعام دے دیا گیا۔

اچھ بل سے تانگہ میں واپس اسلام آباد آئے۔یہاں سے لاری میں بیٹھ کر واپس سری نگر شام کو اپنی آرام گاہ پر پہنچے۔کشمیر میں عمدہ موسم ماہ مئی یا ستمبر اور اکتوبر ہیں۔جون اور جولائی چنداں موزوں نہیں ہوتا۔سری نگر نسبتاً گرم ہوتا ہے۔مچھر زیادہ ہوتے ہیں اور چار پائیوں میں کھٹمل ہوتے ہیں۔خود متمول کشمیری پہل گام،گلمرگ ٹھنڈے علاقوں میں چلے جاتے ہیں۔

نمائش گاہ

ماہ اگست اور ستمبر میں سری نگر میں دریا سے جانب جنوب حکومت نے لب سڑک بارہ مولہ پُل امیرا کدل سے کوئی نصف میل دُور ایک نمائش گاہ بنائی ہوئی ہے جس کا وسیع احاطہ ہے،دروازہ لبِ سڑک ہے۔داخلہ بذریعہ ٹکٹ ہوتا ہے۔پہلے احاطے کی طرف سیر گاہ،پھول اور چمن ہیں اور رات کو گوناگوں بلبوں کی روشنی ہوتی ہے۔کثرت سے بجلی کے بلب روشن ہوتے ہیں۔درمیان میں بینڈ والوں کا سٹیج ہے جہاں بینڈ بجتا رہتا ہے۔لوگ جوق در جوق ہر چمن میں موجود ہوتے ہیں۔کھاتے پیتے ہیں،آرام کرتے ہیں،گانے گاتے ہیں۔یہ نظارہ دیکھنے والا ہوتا ہے۔

دوسرا احاطہ اور اُس سے آگے تیسرا احاطہ صرف سوداگروں اور دکانوں کا ہے،جن میں گول چکر میں دوکانات ہیں۔جن میں کشمیر کے ہر قسم کی اشیاء،کپڑے،ریشمی اونی قالینیں،گلم،قیمتی پتھر، لکڑی کے کام کی اشیاء،سونے چاندی کے زیورات،میوہ جات،خشک تازہ سوٹیاں،چھریاں،چاقو، بید وغیرہ وغیرہ مقررہ قیمتوں پر فروخت کرتے ہیں۔ہاں بعض زائد قیمت بھی بتاتے ہیں اور کم بھی

کر لیتے ہیں۔ دو ماہ یہ نمائش گاہ جاری رہتی ہے اور لکھوکھا روپیہ کا سامان فروخت ہو جاتا ہے۔ جو شخص کشمیر لاکھ روپے کی رقم لیکر جائے تو وہ بھی کم پڑ جاتی ہے۔ کشمیر سے سیاح اور مسافر قلاش ہو کر واپس جاتے ہیں کیونکہ ہر چیز دل کو بھاتی اور خرید کر لے جانے کو دل چاہتا ہے۔ کشمیر کی حکومت کا دارومدار ہی سیاحت پر ہے۔ باشندوں کا گزارہ مسافروں کی آمد پر ہے۔ اگر روپیہ موجود ہو تو کشمیری تحفے قابل تحسین ہیں۔

فصل ہفتم: کشمیر سے براہ جموں واپسی

جب ہم نے اگست اور پھر ستمبر کا نصف ماہ گزارا تو ہمارا سرمایہ جو دوصد روپے تھا، کچھ سودا خریدنے پر اور کچھ لمبے قیام پر خرچ ہوا۔ اب صرف واپسی کے خرچ کیلئے رقم رہ گئی تھی۔

رفقاءِسفر

مولوی ارجمند خان صاحب، مولوی فاضل اور جزائر شرق الہند کے ایک چاق و چوبند احمدی نوجوان ہمارے رفیق سفر ہوئے۔ ہم نے سرینگر میں ایک لاری میں نشست کرایہ دیکر حاصل کر لی۔ خدا کا نام لیکر لاری میں دوسری صبح سوار ہوئے اور اسلام آباد کا راستہ لیا۔ دو گھنٹہ کے بعد ہم اسلام آباد پہنچے۔ وہاں سے قاضی گنڈ پہنچے، جو اسلام آباد سے بارہ تیرہ میل دُور ہے۔

قاضی گنڈ

یہاں غالباً تحصیل ہے، تھانہ پولیس ہے، سرکاری عمارات اور بازار ہے۔ پاس ایک آباد قصبہ ہے۔ تھوڑی دیر لاری ٹھہری۔، مسافروں نے چائے پی اور کھانا وغیرہ کھایا۔ ہم نے بڑے بڑے موٹے امری سیب خریدے اور نہایت ارزاں قیمت پر مرغی کے انڈے کے برابر اخروٹ نہایت نازک پوست والے ایک پیسہ کے دس خریدے۔ دو کو ملا کر ہتھیلی میں زور دیا اور اخروٹ چور چور ہو گئے۔

کوہ بانہال

قاضی گنڈ سے روانہ ہوئے۔ دس بارہ میل کے بعد دامنِ کوہ بانہال پہنچے۔ یہ ایک اونچا پہاڑ ہے جس پر سڑک کئی چکر کاٹ کر چوٹی تک پہنچتی ہے۔ دائیں جانب قاضی گنڈ سڑک سے مشرق کو تین

میل کے فاصلہ پر چشمہ ویرناگ ہے جہاں سے ایک بڑا چشمہ پھوٹتا ہے اوراس چشمہ سے دریائے جہلم کا آغاز ہوتا ہے۔ ہماری لاری چکر کاٹتی ہوئی کوہ بانہال کے سر پر پہنچ گئی۔ وہاں ایک بڑا اور لمبا ٹنل تھا جس میں سے گزر کر دوسری جانب ریاست جموں کی حد شروع ہوتی ہے۔ لاری نے اُتنے ہی چکر لگائے اور اُتر گئی اور تھوڑی دیر میں بانہال آبادی اور منزل پر آ کر کھڑی ہوئی۔ یہاں دو کانیں اور بازار تھا، سرائے تھیں۔ یہ بڑی تجارت گاہ ہے۔ کوہ بانہال کوئی بارہ ہزار فٹ بلند ہوگا۔ حضرت نورالدین اعظمؓ فرماتے ہیں کہ کوہ بانہال پر کبھی کبھی ایسی تیز و تند ہوا چلتی ہے کہ مسافر اس وقت یا تو پتھروں کے درمیان لیٹ کر بچ سکتا ہے یا پہاڑ سے اُتر کر۔ ورنہ ہوا اُس کو اُڑا کر لے جاتی ہے۔

رام بن

کوہ بانہال سے لاری روانہ ہو کر ایک طرف پہاڑ اور ایک طرف کھڈ کے درمیان میں سڑک پر بل کھاتی ہوئی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ہم عصر کے قریب رام بن پہنچ گئے۔ یہاں پہاڑوں میں سے دریائے چناب نکل کر مغرب کو بہہ رہا تھا۔ اس پر لوہے کا پُل تھا۔ اسی مقام کا نام رام بن ہے۔ دریا پر سے گزر کر آگے بڑھے۔

بٹوت

رام بن سے اگلا پڑاؤ ایک پہاڑی پر بٹوت تھا۔ ہماری لاری چکر کاٹتی ہوئی پہاڑی پر چڑھ گئی اور بٹوت پہنچی۔ اگرچہ یہاں منزل ہے، آبادی اور بازار ہے لیکن ہماری لاری والے نے آگے بڑھنے کی ٹھانی۔ بٹوت سے اگلا پڑاؤ کُدکا ہے۔ یہاں پہنچتے پہنچتے رات ہوگئی تھی۔ رات یہاں شب باش ہوئے۔ ایک دکان میں چارپائی مل گئی۔ کھانا کھایا، نماز پڑھی اور سو گئے۔ صبح اٹھے، نماز سے فارغ ہو کر چائے پی اور لاری میں سوار ہوئے اور لاری اودھمپور کی طرف روانہ ہوئی۔ اودھم پور ایک ضلع کا صدر مقام ہے اور جموں وہاں سے چالیس میل دور ہے۔ ہم نے اصل شہر تو نہ دیکھا، صرف سڑک پر سے گزر گئے۔ پہاڑوں کا سلسلہ یہاں ختم ہوا اور میدان شروع ہوا۔

جموں

جموں ریاست کشمیر کا سرمائی دارالحکومت ہے۔ایک طرف شہر آباد ہے۔اس کے اوپر مہاراجہ کے محلات ہیں۔نیچے کی طرف سامنے کوئی مشہور پہاڑی نالہ ہے۔میدان ہیں کھیت ہیں۔کھیت کو اس نالے کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔نالہ نہر کی شکل میں ہے۔فصل بہت عمدہ ہوتی ہے۔ جموں نسبتاً گرم ہے۔

ہم نے جموں ایک دفعہ مکرم برادر دانش مند خان صاحب احمدی کی معیت میں دیکھا تھا جبکہ ہم قادیان کے سالانہ جلسہ سے براہ نارووال سیالکوٹ گئے۔سیالکوٹ ہم برادر محترم خان صاحب گلاب خان صاحب احمدی پنشنر سب ڈویژنل آفیسر محکمہ پی ڈبلیوڈی کی تحریک پر آئے تھے۔وہاں سے خان صاحب کا خط لیا اور جموں روانہ ہوگئے۔جس زمیندار کے ہاں مہمان ہوئے ،اس نے اپنے باغ میں بڑی پر لطف دعوت کھلائی۔ہم نے شہر کی سیر کی اور خان محمد خان صاحب خٹک افغان ٹھیکیدار مقیم جموں کو ملے۔اس دفعہ لاری سیدھی سٹیشن تک لے آئی۔یہاں سے ہم نے ریل کا ٹکٹ خرید لیا۔سٹیشن پر روٹی مع دال خرید لی۔بڑی بڑی روٹیاں توے کی پکی ہوئی تھیں۔کھانا کھا کر ریل میں سوار ہوئے۔

سیالکوٹ

جب ہم سیالکوٹ پہنچے تو مولوی ارجمند خان صاحب اور جاوا کے احمدی نوجوان وہاں اُتر کر قادیان روانہ ہوئے اور خاکسار وہاں سے سیدھا وزیر آباد آیا۔وزیر آباد سے بذریعہ ریل پشاور آیا۔پشاور پہنچتے وقت جیب میں بمشکل دو روپے تھے۔باقی سب خرچ ہو گئے تھے۔خدا کا شکر ہے کہ کسی کا محتاج نہ ہوا۔خاکسار سیالکوٹ دو تین دفعہ دیکھ چکا تھا۔ہر دفعہ محترم خان صاحب منشی گلاب خان صاحب احمدی کے ہاں مہمان رہا اور بڑا آرام پایا۔خان صاحب اور اُن کی زوجہ محترمہ بڑے مخلص اور مہمان نواز ہیں۔کبوتروں والی مسجد میں ایک جمعہ کی نماز بھی پڑھائی اور مکرم منشی نظام الدین صاحب کے ہی مہمان ہوئے۔

میرا تیسرا سفر کشمیر

فصل اوّل: تمہید سفر کشمیر

جناب میاں حیات محمد صاحب احمدی بھیروی جو صوبہ سرحد میں بمقام پشاور محکمہ PWD کے سب ڈویژنل آفیسر (SDO) رہے ہیں، اُن کے فرزندِ رشید میاں محمد انور صاحب ماہ اگست ۱۹۴۱ء میں گرمی کی رخصتوں میں کشمیر کی سیر کے خواہاں ہوئے اور خاکسار کو فرمایا کہ اس دفعہ کشمیر کی سیر کرنا چاہتے ہیں، آپ بھی ساتھ چلیں۔ چنانچہ ۱۵؍اگست کو سب سامان سفر دوست ہماری مختصر سی جمعیت تیار ہوگئی۔ جناب میاں صاحب، میاں محمد انور احمد صاحب، میاں محمد ظفر مرحوم خاکسار اور محمد شفیع موٹر ڈرائیور۔ خدا جانے محمد اظہر بھی ساتھ تھے یا نہیں۔ صرف ایک ایک بستر اور کپڑوں کا صندوق ساتھ لیا اور میاں صاحب کی اپنی موٹر میں سفر پر روانہ ہونے کی تجویز ہوئی۔

عازمِ سفر از پشاور

۱۵؍اگست کو ہم بذریعہ موٹر روانہ ہوئے اور ۱۵ میل کا سفر طے کر کے دریائے اٹک سے گزر کر، جہاں ان دنوں پل ہے، عزیزم پسر احمد زمان شاہ صاحب احمدی انسپکٹر پولیس صوبہ سرحد کی طرف گئے۔ آپ اس پُل کے انچارج تھے۔ وہ وہاں ہم سے ملے۔ ہم آگے بڑھے۔ ۳۰ میل اور طے کر کے ہم حسن ابدال پہنچ گئے۔ حسن ابدال کے پاس سے پنجاب کی سڑک چھوڑ کر بطرف ہزارہ کی سڑک اختیار کی اور ۲۰ میل اور آگے ہری پور پہنچے۔ راستہ میں ہری پور جیل کا سامان ایک چھولداری میں لبِ سڑک پڑا ہوا تھا۔ یہ سامان جیل میں تیار ہوتا تھا۔ مثلاً چارپائی کی چادریں، تولئے اور جائے

نماز، دریاں تاکہ لوگوں میں جیل کی صنعت کی شہرت ہو اور مانگ بڑھے۔ ایک کلرک اُس پر نگران موجود تھا جو آرڈر لیتا تھا اور مال فروخت کرتا تھا۔

ہری پور

یہ مہاراجہ ہری سنگھ کی یادگار ہونے کے واسطے ہری پور کہلاتا ہے۔ ایک معتدل مقام ہے۔ یہاں کثرت سے باغات اور درخت ہیں۔ موسم گرما میں اس کے ٹھنڈے سائے مشہور ہیں۔ باغات میں آڑو، ناک، ناشپاتی، انار، کیلا، آم اور مالٹا عام ہے۔ سبزی بھی بکثرت پیدا ہوتی ہے اور یہاں سے ایبٹ آباد جا کر فروخت ہوتی ہے۔

یہاں موٹر میں تیل ڈالا اور روانہ ہوئے۔ ۱۴ میل پر حویلیاں ہے، ۲۴ میل اُس سے آگے ایبٹ آباد ہے۔ ہزارہ، ریلوے کا آخری سٹیشن ہے۔ دس میل چڑھائی طے کر کے ایبٹ آباد آجاتا ہے۔

راستہ میں حویلیاں سے ہوتے ہوئے گزرے۔ دوڑ کے نالے پر پل سے گزر کر ۵ میل آگے بڑھے تو گدھے کی قبر کا پڑاؤ آیا۔

گدھے کی قبر

یہاں لبِ نالہ جو ایبٹ آباد سے آتا ہے گدھے کی قبر ہے۔ گردونواح کے لوگوں کے واسطے زیارت گاہ ہے۔ اہل ہزارہ اس کی بڑی عزت کرتے ہیں بلکہ اس کی محبت میں گیت بنائے ہیں۔ ایک گیت کا مصرع ہے:

''وہ سفید گدھا جو ہم کو بڑا پیارا تھا مر گیا ہے''

روایات دو تین ہیں کہ یہ حضرت عیسیٰ ناصریؑ کا گدھا تھا، جس پر سوار ہو کر وہ اپنے وطن سے یہاں پہنچے تھے اور کشمیر کی طرف جاتے ہوئے گدھا یہاں مر گیا اور جدون یا جدنون قوم کے افغانوں نے جو یہاں قدیم سے رہتے تھے، اس کو یہاں دفن کر دیا اور حسن عقیدت کی وجہ سے وہ

مرجع خاص و عام ہوا۔

گدھے کی قبر سے گزر کر نالہ کے ساتھ ہمارے دائیں طرف پہاڑ شروع ہوا اور بائیں طرف نالہ رہا۔ پانچ میل اور بڑھے تو ایبٹ آباد سے قبل موضع سلیڈ آتا ہے، جولبِ سڑک واقع ہے۔ مختصر سی آبادی ہے۔ اکثر پختہ گھر ہیں۔ ایبٹ آباد، ایک شخص کرنل ایبٹ کا آباد کردہ ہے جو غیر مسلموں کے زمانہ میں انگریزوں کا مخبر تھا اور غیر مسلموں کا حاکم تھا۔ اہل ہزارہ سے اس کے اسقدر تعلقات قائم ہو چکے تھے کہ ہزارہ کے بچے اس کو ایبٹ کا کا کہتے تھے۔ انگریز نے جب ۱۸۴۸ء میں ہزارہ پر قبضہ کر لیا تو کرنل ایبٹ یہاں کا پہلا ڈپٹی کمشنر مقرر ہوا۔

یہ شہر وادی رش میں ضلع کا مرکز ہے اور جدون افغان یہاں چاروں طرف رہتے ہیں۔ گنج کے اوپر جو پہاڑ بجانب جنوب کھڑا ہے اس کو سٹرین کہتے ہیں۔ افغانوں کے جدِّ اعلیٰ قیس عبدالرشید کے بڑے بیٹے کے نام سے ایبٹ آباد میں سٹرین پہاڑ اور پشاور علاقہ خلیل میں سربند گاؤں میں یادگاریں ہیں۔ خلیل اقوام سربندی کہلاتے ہیں۔ جدونؔ قوم کا کچھ حصہ ضلع مردان تحصیل صوابی کے ساتھ ساتھ دامنِ کوہ میں آباد ہیں۔ وہاں ان کو گدون کہتے ہیں۔ عبرانی میں یہ لفظ گدعون ہے اور عربی میں جدعون۔ ہزارہ میں جدون اور افغانوں میں گدون ہے۔

ایبٹ آباد میں مولوی عبدالسبوح صاحب احمدی مولوی فاضل اور دوسرے احباب سے ملے۔ اور پھر اُسی دن وہاں سے فارغ ہو کر مانسہرہ کا رُخ کیا۔

مانسہرہ

ایبٹ آباد سے بجانب شمال ۱۵ میل کے فاصلہ پر سرزمین پھکلی میں مانسہرہ اکبر بادشاہ کے جرنیل مان سنگھ کی یادگار ہے۔ جو کشمیر، پشاور اور کابل میں مغلوں کا گورنر گزرا ہے۔ یہ ایک خاصہ آباد قصبہ ہے اور گردونواح کے سواتی اقوام کا مرکز ہے۔ یہاں ایک ہائی سکول لڑکوں کے واسطے اور گرل سکول مڈل تک لڑکیوں کے واسطے ہے۔ ہسپتال ہے، ڈاک خانہ اور تار گھر ہے، عدالتیں ہیں۔ ایک

اسسٹنٹ کمشنر، ایک منصف، تحصیلدار اور نائب تحصیلدار یہاں رہتے ہیں۔ اس کے تحصیلدار کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ کشمیر اور گلگت اور حکومت سوات ریاست کے ساتھ منسلک ہے۔ وادی کاغان بھی اس کے ساتھ لگتی ہے اور اس تحصیل میں داخل ہے۔

اس وادی میں دو دریا ہیں۔ ایک کا نام دریائے سرن ہے جو بھوگڑ منگ اور وادیٔ شان سے نکلتا ہے۔ دوسرا دریا کنہار جو لولوسر اور بابوسر سے نکل کر وادیٔ کاغان کو عبور کر کے بالا کوٹ آ جاتا ہے۔ یہاں سے گڑھی حبیب اللہ اور وہاں سے آگے بڑھ کر دریائے جہلم میں جا ملتا ہے۔ دوسرا دریائے کنیار جو لولوسر اور بابوسر جہلم میں جا ملتا ہے۔ سرن وادی پھگلی سے گزرتا ہوا دریائے اٹک میں شامل ہوتا ہے۔

ہم یہاں عزیزم مکرم پیر محمد زمان شاہ صاحب احمدی وکیل کے ہاں ٹھہرے اور شب باش ہوئے۔ پیر صاحب بڑی محبت اور اخلاص سے، جیسا کہ ان کی عادت ہے، پیش آئے اور ہم کو ہر طرح آرام رہا۔ رات پیر صاحب کی صحبت سے لطف اندوز ہوئے۔

۱۶ر اگست صبح مانسہرہ میں نماز اور ناشتہ سے فارغ ہو کر پیر محمد زمان شاہ صاحب سے رخصت ہوئے۔ گڑھی حبیب اللہ کا راستہ لیا جو یہاں سے بیس میل آگے ہے راستہ میں ڈاک بنگلہ آیا جو سر جارج روس کیبل صاحب کی یادگار ہے۔ ایک بڑا خوش نظارہ مقام ہے۔ نیچے میدان پھگلی جو جابہ اور شنکیاری سے بفہ اور خاکی تک نظر آتا ہے اور بگڑ منگ کی وادی نظر آتی ہے۔ اُن کے اوپر جبالِ کاغان اور موسیٰ کا مصلیٰ نظر آتا ہے۔ اوگی کے پہاڑ نظر آتے ہیں۔ تمام سال برف سے ڈھکا رہتا ہے۔

یہاں سے سڑک سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی دکھائی دی۔ کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر گزرتے ہوئے جھٹ پٹ پہنچے۔ وہاں سے آگے بڑھے تو عطر شیشہ اور آگے پھگلہ بالآخر بٹراسی کا پہاڑ شروع ہوا اور پیچ در پیچ راستہ اُترائی سے دریائے کنہار کے پار پہنچے۔ موضع حصار کی جبال پر برادر محترم خان عبدالرحیم صاحب احمدی رہتے ہیں۔ یہاں سے ایک میل اور آگے بڑھے تو گڑھی حبیب اللہ کے تھانہ کے سامنے موٹر ٹھہرا لی گئی۔

کہتے ہیں کہ جب جہانگیر بادشاہ اس راستہ سے کشمیر جارہا تھا تو اس کی ملکہ نور جہاں کی آنکھیں دُکھتی تھیں۔ اُس نے اس دریا میں آنکھوں کو دھویا۔ اس نے اس دریا کا نام ''نین سُکھ'' رکھ دیا کیونکہ اُس کی آنکھوں کو آرام آیا اور نین سُکھ کا مطلب آنکھوں کو آرام ہے۔

دریا کے پار دوسری جانب لب دریا قطب صاحب کی زیارت ہے جس کی کیفیت نامعلوم ہے کہ وہ یہاں سے کب اور کیوں گزرا۔

گڑھی حبیب اللہ سے روانہ ہوئے تو دومیل اور آگے سرحد کشمیر شروع ہوجاتی ہے۔ سرحد پر برارکوٹ نامی گاؤں ہے۔ یہاں ریاست محصول لیتی ہے تب مسافر کشمیر کے حدود میں داخل ہوتا ہے۔ یہاں سے دس میل اور نہایت خطرناک راستہ ہے اور پھسلنے والا پہاڑ ہے۔ راستہ دریا کے کنارے ساتھ ساتھ جاتا ہے۔ جب دریائے کنہار کا ساتھ چھوٹتا ہے تو دریائے کشن گنگا کا کنارہ شروع ہوتا ہے جو اُس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ بلندی سے اُتر کر مظفرآباد آجاتا ہے۔

مظفرآباد

ہم یہاں دریائے کشن گنگا سے بذریعہ پل گذر کر موٹر سے اُترے اور شہر کے بازار کا چکر لگایا، پھر آئے اور دومیل اور آگے بڑھے اور دریائے جہلم کا پُل عبور کر کے کسٹم ہاؤس پہنچے۔

دومیل کا کسٹم ہاؤس

یہاں ہوٹل میں کھانا کھایا اور کسٹم ہاؤس کے بابو صاحب کے پاس کرسیوں پر بیٹھے۔ سامنے ایک مسلمان چپڑاسی نظر آیا۔ میں نے بابو صاحب سے، جو بظاہر کشمیری پنڈت نظر آتا تھا، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہے۔ اُس نے پوچھا کہ میں کیا نظر آتا ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ کشمیری پنڈت لگتے ہو۔ کہنے لگا کہ الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔ میرے دل میں گزرا کہ درست ہے کہ:

''النّاس علیٰ دینِ ملوکھِمْ''

کہ رعیت بادشاہ کا لباس اور رنگ اختیار کر لیتی ہے۔

کشمیر میں راجہ ڈوگرا ہے تو سب لوگ کشمیری پنڈتوں کے جیسے بن گئے ہیں۔

محصول ادا ہوا اور آگے بڑھنے کی اجازت مل گئی۔ گھڑی، چناری، اوڑی، مہورہ، رامپور سے گزرے اور بارہ مولہ پہنچے۔ ظہر کا وقت زوال پر تھا۔ نماز پڑھی، دریا کے آر پار دونوں طرف کی سیر کی اور پھر سری نگر کا راستہ اختیار کر لیا۔

❁❁

فصل دوم: سری نگر

قیام سری نگر

ہم بتاریخ ۱۴/اگست ۱۹۴۱ء کو عصر کے وقت امیرا کدل کے پُل پر سے گزر کر سرینگر میں داخل ہوئے اور سب سے اوّل ہوٹل کی تلاش میں مصروف ہوئے۔ چند ہوٹل دیکھے آخر انڈین ہوٹل کی دوسری چھت پر کمرہ ملا اور وہاں مقیم ہوئے۔ سامان رکھا، منہ ہاتھ دھوئے، کپڑے بدلے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ کھانا ہم اکثر اسی ہوٹل میں کھایا کرتے تھے۔

یہاں چند دن قیام کیا۔ شہر کے اندر بازار، مزار سلاطین، مساجد، خانقاہ معلیٰ۔ مہاراجہ گنج دیکھا اور باغات شہر، محلات کا نظارہ، دریائے جہلم کی بار بار سیر شکاروں میں کی۔ ہاؤس بوٹ دیکھے۔

حضرت یوزآصف نبیؑ

اس وقت جب ہم حضرت یوزآصف نبی (یسوع یوسف نبی) کے روضہ پر گئے تو روضہ کے اندر داخل ہونے والے دروازہ کی بائیں جانب کسی احراری ملّاں نے ہاتھ سے تحریر کیا تھا کہ:

''یہ مقبرہ حضرت یوزآصف نبی کا ہے اور حضرت عیسیٰ ناصری کی قبر نہیں۔''

اور ساتھ ہی ایک چھوٹا پمفلٹ چھپوا کر مجاور کو دیا تھا کہ ہر زائر کو قیمتاً دیا کرو۔ اس میں یہی رونا رویا تھا کہ حضرت عیسیٰ نبی تو آسمان پر چڑھ گیا تھا۔ یہاں حضرت عیسیٰ کہاں سے آیا۔ یہ تو حضرت یوز آصف نبی تھا جو انیس سو سال قبل شام سے اسی ملک میں آیا تھا اور یہاں فوت ہوا اور یہاں دفن ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ کوئی شہزادہ نبی تھا۔

لکھنے والا بیچارہ اس قدر نادان تھا کہ وہ نہ جانتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کو عیسائی یسوع

بن یوسف کہتے تھے انکا نام بگڑ کر یوز آصف بن گیا۔اسی کو عیسائی شہزادہ نبی کہتے ہیں اور وہی شام میں پیدا ہوا اور شام کے یہودیوں کے ظلم سے ترکِ وطن کر کے گم شدہ دس فرقوں کی تلاش میں مشرق کی طرف آیا۔اس نے اہلِ کشمیر کو گمشدہ اسرائیلی فرقوں میں سے پایا اور یہاں تبلیغ کی اور قیام کیا اور فوت ہوا۔تاریخ کمال الدین والا کہتا ہے کہ اس کے پاس ایک کتاب تھی جس کو شعوریٰ کہتے تھے اور انجیل اور البشریٰ اور خوش خبری یہ سب ہم معنی الفاظ ہیں۔اور اس کے اندر جو تعلیم تھی اُس میں تمثیلات سے کام لیا گیا تھا جیسا کہ اناجیل کا خاصہ ہے۔قابل تدبر امر یہ ہے کہ کشمیر میں ایک شخص نبی کہلاتا ہے نبی تو عربی اور عبرانی زبان کا مشترک لفظ ہے جس کے مطابق خدا تعالیٰ سے کثرت سے کلام کرنے والا نبی کہلاتا ہے۔وہ روحانیت سے خالی نہیں ہوتا۔چاہے وہ حضرت **محمد** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل مبعوث ہوا ہو یا بعد میں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تو عام مسلمان کسی کو نبی مانتے ہی نہیں ،تو بہر حال یہ شخص حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ہی ہوسکتا ہے۔پس حضرت **محمد** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کون سا نبی ہے جو شام سے کشمیر آیا، وہ خود خدا تعالیٰ نے قرآن کریم ہی میں بتا دیا ہے کہ:

وَّاٰوَیْنٰهُمَاۤ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ (المؤمنون:۵۱)

یعنی ہم نے حضرت عیسیٰ اور اُن کی ماں کو بعد از واقعہ صلیب سرسبز و شاداب ملک میں پناہ دی۔

ربوہ = اُونچی سطح مرتفع ذات قرار۔وہاں دلکش وصحت افزا آرام گاہ تھیں۔

معین = صاف وشفاف پانی کے جاری چشمے

اگر وہ کشمیر نہیں جو مانند ملک شام کے ایک خطہ ہے تو اور کون سا ملک ہوسکتا ہے خود اناجیل بھی شہادت دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے کہا تھا کہ میں بنی اسرائیل کی دس گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں جاؤں گا۔چنانچہ وہ ان کی تلاش میں خراسان، افغانستان اور کشمیر پہنچے۔نبی کا لفظ بتاتا ہے کہ وہ عبرانی نبی تھا ورنہ عرب میں کوئی نبی حضرت **محمد** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابراہیمؑ اور

حضرت اسماعیل علیہ السلام سے قبل گزرا ہوا معروف نہیں۔ جیسا کہ خود قرآن کریم فرماتا ہے:

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَاؤُهُمْ (یس:۷)

یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اہل عرب کی طرف کوئی نذیر یا نبی نہیں بھیجا گیا اور عبرانیوں میں یوز آصف اور یسوع یوسف دونوں نام قریب قریب ملتے ہیں۔ یسوع کا لفظ کثرت استعمال سے بگڑ کر یُوز بنا جیسا کہ انگریزی جیز ز بنا۔ یوسفؑ جو حضرت مریمؑ کا خاوند تھا اور حضرت عیسیٰ یسوع بن یوسف کہلاتے تھے۔ بن کا لفظ اُڑ کر صرف یسوع یوسف رہا اور یسوع یوسف سے یوز آصف بن گیا۔ کیا ایسا ہونا ناممکن ہے؟

روضہ بل سے نکلے اور حضرت شاہ محمد فاضل کے مزار پر گئے۔ وہاں سے شہر کے گرد چکر لگا کر ہری کے پربت پر آئے، قلعہ اکبر بادشاہ دیکھا۔ وہاں سے امیرا کدل پہنچے۔

مسجد احمدیہ

سری نگر میں دریا سے بجانب جنوب آبادی میں نمائش گاہ ہے۔ جنوب کو چار کنال اراضی حکومت کشمیر نے جماعتِ احمدیہ سری نگر کو دے رکھی ہے جس میں وہ مسجد احمدیہ تعمیر کرے اور باقی ضروریات جیسے دارالمطالعہ، مہمان خانہ وغیرہ بنوائے۔ اس وقت مہمان خانہ کے دو کمرے بنے ہوئے تھے۔ اُن میں نماز ادا کی جاتی تھی۔

ہم نمازِ جمعہ کی غرض سے وہاں پہنچے۔ سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ احمدی بھی تشریف لائے تھے جو اُن دنوں فیڈرل کورٹ کے جج تھے اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ احمدی بھی سری نگر سے آئے ہوئے تھے۔ احباب کی خواہش پر خاکسار نے نماز جمعہ پڑھائی۔ کثرت سے احباب مقیم اور مسافر موجود تھے سب سے ملاقات ہوئی۔

احباب مردان

ان دنوں برادرم محمد سیفور خان صاحب احمدی وکیل مردان بھی سری نگر تشریف لائے ہوئے

تھے اور غالباً ان کے ساتھ ان کا بیٹا اور عبدالجلیل تھے۔ بازار ماسمہ میں دفتر اخبار اصلاح سرینگر کے ساتھ ایک میوہ فروش کے مکان پر مقیم تھے۔ سرینگر میں یہ احباب اکثر ملتے رہتے تھے۔

میاں عبدالرحمن صاحب بہائی

ہماری جماعت احمدیہ کے بڑے مبلغ میاں عبدالواحد احمدی نے ایک دفعہ فرمایا کہ یہاں دریا کے پار آبادی میں میاں عبدالرحمن صاحب غیر مبائع رہتے ہیں، جو گورنمنٹ کشمیر میں عہدیدار ہیں۔ وہ بعض سوالات پر گفتگو کرتے رہتے ہیں، ان سے ملنا چاہیئے۔ چنانچہ مولوی عبدالواحد صاحب، جناب حیات محمد صاحب، ان کے صاحبزادے اور خاکسار بعد نماز عصر ملنے گئے۔ وہ وہاں پر برآمدہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے چند سوالات واختلافات مابین مبائعین وغیر مبائعین کئے۔ خاکسار نے اپنے رنگ میں جوابات دیئے۔ سوالات اجراءِ نبوت بعد از حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے بارہ میں تھے۔ خاکسار نے جواب دیئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صرف اُمت محمدیہ کے اندر نبوت جاری ہے، ہاں غیر مذاہب پر یہ دروازے بند ہیں۔ مسلمانوں میں تابع نبی ہوسکتا ہے مگر شارع نبی نہیں ہوسکتا۔ شریعت قرآن کریم سے مکمل ہوچکی ہے۔ حضرت احمدؑ کامل نبی ہیں اور امتی ہونا ان کی فوقیت اور فضلیت دوسرے انبیاء پر ثابت کرتی ہے نہ یہ کہ ان کی نبوت کو ہی نفی میں بدل دے۔

میاں عبدالرحمن صاحب نے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص حضرت احمدؑ کو نبی نہ مانے تو اس کو آپ کیا کہتے ہیں؟ خاکسار نے جواب دیا کہ قرآن نبی کے منکر کو کافر ہی کہتا ہے تو ہم اُس کے واسطے کوئی نیا حکم کیوں تجویز کریں۔ اُس نے دوبارہ یہی سوال کیا۔ خاکسار نے عرض کیا کہ جب قرآن نے انبیاء کے بارہ میں لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ کا اقرار لیا ہے تو ان کے منکرین میں ہم کیا فرق کریں؟ ہر نبی کا منکر اس نبی کا کافر ہے خواہ وہ غیر احمدی ہو یا غیر مبائع (''کافر'' عربی میں اس کو کہتے ہیں ''جو انکار کرے، جو منکر ہو'' پس جو بھی ایک صادق نبی کی تکذیب کرے اور اس کو جھٹلائے

وہ اپنے آپ کو خود ہی کافر ٹھہراتا ہے، یعنی انکار کرنے والا)

شام کی نماز کا وقت ہوا۔ ہم نے عرض کی کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے، انہوں نے ایک کمرہ میں انتظام کر دیا اور خود بھی ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہوئے۔

نماز کے بعد میاں عبدالرحمن نے ریڈیو پر خبریں لگا دیں اور ہمیں یہ اطلاع دی کہ آج ایران کی حدود میں انگریزی فوج معمولی مقابلہ کے بعد داخل ہو گئی ہے۔

مضافات سری نگر

ہم نے ایک دن موٹر لی اور امیرا کدل سے ڈل گیٹ گئے۔ وہاں سے چشمہ شاہی، نشاط باغ، شالامار اور ہارون گئے۔ دوسرے دن شکارا لیا اور ڈل کی جھیل میں سیر کرنے گئے۔ وہاں سے نسیم باغ گئے۔ راستہ میں تیرتے ہوئے کھیت دیکھے۔ ڈل میں کنول کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ ہمارے شکارے کے پیچھے ایک شکارا بڑا تیز آ رہا تھا اور تیزی سے آگے گزر گیا۔ اُس میں تین چار انگریز پادری تھے۔ جنہوں نے سفید کشمیری لباس پہنا تھا۔ سر پر پگڑیاں تھیں۔ سُرخی مائل زرد، بڑی خوبصورت معلوم ہوتی تھیں۔ ہم نے چاہا کہ ان کے تعاقب میں پہنچیں مگر ہمارا شکارا تیز رفتار نہ تھا۔ ہم نے یہ خیال کیا کہ واپسی پر اُن سے مل لیں گے۔ آگے بڑھے اور مسجد اورنگ زیب دیکھی جس میں حضرت محمد ﷺ کا مفروضہ بال رکھا گیا ہے۔ اس کے آس پاس سیر کی۔

انگریزوں کا کیمپ

جنگ یورپ کی وجہ سے جو انگریز مرد عورتیں اور بچے انگلستان سے نکل آئے تھے وہ نسیم باغ کے آگے درخت ہائے چنار میں خیموں اور چھولداریوں میں مقیم تھے۔ ایک یورپین شہرِ خیمہ جات قائم تھا۔ قابل دید اور سبق آموز نظارہ تھا۔ وہاں سے واپس ٹانگا میں سوار ہو کر شہر کا رُخ کیا۔ راستہ میں ہم معلوم نہ کر سکے کہ پادریوں کی کشتی کہاں گئی۔ اس طرح ہم اُن سے گفتگو کرنے سے محروم رہے جس کا ازحد افسوس ہوا۔ ٹانگا ہم کو اکبر بادشاہ کے قلعہ کے پاس لا کر وہاں سے رعناداری اور پھر

امیرا کدل لایا۔

نمائش گاہ

ہمارے قیام سرینگر کے ایام میں نمائش گاہ اپنے پورے بہار پر تھی۔ ہم اکثر وہاں جاتے سیر کرتے۔ سرینگر میں نمائش گاہ قابل دید ہے۔ اگست ۱۹۳۴ء میں ہم کابل گئے تھے۔ تو وہاں جشنِ استقلال کے موقع پر جشن تھا۔ یعنی حضوری اور اس کے گرد وپیش مقامات بجلی کے قمقموں سے خوب آراستہ تھے۔ اور رنگارنگ قمقمے چمک رہے تھے یا کشمیر کا نمائش گاہ جو جشن استقلال کے نظارے سے کچھ کم نہ تھا۔

ہوٹل

جب ہم وارِدِ سرینگر ہوئے تو کچھ دن ایسٹرن (Eastren) ہوٹل میں رہے۔ جب ہم اسلام آباد اور اچھابل اور پہلگام گئے تو واپسی پر تاج ہوٹل میں ٹھہرے۔ گلمرگ کی سیر کے بعد پنجاب ہوٹل میں ٹھہرے۔ سب سے اچھا نظارہ اور صفائی کے لحاظ سے پنجاب ہوٹل بہتر ہے۔ اُس سے بڑھ کر صرف میجسٹک ہوٹل ہے جس کے مالک برادرِ محترم خواجہ محمد اسماعیل صاحب ہیں۔

فصل سوم: اسلام آباد و پہلگام

ایک دن موٹر میں سوار ہوئے، بستر ساتھ لئے اور کشمیر جموں روڈ پر اسلام آباد کا رُخ کیا۔ پان پور سے ہوتے ہوئے اسلام آباد آئے جس کو ڈوگرہ اننت ناگ کہتے ہیں۔ شہر میں چشمے اور تالاب، گندھک کے چشمے اور مزاروں سے ہوتے ہوئے بازاروں کا گشت کیا اور پھر اچھابل روانہ ہوئے۔ اچھابل جا کر جہانگیر بادشاہ کے یادگار باغ اور چشمہ دیکھا۔ وہاں سے واپس اسلام آباد آئے اور پہلگام کا راستہ لیا جو اسلام آباد سے 35 میل شمال کو واقع ہے۔

پہلگام

اسلام آباد سے پہلگام جانب سڑک ایک اَور نامی وادی میں دو پہاڑوں کے درمیان ۳۵ میل تک چلتی چلی جاتی ہے جس کے آخر پر پہلگام ہے جس میں شمال کی طرف سے جنوب کو دریا بہتا ہوا آتا ہے۔ اس کا پانی اس قدر سفید اور خوبصورت معلوم ہوتا ہے گویا وہ دودھ کا دریا ہے جو بہہ رہا ہے۔ قریب جا کر معلوم ہوا کہ اُس میں سفید مٹی ملی ہوئی ہے۔ یہ دریا سڑک سے بجانب مغرب ہے اور سڑک سے مشرق کو متوازی چلتی ہے۔

راستہ میں کئی آبادیاں سڑک کے نزدیک اور دُور کچھ فاصلہ پر آتی ہیں۔ اُن میں سے قابل ذکر مٹن کی آبادی ہے۔ موضع مٹن لب سڑک ایک آباد قصبہ ہے۔ یہاں زمانۂ قدیم کے کھنڈرات ہیں جس قسم کے کھنڈرات بارہ مولہ کے علاقے میں ہیں۔ یہ سب حضرت عیسیٰؑ ناصری سے قبل کے زمانہ کے ہیں۔ جس میں یونانی صنعت کو بڑا دخل ہے ورنہ خود فن سنگ تراشی دلکش نہیں۔ پہاڑی میں غار ہے جو تنگ اور تاریک ہے۔ ہم ٹارچ لیکر اس میں داخل ہوئے۔ کہیں کہیں چھت تنگ ہو جاتی ہے۔ کچھ فاصلہ تک ہم گئے پھر واپس نکل آئے۔ پہاڑی اور غیر آباد علاقہ ہے۔ کوئی سانپ بھی گھس سکتا

ہے۔ مٹن سے دس میل اور آگے ایک موضع ہے جس کا نام عیش مقام ہے جو چھوٹا مگر خوبصورت گاؤں ہے۔ یہاں سے ایک نہر دریا سے کاٹ کر ایک قطعہ زمین اسلام آباد کو سیراب کرتی ہے۔

اسلام آباد سے پورے پچیس میل شمال کو بڑھے تو وادی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور پہاڑوں سے گھرا ہوا ایک میدان نظر آیا جس کی سڑک کے دونوں کناروں پر بازار، سرائے، دکان، بالا خانے اور ہوٹل تھے۔ ہمارے واسطے یہاں کوئی موزوں جگہ نہ تھی اس واسطے ہم اور آگے بڑھے۔ کھلے میدان میں ایک ہوٹل تھا پلازہ نامی، اُس میں کمرہ لیا اور وہاں قیام کیا۔

علاوہ مکانات کے چاروں طرف جگہ جگہ خیمے تھے اور زیادہ تر ہندو اُن میں پنجاب سے آ کر قیام پذیر تھے۔ اس جنگل کو منگل بنا رکھا تھا۔ وہاں آزادانہ بس رہے تھے۔ اکثر سل ودق کے مریض بھی تھے جو ایام گرما گزارنے آئے تھے۔

امرناتھ

یہاں سے پہاڑوں پر سے ہو کر امرناتھ جاتے ہیں جہاں قریباً بیس ہزار فٹ کی بلندی پر ایک سطح مرتفع پر پہاڑ میں ایک کوہ ہے جس میں ایام سرما میں برف پڑ جاتی ہے اور گرما میں چونکہ اُسے دھوپ نہیں لگتی وہ برف سخت ہو کر جم جاتی ہے۔ ہندو اُس کو ''شِولنگ'' کہتے ہیں اور اُس کی پوجا کرتے ہیں۔ دُور دُور سے ہندو یاترا کر کے بڑی تکلیفیں اُٹھا کر آتے ہیں۔ ہمارے دوست مردان کے محمد سیفور خان صاحب اور بھی کئی احباب اُس دن وہاں آئے ہوئے تھے۔ انہیں بازار میں قیام کی جگہ مل گئی تھی۔ وہ وہیں ٹھہرے تھے۔

دوسرے دن دس بجے ہم وہاں سے واپس روانہ ہوئے۔ ۲۵ میل اسلام آباد اور ۳۰ میل کا راستہ طے کرتے ہوئے واپس امیرا کدل آئے۔ ایسٹرن ہوٹل میں جگہ نہ تھی تو تاج محل میں مقیم ہوئے۔ چند دن وہاں رہے۔

گلمرگ

ایک دن موٹر میں تیل ڈلوایا اور گلمرگ سے ٹنگمرگ کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک گھنٹہ میں پہنچے اور ایک گیراج کرایہ پر لیکر موٹر اُس میں کھڑی کی۔ سواری کیلئے گھوڑے لئے اور گلمرگ کے پہاڑوں پر آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر ایک گھنٹہ میں پہنچ گئے۔ وہاں کھلے میدان میں ایک ہوٹل تھا۔ غالباً وہ بھی پلازہ ہی کہلاتا تھا اُس میں ٹھہرے اور ٹنگمرگ کے بازاروں کی سیر کی۔ واپس آئے بعد فراغتِ نمازِ عصر چائے پی اور پا پیادہ ایک پگڈنڈی کے ذریعہ نیچے اُترے اور ٹنگمرگ پہنچ گئے۔ موٹر نکلوائی اور سوار ہوکر واپس امیرا کدل پہنچے۔ اس دفعہ کی سیر کشمیر میں ہم نے پہلگام کا نیا مقام دیکھا۔ اس دفعہ ہم نے کشمیر میں قریباً تین ہفتے گزارے۔

واپسی از سری نگر

آخر سیر کشمیر سے سیر ہوئے اور میاں حیات محمد صاحب کی رخصت بھی ختم ہوگئی تھی۔ صبح ناشتہ کے بعد سری نگر سے روانہ ہوئے۔ براہ بارہ مولہ، اوڑی، دومیل، مظفر آباد، گڑھی حبیب اللہ اور مانسہرہ پہنچے۔

مانسہرہ

رات مانسہرہ میں جناب پیر محمد زمان شاہ صاحب کے پاس گزاری۔ دوسرے روز صبح نماز اور ناشتے سے فارغ ہوکر براستہ ایبٹ آباد، ہری پور، حسن ابدال، نوشہرہ پہنچے۔ میں تو نوشہرہ میں اُتر کر ہوتی مردان چلا گیا اور میاں صاحب سیدھے پشاور چلے گئے۔ یہ سیر اس طرح بخیریت تمام ہوئی۔ فالحمدللہ علی ذالک۔

❁❁❁

میرا چوتھا سفر کشمیر

فصل اوّل: تمہید

جن ایام میں خاکسار گورنمنٹ ہاؤس پشاور میں ناظر تھا، خاکسار نے ۱۹۳۲ء میں برلب سڑک حویلیاں ایبٹ آباد محلہ گنج اکیس مرلے زمین قیمتاً خریدی اور کوئی اراضی اور بھی مل گئی۔ اس میں سے خاکسار نے کوئی چھ مرلے مسجد احمدیہ ایبٹ آباد بغرضِ تعمیر مسجد فروخت کی اور بقایا میں سے کوئی پانچ مرلے گوہر رحمن خان صاحب کو ۱۹۲۴ء میں فروخت کی اور تیرہ مرلے محمد ایوب خان صاحب رئیس مردان کو ۱۹۲۷ میں فروخت کر دی۔

گوہر رحمن صاحب نے جب اپریل ۱۹۴۶ میں وہاں مکان بنانا چاہا تو خاکسار بغرضِ حد بندی ۱۹۴۶ میں ایبٹ آباد گیا اور مکرم مولوی عبد السبوح صاحب احمدی اپیل نویس کے پاس مقیم ہوا۔ ۱۱ مئی کو ایبٹ آباد سے مانسہرہ گیا اور جناب پیر محمد زمان شاہ صاحب احمدی وکیل کے ہاں قیام کیا۔

۱۲ مئی کو گڑھی حبیب اللہ خان کے ڈاک بنگلہ میں وکلاء مانسہرہ نے پکنک کی تھی جس میں مکرم پیر محمد زمان شاہ صاحب مدعو تھے۔ پس ان کے مصاحب میں خاکسار، عزیز مبارک احمد شاہ، پیر محمد زمان شاہ صاحب بھی گڑھی گئے۔ دریا کی سیر کی۔ مبارک احمد شاہ اور خاکسار نے خان گڑھی کے ہاں دعوت میں شرکت کی۔ شام کو واپس ہوئے۔

۱۳ مئی کو خاکسار مانسہرہ سے بالاکوٹ گیا اور وہاں پوڑتی میں عزیزم محمد زمان خان صاحب احمدی کے مکان میں مہمان ہوا۔ اڈہ پر گیا اور سید احمد شہید بریلوی ؒ کے مزار کی زیارت کی، دریا کے پار گیا۔ پیر بالا تک ہو آیا۔ واپس آ کر بالاکوٹ گیا۔ احباب سے ملا۔ محترم محمد حکیم خان صاحب

احمدی کے مزار پر دعائے فاتحہ کی اوران کے مکان پر گیا۔ وہاں سے حضرت شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ کی زیارت پر گیا اور فاتحہ پڑھی جو بالاکوٹ آبادی سے باہر بجانب شمال کنہار نالہ پر دفن ہیں۔ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بمع ایک ہزار رفقاء ہندوستان سے افغانستان آئے وہاں سے صوبہ سرحد میں وارد ہوئے۔ یہاں امیر دوست محمد خان کا بھائی حاکم تھا۔ پشاور میں سردار سلطان محمد خان طلائی حاکم تھا۔ ہوتی مردان میں سردار پیر محمد خان تھا۔ ہشت نگر چارسدہ میں بالا حصار میں سردار سید محمد خان حاکم تھا۔ یہ سب امیر دوست محمد خان کے بھائی تھے۔ انہوں نے سید صاحب سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ظالموں کے خلاف جہاد میں سید صاحب کا ساتھ دیں گے۔ مگر بعد میں سب افغانان پشاور سید صاحب سے منحرف ہوئے اور اطاعتِ شریعت سے بغاوت کر کے سید صاحب کے خلاف ہو گئے اور سید صاحب کے ساتھیوں کا قتل عام کیا۔

سید صاحب اپنے باقی ساتھیوں سمیت ہزارہ کے پار اُتر گئے۔ وہاں کے سرداران اُن کے مخالف ہوئے۔ وہاں سے بالاکوٹ گئے۔ کچھ ساتھی انہوں نے مظفرآباد میں متعین کئے، کچھ ان کے ساتھ بالاکوٹ آئے۔ یہاں انہوں نے قیام کیا۔ سواتی خانوں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے شیر سنگھ کو، جو اس وقت پھگلی میں مقیم تھا، کہا کہ وہ اس کے ساتھ ہو کر بالاکوٹ پر حملہ کرے اور اس کو درہ بھوگڑ میں سے لا کر مٹی کوٹ کے راستہ صبح ۱۴ ذی القعدہ کو بالاکوٹ پر چڑھا لائے۔ حضرت سید احمد بریلوی نے بالاکوٹ میں ان کا مقابلہ کیا۔ صرف وہ اور ان کے ساتھی کفار سے لڑے اور سواتی تماشہ دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ اکثر شہید ہو گئے۔ حضرت سید احمد صاحب کا جسم بغیر سر کے ملا۔ شہادت پر جنازہ ادا ہوا اور باقی سب دریا دفن ہوئے۔ حضرت شاہ اسماعیل دہلوی بجانب شمال بالا کوٹ میں لب کوہ دفن ہوئے۔ باقی شہداء ڈاک بنگلہ سے شمال کو پرانے قبرستان میں دفن ہوئے۔ جب بھی کسی شخص نے قرآن کی تبلیغ اور تعلیم پر کمر باندھی تو اس کو مسلمانوں نے اسی قسم کی سزا دی یا دلوائی۔

اِرادہ سیر کشمیر

محمد زمان خان نے خاکسار کو بذریعہ خط دعوت دی تھی کہ اگر آپ اب کے بالاکوٹ آئے تو ہم کشمیر سیر کرنے جائیں گے۔ چنانچہ وہاں اس نے اس ارادہ کی تکمیل کا پھر ذکر کیا اور ان کی بیوی کا بھائی محمد فریدون خان بن عبد السلام خان مرحوم کشمیر جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ خاکسار تو اُن سے اجازت لیکر ۱۴ مئی کو مانسہرہ آیا۔

۱۵ مئی کو محمد زمان خان اور فریدون خان دونوں سامان لیکر مانسہرہ آئے۔ عزیز مبارک احمد شاہ بھی ساتھ جانے کو تیار ہوا۔

۱۶ مئی کو شیخ آباد کا آفتاب گل کا کاخیل بھی آنکلا۔ جب اس کو علم ہوا کہ ہم کشمیر جارہے ہیں تو وہ بھی ہمارے ساتھ بلا ارادہ شامل ہو گیا۔ اس طرح چار تن سے پانچ تن سفر پر روانہ ہوئے۔ آفتاب گل شیعہ ہیں ان کو چار تن سے نفرت ہے۔ انہوں نے بلا ارادہ شمولیت اختیار کر کے چار تن سے پانچ تن بنا دیا۔

فصل دوم: سفر کشمیر

۱۶ مئی کو لاری مانسہرہ سے روانہ ہوئی جس میں پیر ضیاء الدین شاہ صاحب نانوتوی بھی سوار تھے، جو سری نگر جارہے تھے۔ پس انہوں نے ہمارے ساتھ شامل ہو کر پنج تن کو شش تن میں تبدیل کر دیا۔ ان کا وجود ہمارے واسطے سفر میں مفید ثابت ہوا۔ تھوڑی دیر میں گڑھی حبیب اللہ سے بالاکوٹ سرحد کشمیر اور پھر مظفر آباد پہنچے۔ مظفر آباد میں لاری ٹھہری، ہم نے بازار کا چکر لگایا اور پھر وہاں سے لاری میں سوار ہو کر دومیل پہنچے اور دریائے جہلم کی سیر کی اور بازار سے گزر کر کسٹم ہاؤس پہنچے۔ وہاں حکومت نے ایک ہوٹل بنا رکھا تھا۔ جس میں ہندو مسلمان سب کھانا کھاتے تھے۔ مسلمانوں کے واسطے مسلمان نوکر اور ہندوؤں کیلئے ہندو نوکر رکھے ہوئے تھے۔ ہوٹل کا انتظام رونق اور صفائی قابلِ تعریف تھی۔

لاری کسٹم ہاؤس سے فارغ ہوئی اور ہم آگے بڑھے اور چناری آور وہاں سے اوڑی پہنچے۔ اوڑی میں قدرے آرام کیا چائے پی نماز سے فارغ ہوئے۔ لاری وہاں سے رام پور یا رام گڑھ پہنچی۔ وہاں سے بارہ مولا آ گئے۔ بارہ مولا میں لاری چوراہے میں ٹھہری پاس ہی ہوٹل تھا وہاں کھانا کھایا۔ بارہ مولا کے شہر کی سیر کی۔ واپس آئے تو لاری والے کو مُصر پایا کہ سری نگر شام تک پہنچنا ہے۔ لاری روانہ ہوئی اور شام ۹ بجے ہم سری نگر پہنچ گئے۔

امیرا کدل کے اڈہ کے پاس ہی تاج محل ہوٹل تھا۔ وہاں پیر ضیاء الدین شاہ صاحب نے قیام کا انتظام کیا۔ امیرا کدل کے چوک کی طرف سامنے کمرہ ملا جس کا رُخ ڈل ڈیم کی طرف تھا۔ ہمارا قافلہ بمشکل کمرے میں سمایا۔

اندرون شہر کی سیر

۱۷ رمئی یوم الجمعہ تھا۔صبح اٹھے وضوء کیا نماز پڑھی چائے پی کپڑے بدلے اور امیرا کدل کی سیر کی۔ دس بجے کھانا کھایا اور مسجد احمد یہ کا رُخ کیا۔ وہاں احباب اکٹھے تھے۔خاکسار نے نماز جمعہ پڑھائی۔ احباب سے ملاقات ہوئی۔مسجد سے رخصت ہوئے۔واپس امیرا کدل آئے دریا کی سیر کی۔

۱۱ مئی کو مزارات پر گئے۔بازاروں کا چکر لگایا، پتھر مسجد گئے، خانقاہ معلیٰ کو دیکھا، مزار سلاطین اور مضافات امیرا کدل پر گئے۔نیڈوہوٹل، برٹش ریزیڈنسی، پرتاپ باغ ریس کورس، دریا کے دونوں طرف کی آبادیاں، ہاؤس بوٹ، شکارے، موٹر لانچ، محلاتِ مہاراجہ جولب دریائے جہلم ہیں، دیکھ لئے۔

خانیار

۱۹ رمئی کو ہفتہ کے دن خانیار گئے۔ وہاں حضرت شاہ محمد فاضل گیلانی اور اُن کی اولاد کے مزارات، مبارک احمد شاہ کو دکھائے۔حضرت شاہ محمد فاضل گیلانی دانہ ضلع ہزارہ کے پیر تھے۔آپ کو حضرت زین العابدین ولد سید شاہ محمد غوث ولد سید حسن پشاوری کی اولاد بتایا جاتا ہے۔آپ شاہ محمد فاضل سید حسن پشاور کے بھائی تھے۔

وہاں سے نکلے تو پاس روضہ بل ہے، وہاں حضرت عیسیٰ ناصریؑ جن کو کشمیری میں حضرت یوز آصف نبی کہتے ہیں، کے روضہ پر گئے اور دعا کی۔وہاں سے باہر قلعہ اکبر بادشاہ کے قبرستان سے ہوتے ہوئے رعناداری اور پھر امیرا کدل آئے۔ ۲۰ مئی اتوار کے دن شکارا لیا اور نسیم باغ گئے اور مسجد اورنگ زیب کو دیکھ کر اُس کے پشت پر باغات کی سیر کی۔اس دفعہ شیخ عبداللہ کشمیری کی کوشش سے احاطہ مسجد جھیل ڈل تک بڑھایا گیا تھا اور خوبصورت جنگلہ بنایا گیا تھا۔پتھر گھاٹ بھی بنائی گئی تھی۔

نسیم باغ میں مسجد اورنگ زیب سے بجانب شمال ایک چھوٹی سی آبادی ہے اس کے باہر ایک کمہار بچہ جس کی عمر کوئی ۱۷ یا ۱۸ سال ہوگی دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھڑا تھا۔شکل وصورت

خوبصورت اور وضع سادہ تھی۔ کمہار کا وہ چکر جس پر وہ مٹی رکھ کر برتن بناتا ہے اُس پر مٹی موجود تھی۔ اُس نے ہم کو دیکھا تو چکر سنبھالا اور تیز چکر دیکر اپنے فن کا مظاہرہ کرنے لگا۔ کبھی پیالہ، کبھی رکابی، کبھی صراحی، کبھی چلم بناتا اور پھر بگاڑ کر دوسری شکل میں نہایت مہارت سے تبدیل کرتا۔ ہم اُس کی مہارت سے محظوظ ہو رہے تھے۔ وہ ہماری طرف دیکھتا اور مسکراتا اور اپنے فن کی داد طلب کرتا تھا۔ ہماری زبان سے ناواقف تھا۔ اس لئے کوئی بات نہ ہوسکی۔ خاکسار کا خیال خود ادھر مائل ہوا کہ انسان وہی چیز محفوظ رکھتا ہے جو میسر نہ ہوسکے۔ مگر اگر دوبارہ وہی چیز یا اُس سے بہتر میسر ہو تو وہ اس چیز کی کیونکر حفاظت کرے جو بآسانی مل سکتی ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ناصری جیسے اور نبی بنا سکتا ہے تو حضرت عیسیٰ کو زمین سے اُٹھا کر آسمان میں کیوں محفوظ رکھے گا جبکہ وہ اُن جیسے یا اُن سے ہزار درجہ بہتر نبی بنا سکتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سارا ایک قصہ گھڑا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ناصری زندہ ہیں اور آسمان پر سکونت پذیر ہیں اور وہی دُنیا میں پھر آئیں گے جبکہ اُن سے بدرجہا بہتر انسان ہوسکتے ہیں اور ہم نے اور زمانہ نے ایسے انسانوں کو بچشم خود دیکھا ہے۔ واللہ احسن الخالقین۔

نسیم باغ سے رخصت ہو کر شکارا میں سوار ہوئے اور ناک کی سیدھ دریا میں جانب مشرق پہنچے اور نشاط باغ کے سامنے جا نکلے۔ وہاں میلہ لگا ہوا تھا۔ کثرت سے لوگ بذریعہ شکارا جات آئے ہوئے تھے۔ جھیل کے کنارے زمینداروں نے اور دکانداروں نے اپنے اپنے پھل اور دیگر اشیاء سجائی ہوئی تھیں۔ ہم نے وہاں سے پھل خریدا، ہوٹل سے کھانا کھایا۔ چائے پی اور باغات شالامار اور نشاط کی سیر کی۔ پھر کشتی میں سوار ہوئے اور چشمہ شاہی کے سامنے اُتر گئے۔ یہاں سے چشمہ شاہی کسی قدر بلندی پر واقع ہے۔ وہاں گئے کثرت سے مرد و زن وہاں موجود تھے۔ ایک گھنٹہ سے زائد وہاں صرف ہوا۔

طوفانی ہوا

جب ہم کشتی کے پاس آئے تو تیز و تند ہوا تھی۔ ملاح نے شکارے کی چھت پر سے پردے

اُتارے۔ بعض شکاروں میں مسافروں نے کشتی میں لیٹ کر پردوں کو اپنے اُوپر ڈال رکھا تھا۔ جب ہوا کی تندی قدرے کم ہوئی تو ہمارے ملاح نے کشتی کو جھیل کے کنارے کنارے دھکیلنا شروع کیا۔ جب ہم ڈل گیٹ کے سامنے گہرے پانی میں پہنچے تو ہوا تیز تھی۔ آفتاب گل میاں، جو شیعہ تھے اور ہمارے کشتی کے سامنے والے حصہ پر بیٹھے ہوئے تھے، ڈرتے ہوئے پکار اُٹھے! یاعلی مشکل کشا مدد۔ خاکسار نے اُس کو کہا کہ صرف خدا تعالیٰ کو مدد کے لئے پکارو اور مشرکانہ نعرے مت لگاؤ۔

ہمارے مسلمان مشرکوں اور عرب کے کفار مشرکوں میں یہ فرق نظر آیا کہ عرب کے کافر مشرک سمندر میں طوفان میں گھر جاتے تو دعواللہ مخلصین لہ الدین یعنی صرف خدائے واحد کو بڑے اخلاص سے پکارتے اور بتوں کو بھول جاتے۔ مگر مسلمان مشرک ایسی حالت میں خدائے مطلق کو بھول کر اپنے بتوں کو پکارنے لگ جاتے ہیں۔ مگر عرب مشرک ان کے نزدیک قطعی جہنمی ہے اور مسلمان مشرک جنتی ہونے کا دعویدار ہے۔ الغرض ہم خیریت سے ڈل گیٹ پہنچے اور وہاں سے ایک بڑی کشتی کے ذریعے دریائے جہلم میں داخل ہوئے اور امیرا کدل پہنچے اور خدا کا شکر بجالائے۔

قلعہ اکبر بادشاہ

۲۰رمئی بروز پیر قلعہ اکبر بادشاہ دیکھنے پیادہ روانہ ہوئے وہاں سے مبارک پورہ میں آبادی کے پاس ایک خوبصورت نوجوان ۳۴ یا ۴۰ سالہ ملا۔ جس کی شکل وصورت اور داڑھی بڑی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ ہمارے پاس آیا اور بڑے ادب سے سلام کیا اور مصافحہ کیا۔ ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ دریافت کرنے لگا کہ ہم کہاں سے آئے ہیں؟ اپنے ایک بڑے بھائی کا ذکر کیا کہ وہ بڑا علم دوست شخص ہے اور اُس نے اپنی کوشش سے ایک مسلم لڑکیوں کا زنانہ سکول کھولا ہے جس میں لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں۔ اور ہم کو بھائی سے ملاقات اور مدرسہ کے دیکھنے کا شوق دلایا۔ چنانچہ اُس کے ساتھ گئے اور اُن کے بھائی صاحب سے ملاقات کی۔ وہ ایک خوش وضع سادہ لباس اور عالم اور متقیانہ

خوبیوں کے انسان تھے۔اس کے ساتھ دو گھنٹے کے قریب گفتگو کی۔انہوں نے مدرسہ دکھایا۔بڑی محنت کا کام تھا۔مفید عام امر تھا۔اتنے میں کشمیری چائے اور پراٹھے لائے۔بہت سارے رس بھی لائے۔سب نے پیٹ بھر کر کھایا۔ہم نے کچھ نذرانہ بغرضِ امداد مدرسہ پیش کیا اور وہاں سے اجازت لی۔ہمارے میزبان نے پشاور کے علاقہ یکہ توت سے سید محمد زمان شاہ خلف سید احمد شاہ گیلانی کے ورودِ کشمیر کا ذکر کیا اور یہ کہ وہ بھی از راہِ کرم مدرسہ دیکھنے تشریف لائے تھے۔

وہاں سے نکل کر قلعہ کے بیرونی دروازہ کے پاس آئے جہاں ایک بڑا بت زمانہ قدیم کا کھڑا ہے۔جس پر یادگاری کتبے موجود ہیں۔وہاں سے آگے بڑھے تو وسیع میدان ہے۔جس کے اردگرد چاردیواری ہے۔بعض مقامات پر ادھر اُدھر درخت موجود ہیں اور کہیں رہائشی مکانات موجود ہیں۔

سادات گیلانی

ایک ٹیلہ پر ایک احاطہ دیکھا اندر سید محمد عابد خلف شاہ محمد غوث صاحب لاہوری کا روضہ ہے۔سید مقبول شاہ انکا بیٹا ان کے جوار میں دفن ہیں۔سید موسیٰ دوسرا بیٹا، سید اکبر شاہ و سید اصغر شاہ پسرانِ سید رسول شاہ کے مزارات ہیں۔

سید مقبول شاہ پسر سید رسول شاہ بھی وہیں دفن ہیں اور انہی کے خاندان کے لوگ بطور مجاور وہاں سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں۔

اس روضہ کے نیچے ایک غار تنگ و تاریک بہت دُور تک جاتی ہے۔اس کو شیخ عبدالشکور چکنی کا غار کہتے ہیں جنہوں نے اس غار میں عرصہ تک چلّا کشی کی۔

وہاں کے مجاوروں نے کہا کہ غار کے اندر بھی دیکھ لیں۔ایک نو عمر لڑکا پیر محمد یوسف شاہ نامی عمر ۱۷ سال ایک چراغ لایا اور روشن کر کے آگے آگے غار میں لے گیا۔غار جگہ جگہ گری ہوئی تھی، کچی تھی۔دُور جا کر معلوم ہوا کہ غار ابھی اور بھی آگے جاتی ہے مگر وہاں دیوار خام لگا دی گئی ہے۔وہاں سے واپس مڑے اور غار سے نکل آئے۔

خاکسار نے خیال کیا ممکن ہے کسی وقت قلعہ کے اندر سے باہر نکلنے کے واسطے کوئی خفیہ راستہ ہو جواب مرورِ زمانہ بند ہوگیا ہے۔ اور پھر شیخ عبدالشکور چکنی نے اس کو محض ایک غار سمجھ کر اپنی خلوت گاہ بنالیا ہو۔

وہاں سے روانہ ہوئے۔ پیر محمد یوسف شاہ صاحب ہمارے رہنما بنے اور اصرار کر کے ہم کو مسجد دارشکوہ دکھائی اور پھر حضرت شیخ حمزہؒ کے روضہ کی زیارت کرادی اور یوں دوسرے دروازہ پر لائے جہاں سے قبرستان میں سے ہوکر خانیار کو راستہ جاتا ہے۔ وہاں ان کو انعام دے کر رخصت کر دیا۔ پرانے قبرستان میں قبروں کے تعویز (کتبے) دیکھ دیکھ کر باہر نکلے اور رعناداری آئے۔ وہاں سے شاہ سکندر کی جامع مسجد کا راستہ لیا۔ وہاں سے حضرت عیسیٰ ناصریؑ کے مزار پر آئے دعا کے بعد بازار سے ہوتے ہوئے فتح کدل کے پاس شکارا میں سوار ہوئے اور سیدھے امیرا کدل آئے۔

بنڈ دریا

ایک دن بنڈ دریا پر شکارا میں سوار ہوکر گئے، وہاں مچھلیاں دیکھیں۔ بنڈ کا موقع خطرناک ہے۔ اگر کوئی ناواقف انسان دریا میں گر جائے تو ملنا مشکل ہوگا۔ ہمارے ساتھ مبارک شاہ اور فریدون دو ایسے نوجوان تھے لیکن الحمدللہ کہ اُن دونوں نے دریا میں تیرنے جیسی کوئی حرکت نہیں کی۔ خدا کا فضل رہا اور بخیریت واپس آئے۔

خلافت تحریک

ان دنوں شیخ عبداللہ اور اس کے رفقاء نے خلافت تحریک جاری کی ہوئی تھی۔ مہاراجہ جموں سے آیا اور سری نگر میں مقیم ہوکر حکم دیا کہ گرفتاریاں کرو اور شہر میں کرفیو لگ گیا۔ شہر سری نگر پر فوج کا قبضہ رہا۔ ایک دن ہم نے دیکھا کہ شیخ عبداللہ جلسہ کر کے امیرا کدل کے چوک میں آیا اور تقریر کرنے لگا۔ ایک انبوہ اُس کے پیچھے تھا۔ اُس نے مہاراجہ کے خلاف سخت الفاظ استعمال کئے۔ جلسہ کرنے کے بعد شیخ عبداللہ پنجاب ہوٹل میں داخل ہوا، وہاں قدرے آرام کیا اور چائے

پی اور اُسی رات تاج محل ہوٹل میں وارد ہوا۔ وہاں سے دو موٹر گارڈوں کی حفاظت میں بارہ مولہ، اوڑی اور چناری جا نکلا مگر راستہ میں فوج نے اس کو روک کر گرفتار کر لیا اور واپس سری نگر لے جا کر جیل میں بند کر دیا اور اس پر مقدمہ چلانے کا حکم دیا گیا۔

۲۱ مئی کو ہم نے ایک طرف ویری ناگ جانے کا ارادہ کیا۔ دوسری طرف دوسروں کے واسطے گلمرگ جانے کے واسطے نشست لاری میں لے رکھی تھی۔ جب ہم اسلام آباد پہنچے تو شہر میں گڑ بڑ تھی اور وہاں مسلم کانفرنس کے ممبر گرفتار ہوئے تھے۔ ہم نے اُس حالت میں شہر کے تالابوں اور چشموں کی اور ریش حضرات کے مزارات کی سیر کی اور چشمہ گندھک پر گئے۔ وہاں سے بازار سے ہوتے ہوئے اچھ بل گئے۔ وہاں سے واپس ہوئے اسلام آباد آ کر وہاں ایک ہوٹل میں کھانا کھایا۔ ہر جگہ گرفتاریوں پر بحث ہو رہی تھی۔

ہم چوراہے پر آئے، یہاں سے ٹانگا لیا اور قاضی گنڈ گئے۔ وہاں سے لاری میں بیٹھ کر دامنِ کوہ بانیال تک گئے۔ وہاں لاری سے اُترے اور تین میل پیدل چل کر ویرناگ گئے۔ یہاں دامن کوہ سے ایک بڑا چشمہ نکلتا ہے جس کے چاروں طرف گول تالاب بنا ہے۔ صاف اور شفاف لذیذ پانی ہے۔ کہتے ہیں یہ تالاب بہت گہرا ہے۔ اس کے ارد گرد کنندا بند عمارت ہے جو چونا اور پتھر سے بنی ہے۔ وہاں ایک کتبہ شاہ جہاں کی طرف سے لگا ہوا ہے۔ یہ عمارت جہانگیر بادشاہ نے بنائی ہے۔ اس کے ساتھ کچھ اور عمارات اغلباً شاہجہان نے اپنے اکابر اور بیگمات کے واسطے بنائی تھیں جو اب کھنڈرات ہیں۔ مغرب کی طرف ایک کھلا چمن اور باغ ہے جس میں سے دریائے جہلم بصورت ایک نہر بہتا ہے۔

چشمہ کا مجاور ایک ہٹا کٹا سیاہ فام کشمیر کا ڈوگرہ یا پنڈت تھا۔ جس نے فارسی اشعار دربارہ چشمہ از بر یاد کئے تھے، وہ سب سنائے۔ باغ میں آیا کچھ پھول اور پھل پیش کئے اور انعام حاصل کئے۔ ہم نے باغ میں ایک چشمہ کے کنارے بیٹھ کر کھانا کھایا۔ نماز پڑھی۔ وہاں سے پیادہ ہی قاضی گنڈ کیلئے روانہ ہوئے۔

جنگل کی مکھیاں

جنگل میں پودوں پر مکھیاں بیٹھی تھیں اور بڑی کثرت سے تھیں۔ جو شخص بھی اُن کے پاس سے گزرے تو وہ اُڑ کر ہزاروں کی تعداد میں اُس پر حملہ آور ہوتیں۔ ہم کبھی دوڑتے کبھی بھاگتے دور تک گئے اور ایک دوسرے سے مکھیاں ہٹاتے گئے۔ بڑی مشکل سے جہاں کچی سڑک پکی سڑک سے آ کر ملتی ہے وہاں ہم کو نجات ملی۔

مہاراجہ کی سواری

پختہ سڑک پر عام پہرہ تھا۔ جگہ جگہ گاؤں کے چوکیدار اور پولیس اور فوجی سپاہی متعین تھے کہ مہاراجہ جموں سے کشمیر آ رہا ہے۔ اتنے میں راجہ کی سواری موٹروں میں آئی اور ہمارے پاس سے گزر گئی۔ ہم نے لب سڑک سلام کیا اور گزر گئے۔ چار پانچ موٹریں تھیں اور ایک دو لاریاں سامان کی تھیں۔

قاضی گنڈ

ہم بھی راستہ میں ایک موٹر میں سوار ہو کر قاضی گنڈ آ گئے۔ آمد و رفت اس دن بند تھی۔ اس واسطے ہم کو رات مجبوراً قاضی گنڈ میں رہنا پڑا۔ قاضی گنڈ کا قصبہ سڑک سے ایک طرف ہٹ کر ہے۔ سڑک کے دونوں کناروں پر دوکانات، بالاخانے اور سرکاری عمارات آباد ہیں۔

ہم نے قاضی گنڈ کے ڈاک خانہ سے سری نگر بس والے کو تار دی کہ ہم کل گلمرگ نہیں جا سکتے ہماری نشست معطل کر دو۔ تار بابو بڑا شریف اور خوش طبع انسان تھا۔ اس نے مسافر خانہ جا کر ہماری رہائش کا مناسب انتظام کیا۔ رات ہم نے آرام سے کاٹی۔ کرایہ ادا کر کے کھانا کھایا، رات بسر کی۔ ۲۳ مئی کو صبح نماز ادا کی اور چائے پی اور پیادہ راستہ لیا۔ آخر ایک ٹانگا مل گیا چوک اسلام آباد میں آئے۔ خدا خدا کر کے کہیں راستہ کھلا اور لاریاں آنی شروع ہوئیں۔ آخر ہم نے بھی خدا کا نام لیکر ایک لاری میں نشست حاصل کر لی اور اسلام آباد سے سری نگر آئے۔ عزیز محمد زمان خان بالاکوٹی کا

ایک ہولڈر اور اینڈ پینڈنٹ قاضی گنڈ کے ہوٹل میں گم ہوگیا۔ پولیس کو بھی اطلاع دی، مگر نہ ملا۔

گلمرگ

۲۳ مئی جمعرات کے دن سرینگر میں آدھ سیر ٹماٹر، ٹومیٹو ساس ایک بوتل، پیاز ایک سیر، جلیبٹین ایک ٹن اور ڈبل روٹیاں ایک درجن خرید لیں۔ لاری کے اڈہ پر آئے اور گلمرگ کی بس میں سوار ہوئے۔ ڈیڑھ گھنٹہ میں ٹنگمرگ پہنچے۔

ٹنگمرگ میں بس ٹھہر گئی۔ ہم نے سواری کے گھوڑے لئے اور سیدھی راہ پر ہمارا قافلہ گلمرگ کے سطح مرتفع پر ایک گھنٹہ میں پہنچ گیا مسجد کے قریب ایک چمن میں خوبصورت گھاس کا سبز فرش تھا۔ دھوپ میں بیٹھ گئے اور دستر خوان بچھایا اور روٹیاں اور سامان سامنے رکھا۔ پانچ افراد میں زیادہ بہادر مبارک احمد شاہ، آفتاب گل میاں اور فریدون خاں تھے۔ خوب سیر ہوکر سب نے کھانا کھایا۔ مبارک احمد شاہ اور فریدون خان نے گھوڑے لئے اور گلمرگ کی وادی میں خوب چکر لگائے۔ آفتاب گل اور محمد زمان خان بازار کی سیر کرنے گئے۔ خاکسار مسجد کے ملحقہ مہمان خانہ کے برآمدہ کی دوسری چھت پر پہنچ گیا اور دُور سے وادی کی سیر کرتا رہا۔

بادل اُٹھا، آسمان پر چھا گیا بارش ہوئی اور خوب زور کی ہوئی۔ مجھے خوب سردی لگی۔ آخر بارش قدرے ٹھہر گئی۔ میں مسجد میں گیا، بڑی مسجد تھی، بڑا برآمدہ تھا۔ کئی کمرے مہمانوں کے واسطے بنے تھے۔ آبادی مسجد یا مہمان خانہ میں کوئی نہ تھا، وہاں سے نکلا۔ لب سڑک ایک کشمیری چائے فروش کی دکان تھی۔ میں نے وہاں سے دودھ لیکر پیا۔ چند کشمیری مسافر وہاں جمع تھے۔ کشمیر کے حالات پر گفتگو کر رہے تھے۔ جب ان کو علم ہوا کہ میں احمدی ہوں تو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سیدنا محمود احمد امام جماعت احمدیہ کی ان شاندار خدمات اور زبردست جدوجہد کی خوب تعریف کی جو انہوں نے اہل کشمیر کے جائز حقوق کیلئے کی تھی اور ان کو خوب سراہا اور کہتے تھے کہ اہل کشمیر پر انہوں نے بڑا احسان کیا اور ہم کو حکومت میں حقوق دلائے۔

جب میں نے بازار کی طرف نگاہ کی تو دُور سے محمد زمان خان آتا نظر آیا۔ اُس کو اشارہ کیا تو وہ بھی آ گیا۔ پھر ہم دونوں نے ڈاک خانہ کے پاس مبارک احمد شاہ اور فریدون خان کا انتظار کیا۔ ڈاکخانہ میں پشاور میں تار دی ایک مقدمہ کے سلسلہ میں وہاں سے باہر نکلے۔ مبارک احمد شاہ اور فریدون خان بازار میں سوار ہو کر آ رہے تھے۔ آفتاب گل بھی آ نکلا۔ سب اکٹھے ہوئے، گھوڑے کرایہ پر لئے اور سڑک کے راستہ ٹنگمرگ پہنچے۔ پہلے ایک چائے کی دوکان میں چائے پی۔ پھر بس میں نشست لی اور سوار ہو کر سری نگر واپس آئے چونکہ سری نگر میں حالات ٹھیک نہیں تھے اس لئے ہم نے دوسرے دن واپسی کی راہ اختیار کر لی۔

سری نگر آ کر براہ فتح کدل اور پتھر مسجد کے قریب دیوار میں گولی چلی۔ ہمارے بس کے ساتھی اور ہم سب بغرض تحقیقات پتھر مسجد روانہ ہوئے۔ پھر مسجد پہنچے۔ وہاں فوجی پہرہ تھا مگر ہم کو مسجد میں جانے کی اجازت مل گئی۔ مسجد میں ایک جگہ چھوڑ کر آرام کیا وہاں ایک کشمیری نوجوان نے کہا کہ ہم مہاراجہ کا مقابلہ کریں گے اور اس کے محلات کو آگ لگائیں گے۔ بڑی جرأت سے بات کر رہا تھا۔

وہاں سے نکل کر فتح کدل میں پھرے۔ راستہ میں جگہ جگہ فوجی پہرہ تھا۔ بازاروں اور کوچوں کے کونوں میں نوجوانوں کو جمع پایا جنہوں نے تمام راستے کاٹ دیئے تھے اور گھوڑے کھول رکھے تھے اور راستہ میں بڑے بڑے پتھر ڈال دیئے تھے تا کہ ٹینک نہ چل سکیں۔ کشمیر کے باشندوں کو جری اور دلیر پایا۔

واپسی

۲۴ مئی ۱۹۴۶ یوم الجمعہ کو نماز پڑھی۔ ہوٹل والے کا حساب بے باق کیا۔ دھوبی سے کپڑے لئے، بستر باندھے سامان تیار کیا۔ چائے پی اور لاری میں نشست لی اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ سری نگر سے نکل کر پٹن آئے، وہاں سے بارہ مولہ۔ سواریوں نے کھانا کھایا اور پھر روانہ ہوئے۔ رام گڑھ مہورہ، اوڑی، چناری سے گزر کر دومیل آ گئے۔ یہاں چائے پی۔ ہماری لاری نے مظفر آباد کا رُخ کیا۔ وہاں سے گڑھی حبیب اللہ آ گئے۔

برادر محمد زمان خان صاحب اور فریدون خان صاحب یہاں اُتر کر بالاکوٹ کی طرف جانے کا بندوبست کرنے لگے۔ اور ہم وہاں سے نکلے اور سیدھے مانسہرہ بخریت پہنچ گئے۔ سید ضیاء الدین شاہ صاحب تو سرینگر میں ہی ٹھہر گئے تھے۔ آفتاب گل میاں شیخ آباد روانہ ہو گیا اور مبارک احمد شاہ گھر پہنچ گئے۔

عجیب واقعہ

جب ہم مانسہرہ پہنچے تو جناب پیر محمد زمان شاہ صاحب نے فرمایا کہ آج اخبار میں ایک خبر تھی کہ ڈل کی جھیل میں طوفان آیا اور ایک شکارا غرق ہوا جس میں پانچ افراد غرق ہوئے۔ ہمارا خیال اس طرف گیا کہ پانچ افراد تو یہی تھے جو یہاں سے گئے ہیں۔ ہمیں فکر پیدا ہوئی اور تردد ہوا۔ ہم نے جوابی تار سیکرٹری انجمن احمدیہ سری نگر کو دیا کہ:

''قاضی محمد یوسف اور ان کے ساتھیوں کی خیریت کی اطلاع دیں''

خدا کا شکر ہے کہ آپ تار کے جواب میں خود آ گئے ورنہ ہمارا خون خشک ہو رہا تھا۔ پس ہمارا عافیت سے آنا پیر صاحب کے خاندان کی تشویش کا ازالہ کر گیا۔

مانسہرہ سے روانگی

خاکسار ۲۵ مئی کو مانسہرہ سے ایبٹ آباد اور وہاں سے سیدھا ہوتی مردان پہنچا۔ اس طرح یہ سفر بخیریت تمام ختم ہوا۔ ہم نے:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ○ (النمل:۳۰)

پر عمل کر کے سیر و سیاحت کا خوب لطف اُٹھایا۔

خاکسار

قاضی محمد یوسف احمدی قاضی خیل ہوتی ضلع مردان

یوم شنبہ۔ ۴ نومبر ۱۹۴۸ء، ۲۹ ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ

❀❀❀

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تبصرہ بر کتاب ''ظہور احمد موعود علیہ السلام''

(از محترم اقبال احمد نجم صاحب۔مبلغ سلسلہ)

مسیحِ وقت اب دنیا میں آیا
خدا نے عہد کا دِن ہے دکھایا
مبارک وہ جواب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

(دُرِّثمین)

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی رضی اللہ عنہ وہ مبارک وجود تھے جنہوں نے 1902ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر قادیان دارالامان پہنچ کر بیعت کی تھی اور صحابہ کے زمرہ میں شمولیت اختیار کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا:أصحابي كالنجــوم بأيهم اقتديتم اهتديتم۔یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی بھی تم پیروی کروگے، ہدایت پا جاؤ گے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ دورِ آخرین میں اسلام کے آسمانِ روحانیت پر چمکنے والے ایک ستارے تھے۔

اس کتاب ''ظہور احمدِ موعودؑ'' میں کچھ آپ کے خودنوشت حالات ہیں اور کچھ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے والے پیاروں کے تحریر فرمودہ حالات ہیں۔ وہ پیارے جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شب و روز دیکھا اور آپ رضی اللہ عنہ کے اقوال وافعال کو سنا اور اس پر عمل پیرا ہوئے اور اس کے گواہ بنے۔

یہ کتاب تاریخ احمدیت کے اوراق میں ایک حسین اضافہ ہے۔قاری جوں جوں اسے پڑھتا ہے، ایک گونا گوں لطف محسوس کرتے ہوئے اس سے ہم آہنگ ہوجاتا ہے۔آپؓ ایک صاحبِ رویاءوکشوف اور ایک ملہم بزرگ تھے، نیز آپؓ اردو، فارسی اور پشتو کے بلند پایہ شاعر بھی تھے۔آپؓ کی شاعری کے چند نمونے بھی اس کتاب میں درج ہیں جن میں آپؓ کہیں مولا کریم کی حمد وثناء اور مناجات کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو کہیں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلافت حقہ اسلامیہ کے محاسن میں سرشار ہیں۔گویا یہ کتاب نثر وشعر کا مرقع ہے۔آپؓ نے اردو زبان میں 38 اور پشتو زبان میں 55 کتب تصنیف فرمائیں۔یہ کتب صوبہ سرحد کے باہر ہندوستان اور افغانستان میں بھی بکثرت تقسیم ہوئیں اور سینکڑوں لوگوں کیلئے ہدایت کا باعث بنیں۔آپؓ نے قرآن کریم کے درس بھی دئے اور پشتو زبان میں ایک تفسیر قرآن کریم بھی لکھی تھی جو ابھی شائع نہیں ہوئی۔

آپؓ پر کئی قاتلانہ حملے بھی ہوئے مگر ہمیشہ اللہ تعالیٰ آپؓ کی حفاظت فرماتا رہا۔اللہ تعالیٰ نے الہاماً آپؓ سے اپنی حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا جو پورا ہوتا رہا۔آپؓ نے سرحد میں عیسائیوں، آریئوں، اہل حدیث، احرار اور غیر مبائعین کے پیر جمنے نہیں دئے اور تقاریر اور تحریرات سے ان کا مقابلہ کیا۔چنانچہ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے آپؓ کو اسلامی فوج کے فتح نصیب سپاہی کا خطاب دیا تھا۔سچ ہے کہ آپؓ شمع خلافت پر پروانے کی مانند نثار تھے۔

آپؓ کو صوبہ سرحد کے 18 اضلاع میں بطور امیر جماعت 9 سال سے زائد عرصہ خدمات بجالانے کی سعادت نصیب ہوئی۔آپؓ نے اپنی زندگی میں 30 کے قریب سفر کئے۔آپ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:30) کے مصداق تھے۔

آپؓ نے ہوتی مردان میں اپنے مکان سے متصل ایک قطعہ زمین پر مسجد اور مہمان خانہ تعمیر کروایا تھا،اسی طرح بکٹ گنج مردان اور کوہاٹ میں مسجد احمدیہ سول کوارٹرز کی تعمیر کی توفیق پائی تھی۔

آپؓ خلافت احمدیہ کے ایک سچے عاشق تھےاور پروانے کی مانند اس کے گرد منڈلاتے رہتے تھے۔جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آتے تو حضورؓ کے پہریداروں میں اپنا نام لکھواتے۔ میں چھوٹا تھا تو میرے بزرگ مجھے لے کر جلسہ سالانہ کے سٹیج کے بہت قریب بیٹھتے تھے جہاں سے حضرت مصلح موعودؓ نظر آسکیں تو میں دیکھتا اور جب حضور انور کی ملاقات کیلئے اپنے بزرگوں کے ہمراہ جاتا تو وہاں بھی آپؓ کو دیکھتا۔آپ حضرت مصلح موعودؓ کی پہریداری کو ایک اعزاز سمجھتے تھے۔

آپؓ دیگر پہرے داروں سے نمایاں نظر آتے تھےتو میں اپنے بزرگوں سے پوچھتا تھا کہ یہ حضرت صاحب کون ہیں تو وہ مجھے بتاتے تھے کہ یہ امیر جماعت ضلع صوبہ سرحد ہیں۔

مہمان نوازی اور دوست نوازی آپ کا خاص وصف تھا۔احباب جماعت آپؓ کے گرد آپؓ کے ارشادات سننے کیلئے حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے تھے۔آپؓ سب سے پہلے ملحقہ ریسٹورنٹ سے کباب اور سبز قہوہ منگواتے۔ احباب لذّت کام و دہن کے علاوہ آپؓ کی صحبت صالح و پاکیزہ گفتگو سے بھی فائدہ اٹھاتے تھے۔آپؓ اخلاق حسنہ کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔آپؓ تمام زندگی اعلائے کلمۃ الحق فرماتے رہے۔گویا آپؓ افغان احمدیوں کے باوآدم تھے۔آپؓ نے فرمایا:

ما تابع خلیفه و حکم خلافت ایم	محکم بدست اوست سراپا زمام ما
ہم خلیفہ اور خلافت کے فرمانبردار ہیں	ہم نے اس کے مضبوط ہاتھوں میں اپنی زندگی کی لگامیں تھما رکھی ہیں

شاہد کہ یادگار بماند کلام ما	یوسف نوشت آنچہ بدل داشت مختفی
تا کہ ہمارا یہ کلام یادگار اور گواہ رہے	یوسفؔ نے جولکھا ہے وہی کچھ ہے جو دِل میں مخفی تھا

اس مفید کتاب کو آپؓ کی صاحبزادی مکرمہ زبیدہ ناہید بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب نے چھپوایا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ آمین۔

والسلام خاکسار
اقبال احمد نجم (واقف زندگی)
سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ انگلستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ

(از محترم سید شبیر احمد صاحب - وکیل المال اوّل تحریک جدید - ربوہ)

مکرم و محترم ڈاکٹر صاحب... السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ.. آپ کی بیگم صاحبہ محترمہ نے حضرت قاضی صاحبؓ کے متعلق کچھ لکھنے کیلئے فرمایا تھا۔ سو بندہ نے اپنی یادداشت کی بناء پر کچھ لکھ دیا ہے۔ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف۔

طالب علمی کے زمانہ میں غالباً 1936ء کی بات ہے میرے والد بزرگوار نے مجھے چند یوم کیلئے تعطیلات گرما میں ایبٹ آباد بھجوایا۔ ایبٹ آباد کے خوشگوار صحت افزاء ماحول سے تو لطف اندوز ہوتا ہی تھا، میری خوش نصیبی سے روحانی صحت کی بہتری کیلئے بھی بفضلہٖ تعالیٰ سلسلہ کے ایک جید عالم اور صوبہ سرحد میں دعوت الی اللہ کے حوالہ سے مشہور و معروف بزرگ حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کے نیاز بھی حاصل ہو گئے۔ حضرت قاضی صاحبؓ بھی چند یوم کیلئے وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ میرے اتالیق جن کی راہنمائی میں بندہ سفر کر رہا تھا، نے حضرت قاضی صاحبؓ کا تعارف کروایا۔ بندہ نوعمری میں تعارف سے تو اتنا متاثر نہ ہوا مگر حضرت قاضی صاحبؓ کا باوقار چہرہ اور عالمانہ طرزِ تکلم نے طبیعت پر گہرا اثر چھوڑا۔ ان کی معیت میں جس احمدی دوست کے گھر ملنے جاتے وہاں حضرت قاضی صاحبؓ کیلئے غیر معمولی احترام کا اظہار اور پُرتکلف دعوتوں کا اہتمام ہوتا۔

ایبٹ آباد کی اس سیاحت میں مجھے یہ مقام بہت پسند آیا اور دل میں آرزو اُبھرتی رہی کہ حصول تعلیم کے بعد اللہ تعالیٰ یہاں ہی رہائش کا کوئی انتظام فرما دے۔ دِل میں دبی ہوئی یہ خواہش بفضلہٖ تعالیٰ 1949ء میں پوری ہوگئی جبکہ ملٹری اکاؤنٹس کی ملازمت میں میرا تبادلہ اس پسندیدہ مقام یعنی ایبٹ آباد میں ہوگیا۔ مئی 1951ء تک بندہ اسی صحت افزاء مقام پر رہا اور واقف زندگی ہونے کے ناطے مرکز سے حکم ملنے پر اس ملازمت سے مستعفی ہوکر بندہ سب سے پسندیدہ اور بابرکت مقام یعنی ربوہ پہنچ گیا۔

میرے ایبٹ آباد کے قریباً 2 سالہ قیام میں حضرت قاضی صاحبؓ متعدد بار ایبٹ آباد تشریف لائے۔ جماعت کو اس مقام پر مضبوط کرنے کیلئے آپ نے یہاں البیت کی تعمیر کا انتظام فرمایا اور اپنی ولولہ انگیز تقریروں سے مقامی لوگوں کی ہمت بندھائی اور ان میں مزید احساس ذمہ داری پیدا کرنے کیلئے متعدد ذرائع اختیار فرمائے۔

ان کی تقریر کا ایک فقرہ مجھے اکثر یاد آتا ہے۔ فرمایا شیر کا بچہ شیر ہی ہوتا ہے۔ حضرت قاضی صاحبؓ کی تقریر سے ان کے علم وفضل اور دین کیلئے غیرت کا اظہار اتنا نمایاں ہوا کرتا تھا کہ مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ کئی مرتبہ جی چاہا کہ دینی علوم کی تحصیل میں ان کی شاگردی کا شرف حاصل ہوجائے مگر ان کی مستقل رہائش پشاور میں تھی اور بندہ ایبٹ آباد میں تھا۔ تاہم ان کی وقتاً فوقتاً صحبت اور ولولہ انگیز تقریروں سے خاکسار نے بہت کچھ سیکھا۔ تو بندہ ان کی شاگردی کے شرف کا اظہار کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرا انجام بخیر فرمائے۔

سید شبیر احمد

4 جون 1997ء — وکیل المال تحریک جدید۔ ربوہ

''ہے شکرِ ربِّ عزّوجل خارج از بیاں''

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس ربِّ ذوالجلال نے اپنی خصوصی تائید ونصرت سے مجھے توفیق عطا فرمادی اور میرے والدمحترم کی دوسری کتاب دوبارہ طبع کروانے کی سعادت عطا فرما دی۔ الحمدللہ ربِّ العالمین۔

حضور انور حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر چند خطبات میں فرمایا۔ اُن میں میرے والد صاحبؓ کا ذکر چار خطبوں میں آیا تو خاکسارہ نے ایک ملاقات میں حضور اقدس سے پوچھا کہ کیا میں اپنے والد صاحب کی کوئی کتاب شائع کروادوں۔ آپ نے ازراہ شفقت فرمایا کہ اُن کی تمام کتب شائع کروادیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک نئے ولولے سے یہ کام کرنے کی ہمت عطا فرمادی۔ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی درخواست کی اور تحریر کا جو کام پہلے سے ادھورا موجود تھا اس کو مکمل کر کے مکرم منیر الدین شمس صاحب ایڈیشنل وکیل التصنیف لندن کو بھجوایا اور اجازت کا انتظار کیا۔ مکرم شمس صاحب نے خصوصی توجہ سے چند اہم تبدیلیاں کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے کتاب طبع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ مکرم ومحترم شمس صاحب نے باوجود انتہائی مصروفیت کے دونوں کتب ''ظہور احمد موعودؑ'' اور ''عیسیٰ درِ کشمیر'' کا مطالعہ کیا اور طبع کرنے کی اجازت مرحمت

فرمائی۔خاکسار نے اس سلسلہ میں کئی مرتبہ مکرم شمس صاحب کو ایسے وقت میں فون کیا کہ آپ مصروف ہوتے لیکن آپ عزت واحترام سے پیش آتے۔اللہ تعالیٰ محترم شمس صاحب کو جزائے خیر عطا فرمادے۔آمین۔

مکرم ومحترم بشیر احمد رفیق خان صاحب سابق امام مسجد فضل لندن میرے خالہ زاد بھائی ہیں۔آج کل آپ کی طبیعت کچھ ناساز رہتی ہے۔اللہ تعالیٰ اِن کو اعلیٰ صحت والی درازی عمر عطا فرمادے۔آمین۔میں نے آپ سے کتاب ''عیسیٰ درِ کشمیر وسیرِ کشمیر'' کیلئے پیش لفظ لکھنے کی درخواست کی۔آپ نے باوجود ناسازئ طبع کے دو چار دن میں ایک خوبصورت مضمون لکھ کر مرحمت فرمادیا اور اپنے دوست مکرم ومحترم عبدالباسط شاہد صاحب (مصنف سوانح فضل عمرؓ) سے بھی درخواست کی کہ وہ بھی اپنی قیمتی رائے سے مطلع فرمائیں۔انہوں نے بھی ازراہ نوازش اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر عالمانہ انداز میں ایک مضمون عنایت فرمادیا۔اللہ تعالیٰ جزائے عظیم عطا فرمائے اور اعلیٰ صحت والی فعال زندگی سے نوازے۔آمین۔

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن سے اس قسم کی درخواست کرنا میرے لئے مشکل تھا کیونکہ آپ کی گوناگوں مصروفیات تو ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔صبح کے درس القرآن سے لے کر دن بھر کی ان کی مصروفیات میں سے وقت نکالنا اور کتاب پڑھ کر اس کیلئے کچھ لکھنا،لہٰذا میں نے اپنے میاں ڈاکٹر بشیر احمد صاحب سے پوچھا کہ کیا یہ مناسب ہوگا کہ اُن سے درخواست کریں۔چنانچہ آپ نے اُن سے ذکر کر دیا اور مکرم عطاء المجیب راشد صاحب نے بھی جلد ہی کتاب کا مطالعہ کر کے ایک خوبصورت مضمون لکھ کر عنایت فرمایا نیز مفید مشوروں سے بھی نوازا۔فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

مکرم ومحترم حافظ مظفر احمد صاحب سے بھی واقفیت خصوصی کافی عرصہ سے تھی جب خاکسارہ 1992ء تا 1997ء بطور صدر لجنہ اماء اللہ اسلام آباد خدمت کی توفیق پا رہی تھی۔آپ

کے ہر بار اسلام آباد دورہ پر ہم تبلیغی مذاکرہ رکھ لیتے تھے اور اُن میں لجنہ کی ممبرات اپنی دوستوں اور پڑوسیوں کو شمولیت کی دعوت دے کر بُلوا لیتی تھیں۔ آپ اپنی مسحور کُن آواز سے تلاوت کا آغاز کرتے اور اس کے بعد سلسلہ عالیہ احمدیہ کا تعارف فرماتے۔ اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے کئی کامیاب پھل عطا فرمائے جو بیعت فارم پُر کر کے باقاعدہ جمعوں میں شامل ہوتی رہیں۔ الحمد للہ۔ آپ سے میں نے کتاب ملاحظہ فرمانے و پیش لفظ لکھنے کی درخواست کی لیکن خدشہ تھا کہ شاید آپ اپنے جماعتی دوروں اور مختلف اہم فرائض کی ادائیگی کے باعث وقت نہ نکال سکیں۔ لیکن آپ نے نہ صرف کتاب کو پڑھ کر پیش لفظ لکھا بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تحقیق کے حوالہ سے کتاب میں چند اہم حاشیہ جات بھی نوٹ کروائے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

آپ نے اپنے ساتھ عزیزم باسل احمد کو بھی اس کام پر لگا دیا اور عزیزم نے حوالہ جات وغیرہ تلاش کرنے میں آپ کی مدد کی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمادے۔ آمین۔

میرے بھائی مکرم قاضی مسعود احمد صاحب نے بھی اس کتاب کے حصہ ''سیرِ کشمیر'' کے تعلق سے اچھے اور مفید مشورے دئے۔ میرے میاں مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب نے ہمیشہ میری ہمت بندھائی اور مفید مشوروں سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام علماء کرام کو اور میرے پیارے عزیزوں کو جزائے خیر مرحمت فرمادے۔ آمین۔

اسلام آباد میں ہمارے ایک اور عالم و فاضل مربی سلسلہ مکرم اقبال احمد نجم صاحب تھے جو کہ اُس دور میں ہمارے ساتھ گاؤں میں تبلیغی دوروں کے ساتھی ہوتے تھے۔ آپ آج کل لندن میں آفتاب لائبریری ۔ بیت الفتوح میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ پُرشفقت شخصیت کے حامل ہیں۔ ماشاء اللہ۔ انہوں نے بھی ایک خط بذریعہ ڈاک ارسال فرمایا ہے جو کہ شامل اشاعت کر رہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اس اخلاص و محبت کا بہترین اجر عطا فرماوے۔ آپ

کئی اہم کتب کے مصنف بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے پڑھنے والوں کیلئے مفید معلومات بہم پہنچانے اور اُن کے علم میں اضافہ کا باعث بنادے۔آمین ثم آمین۔

والسلام

خاکسارہ

محتاجِ دعائے خاص

زبیدہ ناہید بیگم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب

لندن۔27فروری2016ء (بنت حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدیؓ)

Hazrat Qazi Mohammad Yousaf Sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(by: Amtul Mateen Khan)

My grandfather's unequivocal and unwavering faith in Islam and Hazrat Muhammad Mustafa صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم, was truly admirable. He embraced Ahmadiyyat at the age of 18. The light, *Noor* that sahaba رضوان اللہ علیہم اجمعین experienced and witnessed first hand from Hazrat Messih Maood علیہ السلام, nurtured in him an inner strength that dominated every aspect of his young life and encompassed his whole being.

It was an exciting time when the spiritually enlightened and intellectual people of the time were recognising the signs of the latter day Imam Mehdi and among them the blessed, chosen ones were accepting Ahmadiyyat at the hands of their beloved Imam.

Hazrat Qazi Muhammad Yousaf sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ of Mardan, was a very intellectual man, after he accepted Ahmadiyyat his focus was to preach to the surrounding areas. He wrote booklets in Urdu, Pushto and Persion. He presented these to Hazrat Khalifatul Maseeh ul Awal رضی اللہ تعالیٰ عنہ . Huzoor appreciated his efforts. He kept writing booklets in the light of Hazrat Maseeh e Maood علیہ السلام's teachings and distributed them far and wide throughout India. Mostly this was done through his

own expense. From his writings, it is clear that he never wasted an opportunity to preach, be it through his actions or his spoken word. Hazrat Qazi Muhammad Yousaf sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ, was a prominent and deeply respected figure among Ahmadis of the Frontier Provence of Pakistan and Afghanistan. His charisma and magnetic personality stood as a beacon to others who aspired to follow his example. So vast was his knowledge that many conversions in that region into Ahmadiyyat took place in his time and were attributed to him. His legacy is one of intellect, love and piety.

When I read his books 'Zahoor e Ahmad e Maood' and 'Isa Dar e Kashmir', and 'Sere Kashmir' which are recently published by my mother Zubaida Naheed, in honour of her great father, I was truly inspired by his vast geographical knowledge. My mother told me that he had the knowledge of Astronomy as well. He documented most of his travel experiences in books such as 'Sere -e-Kashmir', 'Sere-Kabul', 'Sar-e-Kaghan', to name but a few. When I read his graphic account of Kashmir in 'Sere-e-Kashmir', I felt transported to that time. My grandfather also did extensive research and traced our ancestry to Hazrat Umar Farooq رضی اللہ تعالیٰ عنہ. Growing up, I felt a sense of pride and was honoured by this knowledge.

At a young age I was asked to transcribe my grandfathers dreams by my mother, some of which dated prior to his acceptance of Ahmadiyyat. I was enchanted by his spiritual height. Recently, I had a dream that Hazrat Qazi Muhammad Yousaf sahib رضی اللہ تعالیٰ عنہ was sitting at

a desk, on a chair next to Hazrat Messih Maood علیہ السلام. In my dream, I was captivated by the love and awe for my grandfather, especially his beautiful, shining, enigmatic eyes. May Allah Taala grant my grandfather the company of His beloved master, Nabi Kareem صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم Amin. May Allah Taala enable us all to follow in his footsteps.آمین

☪☪☪